بسم اللہ الرحمن الرحیم

سِرّ الاسرار

(اُردو ترجمہ مع عربی متن)

sultan-ul-faqr-publications

تصنیف لطیف

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

بحکم و اجازت

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

مترجم: احسن علی سروری قادری ایم کام

© All Copy Rights reserved with
SULTAN-UL-FAQR PUBLICATIONS (Regd.)
Lahore-Pakistan

نام کتاب: سِرّالاسرار (اردو ترجمہ مع عربی متن)

تصنیفِ لطیف: سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مترجم: احسن علی سروری قادری ایم کام

ناشر: سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

پرنٹرز: آر۔ٹی پرنٹرز لاہور

بارِ اوّل: فروری 2014ء

تعداد: 1000

قیمت: 300 روپے

ISBN: 978-969-9795-17-6

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

4-5/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766

www.sultanulfaqrpublications.com
www.sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ

خادم سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس

کے نام

جن کی مہربانی، شفقت اور محبت کے بغیر میں کچھ بھی نہیں

sultan-ul-faqr-publications

فہرست

نمبر شمار		عنوانات	صفحہ نمبر
1		پیش لفظ	6
2		مقدمہ	15
3	فصل اوّل	انسان کے اپنے اصلی وطن کی طرف لوٹنے کے بیان میں	26
4	فصل دوم	انسان کے اسفل سافلین کی طرف لوٹائے جانے کے بیان میں	32
5	فصل سوم	ارواح کے جسموں میں تصرف کے بیان میں	34
6	فصل چہارم	علوم کی تعداد کے بیان میں	40
7	فصل پنجم	توبہ اور تلقین کے بیان میں	45
8	فصل ششم	اہل تصوف کے بیان میں	55
9	فصل ہفتم	اذکار کے بیان میں	60
10	فصل ہشتم	ذکر کی شرائط کے بیان میں	63
11	فصل نہم	دیدار الٰہی کے بیان میں	67
12	فصل دہم	حجابات ظلمانیہ اور نورانیہ کے بیان میں	73
13	گیارہویں فصل	سعادت اور شقاوت کے بیان میں	75

www.sultan-ul-faqr-publications.com

صفحہ نمبر	عنوانات		نمبر شمار
82	فقرا کے بیان میں	بارہویں فصل	14
88	طہارت کے بیان میں	تیرہویں فصل	15
90	نمازِ شریعت اور طریقت کے بیان میں	چودہویں فصل	16
93	عالمِ تجرید میں طہارتِ معرفت کے بیان میں	پندرہویں فصل	17
96	زکوٰۃ شریعت اور طریقت کے بیان میں	سولہویں فصل	18
99	روزہ شریعت اور طریقت کے بیان میں	ستارہویں فصل	19
101	حج شریعت اور طریقت کے بیان میں	اٹھارویں فصل	20
107	وجد اور صفا کے بیان میں	انیسویں فصل	21
112	خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں	بیسویں فصل	22
118	خلوت کے اوراد کے بارے میں	اکیسویں فصل	23
122	نیند اور اونگھ کے واقعات کے بیان میں	بائیسویں فصل	24
132	اہلِ تصوف کے بیان میں	تئیسویں فصل	25
136	خاتمہ بالایمان کے بیان میں	چوبیسویں فصل	26
139	سرّالاسرار (عربی متن)		27

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے شروع جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔ جس کی شان اس قدر بلند ہے کہ عقل وفہم سے ماورا ہے، جس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اور جو پوشیدہ ہو کر بھی ہر چیز میں عیاں ہے اور عیاں ہو کر بھی غافلین سے پوشیدہ ہے۔

لاکھوں کروڑوں درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس ومعطر ومطہر ومنور پر، جو مظہرِ ذاتِ حق اور وجہ بوجودِ کائنات اور حسنِ کائنات ہیں اور اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرامؓ پر جو آفتاب وماہتاب دوجہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کی ہی خوبصورت اور روشن کرنیں ہیں جن سے یہ کائنات منور ہے۔ لاکھوں سلام ہوں اولیاء کرام کے امام غوث صمدانی، قطب ربانی، محبوب سبحانی شیخ محی الدین سیدّنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ پر، جن کا قدم مبارک تمام غوث و قطب کی گردن پر ہے اور جو نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سلطان الفقر ہیں۔

سیدّنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کا ظہور اس عالمِ رنگ وبو میں اس وقت ہوا جب ہر طرف فرقہ پرستی اور گمراہی عام ہو چکی تھی اور دینِ اسلام انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔ باطل فرقوں نے مسلمانوں کو ذہنی انتشار میں مبتلا کر رکھا تھا اور مسلمان دینِ اسلام کی حقیقی روح سے اتنے ہی ناواقف تھے جتنے غیر مسلم۔ سیدّنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ نے اپنے خطبات، الہامی مواعظ حسنہ اور کتب سے نہ صرف مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی بلکہ آپ رضی اللہ عنہٗ کی تصانیف

سے مردہ قلوب کو حیات نو ملتی ہے۔ عقیدت اور اعتقاد سے ان تعلیمات کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے والوں پر معرفت وحقیقت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور راہِ سلوک میں حضور غوث الاعظمؓ خود ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کی مشہور تصانیف میں سرّ الاسرار، فتوح الغیب، الرسالۃ الغوثیہ، الفتح الربانی، غنیۃ الطالبین اور دیوان غوث الاعظمؓ عام دستیاب ہیں۔

"سرّ الاسرار" یعنی "رازوں کے راز"۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کی یہ کتاب واقعی اسرارِ الٰہی کا مجموعہ ہے اور معرفتِ حق تعالیٰ کے اسرار سے لبریز ہے جس میں فقر کی حقیقی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ نے اپنی اس تصنیف مبارکہ میں کل چوبیس (24) فصلیں تحریر فرمائی ہیں جن میں 110 سے زائد موضوعات کو ہر دو ظاہری و باطنی پہلوؤں سے بیان فرمایا۔ اندازِ تحریر انتہائی مختصر مگر جامع ہے۔ ایک طالب مولیٰ کو راہِ فقر (راہِ معرفت ووصالِ الٰہی) میں پیش آنے والے ہر مقام اور گمراہ کرنے والی ہر مشکل اور اس کے حل کو بیان فرمایا۔ تیئسویں فصل میں آپ رضی اللہ عنہٗ نے اہلِ تصوف ہونے کا دعویٰ کرنے والے گمراہ فرقوں کی اقسام، نظریات، علامات اور اشکال کو بیان فرمایا ہے۔ جیسے حالات اُس وقت تھے ویسی ہی صورتحال آج دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو درپیش ہے جہاں ایک طرف تو دینِ اسلام کے ظاہری پہلو کو علماءِ سُو کے اختلافات اور نظریات نے اور باطنی پہلو کو موروثی سجادہ نشینوں، نسبی گدی نشینوں اور جعلی پیروں نے جلائے فتنہ کر رکھا ہے اور دوسری طرف عوام الناس میں طلبِ دنیا خطرناک حد سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ نے ایسے اہلِ تصوف کی پیروی کی بجائے اُس ولیٔ واصل کی اطاعت و پیروی کا حکم فرمایا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے ناقصوں کو کامل بنانے کے لیے بھیجا گیا ہو اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کی راہ جانتا ہو۔ ایسے فقیر کامل کو آپ ؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وارث کامل اور مرشد کامل کی حقیقی اولاد قرار دیا ہے۔

میرے مرشد پاک خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے

طالبانِ مولیٰ کی باطنی ضرورت کے پیشِ نظر اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اس تصنیف لطیف میں بیان کردہ تعلیمات کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے آسان اردو ترجمہ کا حکم فرمایا کیونکہ مارکیٹ میں دستیاب تراجم آسان فہم نہیں اور نہ ہی وہ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کا مفہوم اور اُس کی روح کو واضح کر پاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی لائبریری سے سرّ الاسرار کے دو نسخے عربی متن مع ترجمہ عنایت فرمائے اور مزید تحقیق کا حکم بھی صادر فرمایا۔

- پہلا نسخہ غوثیہ کتب خانہ بیرون شاہ عالم گیٹ لاہور کا شائع کردہ بار دوم ہے جس کی تاریخ اشاعت محرم الحرام 1401ھ (1980ء) ہے اور اس کے مترجم حافظ برکت علی قادریؒ ہیں۔ کتاب کے پیش لفظ میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ سرّ الاسرار کا یہ عربی نسخہ بغداد میں سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کی اولاد پاک کی تحویل میں چلا آرہا تھا اور اردو ترجمہ کے ساتھ اشاعت سے محروم تھا جو حافظ برکت علی قادریؒ کو سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے بوجہ عقیدت و محبت تحفہ میں ملا تاکہ اس کی اشاعت کی جائے۔ اس کتاب میں ایک صفحہ پر اصل عربی متن اور دوسرے صفحہ پر اس کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کا ترجمہ دوسرے تراجم سے بہت بہتر ہے۔

- دوسرا نسخہ عربی متن مع اردو ترجمہ مکتبہ العارفین لاہور کا شائع کردہ ہے جس کے مترجم سید امیر خاں نیازی مرحوم ہیں۔ اس کتاب میں بھی ایک صفحہ پر عربی متن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ کیا گیا ہے۔ سید امیر خان نیازی صاحب نے کتاب کے پیش لفظ میں یہ بات بالکل بھی واضح نہیں کی کہ کتاب کے ترجمہ کے لیے انہوں نے عربی متن کہاں سے حاصل کیا۔ جب اس کتاب کے عربی متن کو غوثیہ کتب خانہ کے شائع کردہ نسخہ سے ملایا گیا تو سوائے املا کی کچھ غلطیوں کے حرف بہ حرف وہی نسخہ ہے۔ میرے مرشد خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس سے اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی کہ یہی نسخہ انہوں نے سید امیر خان نیازی مرحوم کو بھی دیا تھا جس کی عربی کو بنیاد بنا کر انہوں نے "سرّ الاسرار" کا ترجمہ کیا۔ اور اس کا بار اوّل خادم سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کے زیرِ نگرانی اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی مکتبہ العارفین A/4-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور سے ستمبر 2003ء میں شائع ہوا اور اس میں آپ مدظلہ الاقدس نے ''تقریظِ جمیل'' بھی تحریر فرمایا تھا جو بعد کے ایڈیشنوں میں کسی اور کے نام سے شائع ہوتا رہا۔

- عربی متن کی تلاش کے دوران جامع الازہر مصر کا مطبوعہ ایک نسخہ دستیاب ہوا جو جمادی الثانی 1374 ہجری میں شائع ہوا اور اس کو سیّد عبدالرحمٰن محمد ملتزم نے مرتب کیا ہے۔ جب اس مصری نسخہ کا بغدادی نسخہ سے تقابلی موازنہ کیا گیا تو دونوں میں کچھ خاص فرق نہ پایا گیا سوائے اس کے کہ مصری نسخہ میں کہیں کہیں مختلف اولیاء کرام کے فارسی اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دو لفظی غلطیوں کے علاوہ باقی متن بالکل بغدادی نسخہ جیسا ہے۔
- مارکیٹ میں دستیاب اردو تراجم میں ایک ترجمہ زاویہ پبلیشرز دربار مارکیٹ لاہور کا شائع کردہ ہے جس کے مترجم ظفر اقبال کلیار صاحب ہیں۔ یہ کتاب کا بار اوّل ہے اور سنِ اشاعت 2012ء ہے۔ اس ترجمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ترجمہ بہت ہی مشکل انداز میں کیا گیا ہے بہت سی جگہوں پر عربی متن کا ترجمہ کیا ہی نہیں گیا۔
- ایک اور ترجمہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور کا شائع کردہ ہے جس کے مترجم محمد منشا تابش ہیں۔ منشا صاحب نے کتاب کے ترجمہ کے دوران اپنی طرف سے مختلف مقامات پر بطور شاعر اپنے اشعار کا استعمال کیا ہے۔

میں نے ترجمہ کرنے کے لیے بغدادی نسخہ کو بنیاد بنایا ہے۔ ترجمہ کے دوران میرے مرشد کریم خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی ظاہری و باطنی مدد میرے شاملِ حال رہی اور ترجمہ کے دوران جس جس مقام پر مجھے مشکل پیش آئی میں نے آپ مدظلہ الاقدس سے رابطہ کیا تو آپ مدظلہ الاقدس نے نہایت شفقت سے اُس موضوع کو نہ صرف سرّ الاسرار بلکہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کی دیگر تصنیفات کے حوالہ جات کے ذریعے بھی

تفصیلاً بیان فرمایا تاکہ اس عاجز کو تعلیماتِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حقیقی مفہوم کو سمجھ کر ترجمہ کرنے میں مدد مل سکے۔ میں اپنے مرشد کریم حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کا نہایت شکرگزار ہوں کہ جن کی مہربانی سے میں اس لائق ہوا کہ ترجمہ آسان فہم اور عربی متن کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے کرسکوں۔ مشکل اور شرح طلب الفاظ اور اصطلاحات کی وضاحت جو میں نے اپنے مرشد کریم سے مختلف اوقات میں سنی اور سمجھی، حواشی میں کر دی گئی ہے۔

دنیا میں تراجم کے لیے تین طریقہ کار اختیار کیے جاتے ہیں۔ اوّل اصل متن کے بغیر ترجمہ شائع کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ ضخامت کم ہونے سے کتاب کی قیمت کم رہتی ہے اور نقصان یہ ہے کہ اصل متن کی غیر موجودگی میں قاری کے ذہن میں یہ خدشہ موجود رہتا ہے کہ ترجمہ اصل متن کے مطابق ہے یا مترجم نے اپنی طرف سے کچھ ردّ و بدل تو نہیں کیا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک صفحہ پر اصل متن اور اس کے مقابل صفحہ پر ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ قاری کو مطالعہ کی روانی میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مکمل ترجمہ شائع کرنے کے بعد تصدیق و موازنہ کے لیے آخر میں اصل متن شائع کر دیا جاتا ہے۔ میں نے تیسرے طریقہ کو بہتر سمجھا ہے۔ ترجمہ کے اختتام پر سرّالاسرار کا اصل عربی متن اہلِ علم اور اہلِ تحقیق حضرات کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

خاکسار

احسن علی سروری قادری

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے لیے ہیں سب تعریفیں جو قدرت والا، (ہر چیز کا) جاننے والا، بنانے والا، حکمت والا، بن مانگے عطا کرنے والا، کرم فرمانے والا، پالنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ ذکرِ حکیم اور عظمت والے قرآن کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کرنے والا ہے کہ جنہیں قوت والے دین اور صراطِ مستقیم کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور درود و سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کہ خاتم الرسالت ہیں اور گمراہوں کے لیے ہدایت ہیں جنہیں تمام (آسمانی) کتابوں سے افضل (عظمت و فضیلت والی) کتاب کے ساتھ تمام رسولوں پر شرف حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی، اُمّی، عربی اور (امانتوں کے) امین ہیں اور کثرت سے درود و سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آلِ اطہارؓ پر جو ہدایت کے طالبوں کے لیے ہدایت (کی شمع) ہیں اور درود و سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابؓ پر جو بہت ہی بزرگی والے ہیں۔

اس کے بعد غوث اعظم، قطبِ ربانی، ہیکلِ صمدانی، قندیلِ نورانی، سلطان الاولیاء و عارفین، برہان الاصفیاء و واصلین، اللہ پاک کے شہبازِ اشہب[1] ہمارے مولا و سردار اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمارے رہنما، اعلیٰ حسب و نسب اور شرافت والے سیّد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز (اللہ تبارک وتعالیٰ آپؒ کی قبرِ اقدس کو منور فرمائے) بن امام سیّد ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن امام سیّد عبداللہ بن امام سیّد یحییٰ زاہد بن امام سیّد محمد بن امام سیّد داؤد بن امام سیّد موسیٰ بن امام سیّد عبداللہ بن امام سیّد موسیٰ الجون بن امام سیّد عبداللہ المحض بن

---

[1] بلند پرواز کرنے والے

امام سیّد حسن المثنیٰ بن امام سیّدنا حسن السبط بن سیّدنا و مولینا امیر المومنین ابی الحسنین امام سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین، جن کا والدہ محترمہ کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح سے ہے: سیّد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ النورانی بن سیّدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سیّد عبداللہ صومعیؒ زاہد بن سیّد ابی جمال الدین محمد بن سیّد محمود بن سیّد ابی العطاء عبداللہ بن سیّد کمال الدین عیسیٰ بن سیّد امام ابی علاؤ الدین محمد الجواد بن سیّد امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین علی بن حسین شہید کربلا بن امام امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(فرماتے ہیں کہ) علم بزرگی والا وصف (خوبی)، بلند مرتبہ، فخر کے لائق اور نفع بخش تجارت ہے کیونکہ یہ تمام جہانوں کے پالنے والے کی وحدت تک پہنچانے کا ذریعہ اور اس کے نبیوں اور رسولوں (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) کی تصدیق کرنے کا وسیلہ ہے۔ علماء (علماءِ ربانی) اللہ تعالیٰ کے ان خاص بندوں میں سے ہیں جنہیں اس (اللہ) نے اپنے دین کی ترویج اور سربلندی کے لیے چن لیا اور اپنے فضل سے مزید ہدایت فرمائی اور انہیں دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی اور وہ انبیاء کرام کے وارث اور ان کے خلفاء (نائبین) ہیں اور رسولوں کے رازدان اور ان کی حقیقی معرفت حاصل کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (الفاطر۔32)

ترجمہ: پس ہم نے اپنے چنے ہوئے خاص بندوں کو کتاب (مبین) کا وارث بنایا۔ اُن میں سے بعض اپنے نفس کے لیے ظالم ہیں اور بعض درمیانہ چال چلنے والے ہیں (یعنی وہ لوگ جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہیں) اور بعض نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ بِالْعِلْمِ وَ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَآءِ وَيَسْتَغْفِرُلَهُمُ الْحِيْتَانُ فِيْ

اَلْبِحَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ترجمہ: علماء (علماءِ حق) علم (علمِ باطن) کے باعث انبیاء کے وارث ہیں اور آسمان والے اُن سے محبت کرتے ہیں اور سمندروں میں مچھلیاں قیامت تک اُن کے لیے مغفرت (بخشش) طلب کرتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

❁ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر۔28)

ترجمہ: بے شک اُس (اللہ) کے بندوں میں سے صرف علماء (علماءِ ربانی) ہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ ترجمہ: روزِ قیامت جب اللہ مخلوق کو اٹھائے گا تو علماءِ ربانی کی جماعت کو الگ کردے گا۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمائے گا اے علماء کے گروہ! بے شک میں نے اپنا علم (معرفت) جو تمہیں عطا کیا وہ تمہارے ہی لیے تھا سو میں نے وہ علم (علمِ معرفت) تمہیں دے کر ضائع نہیں کیا۔ پس تمہارے لیے کوئی عذاب نہیں۔ جنت کی طرف جاؤ پس میں نے تم لوگوں کو بخش دیا۔

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہی ہیں جو ہر حال میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس نے درجات کو عابدوں (عبادت کرنے والوں) کے لیے اور اپنے قرب کے مراتب کو عارفین (اپنی معرفت حاصل کرنے والوں) کے لیے مخصوص فرمایا۔ بعض طالبانِ حق نے ہم (سیّدنا غوث الاعظمؓ) سے درخواست کی کہ ان کے لیے ایک ایسی جامع کتاب تیار کریں جو اُن کے لیے (راہِ فقر کے ہر مقام کے لیے) کافی اور بھرپور ہو۔ پس طالبانِ مولیٰ کی طلب اور ضرورت کے مطابق یہ جامع کتاب تیار کی جو نہ صرف اُن کے لیے بلکہ اُن کے علاوہ دوسرے (بعد کے زمانے میں آنے والے) لوگوں (یعنی طالبانِ مولیٰ) کے لیے بھی کافی ہوگی۔ اور اس کو "سرّ الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" کا نام دیا جس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے اُن رازوں کا تذکرہ کیا گیا

ہے جن کی تلاش میں عموماً لوگ رہتے ہیں۔ اور یہ رسالہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے 24 حروف اور رات دن کے چوبیس گھنٹوں کی تعداد کے مطابق ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں مخلوق کی ابتدا کو بیان کیا گیا ہے اور فصلوں میں سے پہلی فصل انسان کے اپنے اصلی حقیقی وطن (یعنی عالمِ لاھوت) کی طرف لوٹنے کا بیان ہے۔ دوسری فصل انسان کے اسفل سافلین کی طرف پھیرے جانے کا بیان ہے۔ تیسری فصل میں روحوں کے اجسام میں تصرف کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھی فصل میں علوم کی تعداد کو بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں فصل توبہ و تلقین کے بیان کے حوالے سے ہے۔ چھٹی فصل اہلِ تصوف کے بیان میں ہے۔ ساتویں فصل اذکار کے بیان میں ہے۔ آٹھویں فصل ذکر کی شرائط کے متعلق ہے۔ نویں فصل دیدارِ حق تعالیٰ کے بیان میں ہے۔ دسویں فصل میں ظلمت اور نورانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ گیارھویں فصل سعادت اور شقاوت (نیک بختی اور بدبختی) کے حوالے سے ہے۔ بارھویں فصل فقراء کے متعلق ہے۔ تیرھویں فصل طہارتِ شریعت اور طہارتِ طریقت کے بیان میں ہے۔ چودھویں فصل میں نمازِ شریعت اور نمازِ طریقت کا بیان ہے۔ پندرھویں فصل عالمِ تجرید میں طہارتِ معرفت سے متعلق ہے۔ سولھویں فصل زکوٰۃِ شریعت اور زکوٰۃِ طریقت کے حوالے سے ہے۔ سترھویں فصل روزہ شریعت اور روزہ طریقت کے متعلق ہے۔ اٹھارویں فصل حج شریعت اور حج طریقت کے متعلق ہے۔ انیسویں فصل وجد اور صفائی کے بیان میں ہے۔ بیسویں فصل خلوت اور گوشہ نشینی کے متعلق اور اکیسویں فصل خلوت (گوشہ نشینی) کے اذکار کے بارے میں اور بائیسویں فصل نیند اور اونگھ میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق ہے۔ تیئسویں فصل اہلِ تصوف کے متعلق ہے اور چوبیسویں فصل خاتمہ بالایمان کے بارے میں ہے اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف (ہر مشکل میں) رجوع کرتا ہوں۔

مقدمہ
خلق کی ابتدا کے بیان میں

اللہ تجھے اس بات کو جاننے کی توفیق عطا فرمائے جو اُس کو پسند ہے اور جو اُس کی رضا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نورِ جمال سے سب سے پہلے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا فرمایا جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے:

- خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مِنْ نُّوْرِ وَجْھِیْ

ترجمہ: روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو میں نے اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

- اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔

- وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

ترجمہ: اور سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

- وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ

ترجمہ: اور سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔

- وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ

ترجمہ: اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔

پس ان سب سے مراد ایک ہی شے ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اور اسے نور اس لیے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ظلماتِ جلالیہ (جلالی صفات) سے پاک ہے (یعنی آپ سراپا رحمت ہیں) جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدہ۔15)

ترجمہ: پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور ایک کتاب مبین[1] آئی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام عقل اس لیے رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام علوم کا ادراک رکھتے ہیں اور قلم اس لیے کہا گیا کہ قلم علم کو نقل کرنے کا سبب (ذریعہ) ہے جیسا کہ عالمِ حروفات میں قلم علم کو نقل (منتقل) کرنے کا ذریعہ ہے[2]۔ پس روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کائنات (عالمِ موجودات) کا خلاصہ اور کائنات کی ابتدا اور اس کی اصل ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

❁ اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ

ترجمہ: میں اللہ پاک سے ہوں اور تمام مومنین مجھ سے ہیں۔

اور اللہ پاک نے تمام ارواح کو اس (حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے عالمِ لاھوت میں احسن وحقیقی صورت میں پیدا فرمایا اور اُسے "انسان" کا نام دیا اور یہی عالم (یعنی عالمِ لاھوت) اُس کا اصلی وطن ہے۔ پس جب (انسانی ارواح کی تخلیق کو) چار ہزار سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ مبارک کے نور سے عرش کو پیدا فرمایا اور پھر عرش سے باقی کائنات کو پیدا فرمایا۔ پھر تمام ارواح کو کائنات کے سب سے نیچے والے طبقے عالمِ اجسام کی طرف پھیر دیا

---

[1] نور اور کتاب سے ایک ہی شے مراد ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو انسانِ کامل کی صورت میں ہر زمانے میں اُس زمانے کے امام کی صورت میں ظاہری ہوتی ہے۔ [2] کائنات اور اس کی ہر مخلوق ظہور سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے علمی وجود کی صورت میں موجود تھی جیسے حروف سیاہی میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور سیاہی کو پہلے قلم میں منتقل کیا جاتا ہے اور پھر قلم سے حروف کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ سب جو علمِ الٰہی میں تھا وہ سب قلم یعنی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی پوشیدہ تھا جس سے اس عالم میں مخلوقات کا ظہور ہوا۔

گیا (یا منتقل کر دیا گیا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

❁ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ (التین۔5)

ترجمہ: پس ہم نے اس (روحِ قدسی) کو اسفل سافلین (سب سے نیچے والے درجہ) کی طرف پھیر دیا۔

یعنی سب سے پہلے (روحِ قدسی کو) عالمِ لاھوت سے عالمِ جبروت میں اتارا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حرمین[1] کے درمیان نورِ جبروت سے (روحِ قدسی کو) ایک لباس پہنایا وہ روحِ سلطانی ہے۔ پھر (روحِ قدسی کو اسی لباس میں) وہاں سے عالمِ ملکوت میں اتارا اور نورِ ملکوت کا لباس پہنایا جہاں وہ روحِ روحانی کہلائی۔ پھر عالمِ ملکوت سے عالمِ مُلک کی طرف اُس کا نزول ہوا جہاں نورِ مُلک کا لباس پہنایا اور یہاں روح (روحِ قدسی) روحِ جسمانی کہلائی۔ پھر اس سے اجسام پیدا فرمائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰی (طٰہٰ۔55)

ترجمہ: ہم نے تمہیں اسی (زمین) سے پیدا کیا اور اسی میں دوبارہ لوٹائیں گے اور اسی میں سے پھر سے اٹھائیں (زندہ کریں) گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام میں داخل ہونے کا حکم فرمایا، پس بحکمِ الٰہی وہ (اجسام میں) داخل ہو گئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (الحجر۔29)

ترجمہ: اور میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

پس جب ارواح کا اجسام سے تعلق قائم ہو گیا تو وہ اُس عہد (اقرار) کو بھول گئیں جو انہوں نے یومِ میثاق اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ[2] (کے جواب میں) قَالُوۡا بَلٰی[3] کہہ کر کیا تھا۔ پس وہ اپنے اصلی وطن (عالمِ لاھوت) کو بھول گئیں۔ پس اللہ رحمٰن نے اُن پر رحم فرماتے ہوئے ان کی مدد کی اور آسمانی

---

[1] عالمِ لاھوت اور عالمِ جبروت [2] کیا میں تمہارا رب نہیں؟ [3] انہوں نے کہا "بے شک"

کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ اپنے اصلی وطن کو یاد رکھیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ ط (ابراہیم۔5)

ترجمہ: اور یاد دلائیں اُن کو اللہ کے (ساتھ گزرے) دن۔

یعنی اللہ کے وصال میں گزرے دن جو وہ ارواح کی صورت میں گزار چکے تھے۔ پس تمام انبیاء کرامؑ دنیا میں تشریف لائے اور (انہیں اس عہد کی یاددہانی کرواتے ہوئے) واپس آخرت کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن بہت ہی کم لوگوں نے اُن کی بات سنی اور اُن کی طرف مائل ہوئے (یعنی ان کی طرف رجوع کیا) اور اُن میں اپنے اصلی وطن تک پہنچنے کے لیے شوق پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ نبوت کا سلسلہ روحِ اعظم یعنی خاتم الرسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچا جو گمراہی میں گم لوگوں کے لیے ہادی ہیں، جنہیں غافل لوگوں کے لیے (اللہ تبارک وتعالیٰ نے) رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ انہیں غفلت کی نیند سے جگا کر اُن کی بصیرت (باطنی نگاہ) کو روشن کریں۔ پس وہ لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے وصال اور دیدار (ملاقات) اور اس کے ازلی جمال کی طرف بلائیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط (یوسف۔108)

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیں میرا راستہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ (کے قرب) کی دعوت دیتا ہوں اور میں اور میری اتباع کرنے والے صاحبِ بصیرت ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

ترجمہ: میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے تم جس کی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

بصیرت روح کی آنکھ ہے جو اولیاء اللہ کے لیے مقامِ قلب (فواد) میں کھلتی ہے اور یہ ظاہری علم (کے پڑھنے) سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ باطنی علمِ لدّنی[1] سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و

---

[1] وہ علم جو مرشد کامل اکمل بذریعہ وہم اور الہام طالبانِ مولیٰ کے قلوب میں اتارتا ہے۔

تعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ (الکہف۔65)

ترجمہ: اور ہم نے اسے علمِ لدنی تعلیم کیا (سکھایا)۔

پس انسان پر واجب ہے کہ عالمِ لاھوت سے باخبر مرشد (کامل اکمل) کی تلقین سے اہلِ بصیرت کی یہ آنکھ حاصل کرے۔ پس اے بھائیو! خبردار رہو اور اپنے رب سے توبہ کے ذریعے بخشش طلب کرتے رہو جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (قرآن پاک میں) ارشاد فرمایا:

❁ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آلِ عمران۔133)

ترجمہ: اور تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے رہو اور وہ جنت کہ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کی چوڑائی) سے بھی زیادہ ہے اور جو اللہ کے قرب میں رہنے والوں[1] کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور طریقت کا راستہ اپناؤ اور روحانی قافلوں کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ پس قریب ہے (وہ وقت) کہ (اللہ کے قرب کی طرف جانے والے) راستے منقطع کردیئے جائیں گے[2] اور تمہیں اُس عالم کی جانب کوئی رفیق (ساتھی، مرشد) نہ ملے گا۔ اور ہم برباد ہوتے والی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہی صرف کھانے پینے کے لیے آئے ہیں بلکہ نفس خبیث کی خواہشات کو ختم کرنے آئے ہیں۔ پس تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے منتظر ہیں اور تمہارے لیے غمگین ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ترجمہ: میں آخری زمانہ میں آنے والے اپنے امتیوں کے لیے غمگین ہوں۔

1۔ متقین و عارفین 2۔ یعنی طالب کا وقت آخر آجائے گا اور اس فانی دنیا میں اس کا وقتِ زندگی ختم ہوجائے گا جس کے ساتھ ہی انسان کو دی گئی مہلت بھی ختم ہوجائے گی۔

علم

پس ہم پر نازل ہونے والا علم دو قسم کا ہے۔ ایک علمِ ظاہر اور دوسرا علمِ باطن یعنی علم شریعت اور علم معرفت۔ شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر ہے اور معرفت کا حکم ہمارے باطن پر۔ ان دونوں علوم کے جمع ہو جانے کا نتیجہ علمِ حقیقت ہے جیسا کہ درخت اور پتوں کے ملنے سے پھل حاصل ہوتا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ○ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ (الرحمٰن۔20-19)

ترجمہ: دو سمندر اُس (اللہ) نے اس طرح بہائے کہ باہم ایک نظر آتے ہیں لیکن اُن کے درمیان ایک حد ہے جس سے وہ مل نہیں پاتے۔

صرف علمِ ظاہر سے حقیقت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مقصود (اللہ تعالیٰ) کا وصال حاصل ہو سکتا ہے پس کامل عبادت وہ ہے جس میں دونوں علوم (علمِ ظاہر و علمِ حقیقت) جمع ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات۔56)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

یعنی اپنی معرفت کے لیے پیدا فرمایا۔ پس جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں وہ اس کی عبادت کیونکر کر سکتا ہے۔ پس (اللہ تعالیٰ کی) معرفت قلب (باطن) کے آئینہ سے نفس کے پردے کو دور کرنے سے حاصل ہوتی ہے جس کے بعد (طالب کو) قلب کی گہرائی میں مقامِ سِرّ میں پوشیدہ حسنِ ازلی کے خزانے (اللہ تعالیٰ) کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میری پہچان کی جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

پس یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پہچان کے لیے پیدا فرمایا۔

معرفت

معرفت دو طرح کی ہوتی ہے۔ معرفتِ صفاتِ الٰہی اور معرفتِ ذاتِ الٰہی۔ معرفتِ صفات دونوں جہان میں جسم کا حصہ ہے اور معرفتِ ذات آخرت (عالمِ لاھوت) میں روحِ قدسی کا حصہ ہے[1] جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرہ۔87)

ترجمہ: اور ہم نے اس کی مدد روحِ قدسی سے کی۔

اور وہ روحِ قدسی سے مدد کیے جاتے ہیں۔

دونوں قسم کی معرفتیں دو طرح کے علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں یعنی علمِ ظاہر اور علمِ باطن، جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

ترجمہ: علم دو طرح کا ہے۔ ایک وہ علم جس کا تعلق زبان سے ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر حجت ہے اور دوسرا علم وہ ہے جس کا تعلق قلب (باطن) سے ہے اور یہی نفع بخش ہے اور مقصود (ذاتِ حق تعالیٰ کی معرفت) حاصل کرنے میں فائدہ مند ہے۔

سب سے پہلے انسان علمِ شریعت کا حاجت مند ہے تاکہ بدن عالمِ معرفتِ صفات میں معرفت حاصل کر سکے اور وہ درجات[2] ہیں۔ اس کے بعد علمِ باطن ہے جس کے ذریعے روح (روحِ قدسی

---

[1] اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کی معرفت تو عالمِ موجودات میں ہی ممکن ہے جہاں ہر چیز اللہ کی صفات کی مظہر ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے چہرے اور ذات کی معرفت بشریت (عالمِ موجودات) سے نکل کر عالمِ لاھوت تک پہنچ جانے پر روحِ قدسی ہی کر سکتی ہے۔ [2] یعنی صفات کی معرفت سے انسان کو مقامات و مراتب ہی حاصل ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب نہیں۔

عالمِ معرفت میں ذاتِ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتی ہے اور یہ اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک شریعت وطریقت کی مخالف رسومات کو ترک نہ کیا جائے اور اس کے حصول کے لیے بغیر دکھاوے اور نمائش کے، صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لیے نفسانی وروحانی مشقتیں (مجاہدہ نفس وقلب) برداشت کی جائیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف۔110)

ترجمہ: پس جو اپنے رب کے دیدار (اور ملاقات) کا طلبگار ہے اُسے چاہیے نیک اعمال کرے[1] اور اپنے واحد رب کی بندگی (اور اطاعت) میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائے (یعنی غیر اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو)۔

اور عالمِ معرفت عالمِ لاھوت ہے اور وہی (انسان کا) اصلی وطن ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے جہاں روحِ قدسی کو عمدہ و بہترین صورت میں ڈھالا گیا۔ اس سے مراد ہے کہ روحِ قدسی ہی حقیقی انسان ہے جو قلب (باطن) کی گہرائی میں (پوشیدہ) ہے اور اس کے وجود کا اظہار ابتدائی طور پر توبہ وتلقین اور کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے زبانی ذکر سے ہے اور قلب کے زندہ ہو جانے پر دل کی زبان سے (ذکر جاری ہو جانے پر) ہے۔ اہلِ تصوف (صوفیاء کرام) نے اسے طفلِ معانی[2] کا نام دیا ہے کیونکہ اس کا تعلق معنویات قدسیہ[3] سے ہے اور طفلِ معانی اس لیے کہا گیا ہے کہ:

1۔ یہ قلب سے پیدا ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی پرورش باپ کرتا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ بلوغت کی طرف بڑھنے لگتا ہے[4]۔

---

[1] یہاں نیک اعمال سے مراد ظاہری بے روح عبادات نہیں بلکہ اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صاحبِ امر (مرشد کامل) کی ظاہری وباطنی اطاعت ہے۔ [2] روحِ قدسی، انسانِ حقیقی [3] روحِ قدسی کی تفصیل [4] یعنی مرشد کامل اکمل کی صحبت اور تربیت سے روح قربِ الٰہی میں ترقی کرتی ہے۔

2۔جس طرح بچوں کو ظاہری تعلیم دی جاتی ہے اسی طرح اسے بھی علمِ معرفت سکھایا جاتا ہے۔

3۔جیسے بچہ ظاہری گناہوں کی گندگی سے پاک ہوتا ہے پس یہ (طفلِ معانی یعنی روحِ قدسی) بھی اسی طرح شرک، غفلت اور بشری صفات (یعنی ظاہری وجود کی ضروریات) سے پاک ہوتا ہے۔

4۔پاکیزہ صورت (بچوں) کی طرح یہ بھی صاف اور پاکیزہ ہے اور نیند (عالمِ خواب) میں فرشتوں کی مانند نظر آتا ہے۔

5۔اللہ تعالیٰ نے جنت کے خدمت گاروں کو طفولیت کے وصف سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ عزّوجل نے فرمایا:

❁ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (الواقعہ۔17)

ترجمہ: ان (اہلِ جنت) کے گرد (نوعمر) لڑکے طواف کریں گے جو ہمیشہ ایسے ہی (نوعمر) رہیں گے۔

❁ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (طور۔24)

ترجمہ: ان (اہلِ جنت) کے لیے ایسے غلمان (جنت کے کمسن خادم) ہوں گے جیسے چھپے ہوئے موتی۔

6۔اس (روحِ قدسی) کا یہ نام (یعنی طفلِ معانی) اس کی پاکیزگی اور شفافیت کے باعث ہے۔

7۔اُس (روحِ قدسی) پر اس اسم (یعنی طفلِ معانی) کا اطلاق جسم کے ساتھ تعلق اور بشری صورت کی بنا پر صرف مجازی طور پر ہے اور یہ اطلاق اس کی عمدہ صورت کی وجہ سے ہے نہ کہ باطنی صفائی کی بنا پر۔

اگر ایک نظر اس (روحِ قدسی) کے ابتدائی حال کی طرف دیکھا جائے تو (پتہ چلتا ہے کہ) وہی اصلی و حقیقی انسان ہے جس کی اللہ کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ پس جسم اور بشریت اس سے ہرگز محرم (واقف) نہیں ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ

ترجمہ: اللہ کے ساتھ میرا (قربت کا) ایک وقت ایسا بھی ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی و رسول کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت ہے اور مقرب فرشتے سے مراد روحانیت ہے جسے جبروت کے نور سے پیدا کیا گیا۔ چونکہ فرشتے کو بھی اس (جبروت کے نور) سے پیدا کیا گیا پس وہ نورِ لاھوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَا فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ وَلَا عَسَلٌ وَلَا لَبَنٌ بَلْ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک جنت ایسی بھی ہے جس میں نہ حوریں ہیں نہ محلات، نہ شہد و دودھ (کی نہریں) بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار ہے۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ○ (القیامت۔22)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس (قیامت کے) دن بہت تر و تازہ ہوں گے (یعنی انہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی وہ بس دیدارِ حق میں مصروف ہوں گے)۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ

ترجمہ: جلد ہی تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو (بغیر کسی مشکل اور پریشانی کے) دیکھتے ہو۔

اگر کوئی فرشتہ یا بشری وجود اس عالم میں داخل ہوگا تو فوراً جل کر راکھ ہو جائے گا۔ حدیثِ قدسی میں

---

[1] یعنی بطور بشریت کوئی نبی بھی اس قرب کے درمیان حائل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عالم جبروت سے لے کر عالم ناسوت تک کی کوئی مخلوق اس قرب کی حقیقت کو سمجھ سکتی ہے۔

sultan-ul-faqr-publications www.

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

❁ لَوْ كَشَفْتُ سُبُحَاتِ وَجْهِ جَلَالِيْ لَاحْتَرَقَتْ كُلُّ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرِيْ

ترجمہ: اگر میں اپنے چہرے کے جلال کے انوار سے پردہ ہٹا دوں تو تاحدِ نگاہ ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے۔

اسی طرح جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا "اگر میں ناخن کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔"

☆☆☆☆☆

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فصل اوّل

انسان کے اپنے اصلی وطن کی طرف لوٹنے کے بیان میں

پس انسان دو طرح کے ہیں جسمانی اور روحانی۔ جسمانی انسان عام انسان ہیں اور روحانی انسان خاص انسان ہیں۔ عام انسان اپنے (اصلی) وطن جو کہ درجات[1] ہیں، کی طرف علمِ شریعت، طریقت اور معرفت (کے احکامات) پر عمل کرنے سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ اَلْحِکْمَۃُ الْجَامِعَۃُ مَعْرِفَۃُ الْحَقِّ

ترجمہ: جامع (کامل) حکمت حق تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔

(یہ تب حاصل ہوتی ہے) جب اعمال ریاکاری اور نمائش سے پاک ہو کر کیے جائیں۔

درجات کے تین طبقات ہیں:

پہلا طبق (اہلِ) عالمِ ملک[2] (عالمِ ناسوت) کی وہ جنت ہے جسے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔

دوسرا طبق (اہلِ) عالمِ ملکوت[3] کی وہ جنت ہے جسے جنت النعیم کہتے ہیں۔

---

1 عالمِ ناسوت، ملکوت اور جبروت کے مراتب ومقامات 2 اہلِ ناسوت کی جنت سے مراد وہ جنت ہے جو ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے شریعت کے احکام پر اچھے طریقے سے رضائے الٰہی کے لیے عمل کیا لیکن قربِ الٰہی کی خواہش نہ کی اس لیے عالمِ ناسوت میں ہی قید رہے اور قرب کے اگلے مقامات ملکوت، جبروت اور لاھوت تک رسائی حاصل نہ کی۔ 3 اہلِ عالمِ ملکوت وہ ہیں جنہوں نے زائد عبادات اور ورد و وظائف کے ذریعے ناسوت کی قید سے نجات حاصل کر لی اور ساتھ ساتھ تصوف کے اصولوں کو اپناتے ہوئے خواہشاتِ نفس سے کسی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔

تیسرا طبق (اہلِ) عالم جبروت[1] کی وہ جنت ہے جسے جنت الفردوس کہتے ہیں۔

یہ نعمتیں جسمانی[2] (عام انسان کے لیے) ہیں اور جسم اپنے عالم (ان جنتوں) کی طرف تین علوم علمِ شریعت، طریقت اور معرفت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ اَلْحِکْمَۃُ الْجَامِعَۃُ مَعْرِفَۃُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِھَا وَمَعْرِفَۃُ الْبَاطِلِ وَتَرْکُہٗ

ترجمہ: جامع حکمت حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور اس پر عمل باطل کی پہچان اور اس کو ترک کرنا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم پر حق کو حق سے واضح فرما دے اور اپنی اتباع کی توفیق عطا فرما دے اور باطل کو باطل سے واضح کر دے اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔

اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ وَخَالِقَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ وَتَبِعَہٗ

ترجمہ: جو اپنے نفس اور اس کے پیدا کرنے والے کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور اُس کی اتباع کرتا ہے۔

انسانِ خاص[3] (روحانی انسان) کا رجوع اپنے اصلی وطن جو کہ قرب (قربِ الٰہی) ہے، کی طرف ہوتا ہے جو وہ علمِ حقیقت کے سبب حاصل کرتا ہے اور یہی عالمِ قرب لاھوت میں توحید ہے اور یہ حال اسے دنیا کی زندگی میں ہی اپنی اس عادت کے سبب حاصل ہو جاتا ہے جس میں اُس کا سونا

---

1 اہلِ عالم جبروت وہ ہیں جنہوں نے طریقت کے احکام پر عمل کر کے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے جدوجہد کی اور فرشتوں جیسی نورانیت حاصل کر کے عالم جبروت تک رسائی حاصل کر لی البتہ قرب کی انتہا یعنی دیدار و لقائے الٰہی تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ جو روحانی خاص انسان کے لیے مخصوص ہے۔ 2 یعنی ان لوگوں کے لیے جو روح کی بجائے جسمانی اعمال میں مصروف رہے اس لیے ان کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب نہ آ سکی۔ 3 جس نے روحانی پاکیزہ اعمال کے ذریعے قربِ الٰہی کے لیے جدوجہد کی جس کے نتیجے میں اس کی روح اس کے جسم اور خواہشات پر غالب آ گئی اور اسے عالم قرب میں لے گئی۔

اور جاگنا برابر ہوتا ہے۔ بلکہ جب جسم سو جاتا ہے تو قلب بیدار ہو جاتا ہے اور اُسے فرصت مل جاتی ہے۔ پس وہ کلی یا جزوی طور پر اپنے اصلی وطن (لاھوت) میں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الزمر۔42)

ترجمہ: اللہ موت کے وقت جانوں (روحوں) کو قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت نہیں آیا اُن کی (روحوں کو) نیند کی حالت میں۔ پس جس کے مرنے کا وقت آ گیا ہو ان (کی روحوں) کو روک لیتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ نَوْمُ الْعَالِمِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ بَعْدَ حَيَاتِ الْقَلْبِ بِنُوْرِ التَّوْحِيْدِ وَبَعْدَ مُلَازَمَةِ اَسْمَاءِ التَّوْحِيْدِ بِلِسَانِ السِّرِّ بِغَيْرِ حَرْفٍ وَلَا صَوْتٍ

ترجمہ: نورِ توحید سے قلب کے زندہ ہو جانے کے بعد اور سرّ کی زبان سے بغیر حروف و آواز کے اسماءِ توحید کے ذکر کے جاری ہونے کے باعث عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

❁ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّهٗ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

❁ اِنَّ عِلْمَ الْبَاطِنِ سِرٌّ مِنْ سِرِّیْ اَجْعَلُهٗ فِیْ قَلْبِ عِبَادِیْ وَلَا يَقِفُ عَلَيْهِ اَحَدٌ غَيْرِیْ

ترجمہ: بے شک علمِ باطن میرے اسرار میں سے ایک سرّ ہے جسے میں اپنے (مقرب) بندوں کے قلب میں (چھپا کر) رکھتا ہوں اور میرے سوا اس سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔

❁ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِیْ وَاِذَا ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ

www.sultan-ul-faqr-publications.com

وَاِذَا ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ اَحْسَنَ مِنْہُ۔

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کسی جماعت میں کرتا ہے تو میں اُسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

ان (احادیثِ قدسی میں علم باطن اور سِرّ) سے مراد علمِ تفکر ہے جو انسان کے وجود میں ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

❁ تَفَکُّرُ السَّاعَۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ

ترجمہ: ایک لحہ کا تفکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ تَفَکُّرُ السَّاعَۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَبْعِیْنَ سَنَۃٍ

ترجمہ: ایک لحہ کا تفکر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (مزید) فرمایا:

❁ تَفَکُّرُ السَّاعَۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ اَلْفِ عَامٍ

ترجمہ: ایک لحہ کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

پس کہا جائے گا جس نے فروعات[1] کی تفصیل میں تفکر کیا اس کا ایک لحہ کا تفکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور جس نے اُس (اللہ) کی عبادت میں جو کچھ ہم پر واجب ہے، کی معرفت کے (حصول کے) لیے ایک لحہ کا تفکر کیا پس وہ (تفکر) ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اور جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت میں ایک لحہ بھی تفکر کیا وہ ایک لحہ ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اور یہی (تفکر) علمِ عرفان[2] ہے جو کہ عین توحید ہے اور اسی سے ہی عارف اپنے معروف[3]

---

1. ایسے شرعی مسائل جن کا تعلق ظاہری اعمال سے ہو 2. معرفت کا علم 3. جس کی معرفت حاصل کی جارہی ہو

اور اپنے محبوب[1] سے عالمِ قرب[2] کی طرف روحانی پرواز کے نتیجہ میں واصل ہوتا ہے۔ پس عابد جنت کی طرف سیر کرنے والا اور عارف قرب (قربِ حق) کی طرف پرواز کرنے والا ہوتا ہے۔

اہلِ حق میں سے کسی (شاعر) نے کیا (خوب) کہا ہے:

قُلُوْبُ الْعَاشِقِيْنَ لَهَا عُيُوْنٌ   تَرٰى مَا لَا يَرَاهَا النَّاظِرُوْنَا

لَهَا اَجْنِحَةٌ تَطِيْرُ بِغَيْرِ رِيْشٍ   اِلٰى مَلَكُوْتِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَا

ترجمہ: عاشقوں کے قلوب کے لیے ایسی آنکھیں ہیں جو وہ سب بھی دیکھ لیتی ہیں جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ ان کے لیے ایسے بازو ہیں جن سے وہ بغیر پروں کے رب العالمین کے عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرتے ہیں۔

پس ایسی پرواز کرنے والا (خاص روحانی انسان) عارف کے باطن میں ہوتا ہے اور وہی حقیقی انسان ہے اور وہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب، محرم اور عروس ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں ''اہلِ اللہ، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں'' اور ایک روایت میں ہے ''اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں''۔ جیسے دلہن کو اُس کے محرم کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اُسی طرح وہ (اولیاء اللہ) بھی (عام) انسانوں کے پردہ میں چھپے ہوتے ہیں اور انہیں اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں دیکھتا۔ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ اَوْلِيَائِىْ تَحْتَ قَبَائِىْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ

ترجمہ: میرے اولیاء (میں سے بہت سے) میری چادر کے نیچے (چھپے ہوتے) ہیں اور انہیں بھی میرے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔

اور ظاہری طور پر تو لوگ دلہن کی صرف ظاہری زینت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں ''ولی زمین پر اللہ تعالیٰ کا خوشبودار پھول ہے جسے صدیقین سونگھتے ہیں اور وہ (خوشبو) اُن (صدیقین) کے قلوب پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ اپنے رب کے مشتاق رہتے ہیں

---

[1] اللہ تعالیٰ [2] عالمِ واحدیت اور اس سے اوپر عالمِ وحدت اور احدیت

(یعنی اپنے رب کے دیدار کے لیے ان کا شوق بڑھتا ہی رہتا ہے) اور اُن کی عبادت ان کے اخلاص کے فرق کے مطابق اور حسبِ فنا بڑھ جاتی ہے۔ جتنا زیادہ قرب حاصل ہوتا جاتا ہے اتنا زیادہ ہی وہ فنا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی[1] اور اللہ پاک کے مشاہدہ میں باقی[2] ہو۔ نہ اسے اپنے نفس پر کوئی اختیار ہو اور نہ اللہ کے سوا کسی کے ساتھ قرار ہو[3]۔ اس کی تصدیق کرامت سے ہوتی ہے اور اسے پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور ظاہر نہیں کیا جاتا کہ اللہ کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے۔ مرصاد میں آیا ہے ''تمام صاحب کرامات حجاب میں ہیں اور ان (مردانِ خدا) کے لیے کرامت خونِ حیض کی طرح ہے۔'' پس ولی کے لیے ایسے ہزار مقامات ہیں جن میں سے سب سے پہلے کرامت کا مقام ہے۔ جو اس (مقام) سے گزر جاتا ہے وہ باقی مقامات حاصل کر لیتا ہے ورنہ ناکام ہو جاتا ہے۔

---

1 اپنی ذاتی ضروریات اور خواہشات اور اپنے وجود کی فکر سے آزاد 2 اللہ کی ذات اور اس کی رضا کے علاوہ اُس ولی کو کچھ بھائی نہ دے اور وہ ہر لمحہ اللہ کے دیدار میں محو رہے۔ 3 ایسے ولی یا طالبِ مولیٰ کو اپنی خواہشات اور مرضی پر اختیار نہیں ہوتا۔ اس کے پیشِ نظر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا ہی ہوتی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی کے ساتھ سکون محسوس نہیں کرتا۔

فصل دوم

انسان کے اسفل سافلین کی طرف لوٹائے جانے کے بیان میں

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے روحِ قدسی کو عالمِ لاھوت میں احسن صورت میں تخلیق کیا تو اس کو پست ترین مقام (یعنی عالمِ ناسوت) کی طرف بھیجنے کا ارادہ بھی فرما لیا تاکہ مقامِ صدق میں عظمت والے بادشاہ (اللہ تبارک وتعالیٰ) کے لیے اس کی محبت اور قربت میں اضافہ ہو اور یہ مقام اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

پس سب سے پہلے اس (روحِ قدسی) کو عالمِ جبروت میں توحید کے بیج کے ساتھ منتقل فرمایا یعنی عالمِ نورانیت سے اس عالم میں رکھا اور اُسے اس عالم (عالمِ جبروت) کا لباس پہنایا۔ اسی طرح اُسے عالمِ ملک (ناسوت) میں بھیجا اور اس کے لیے عنصری لباس[1] یعنی یہ کثیف جسم تخلیق کیا تاکہ وہ عالمِ ملک (ناسوت) میں جل نہ جائے۔ اور جبروتی لباس کے اعتبار سے اس (روحِ قدسی) کا نام روحِ سلطانی رکھا اور ملکوتی (لباس کے) اعتبار سے روحِ سیرانی و روحِ روانی رکھا اور ملکی اعتبار سے اس (روحِ قدسی) کا نام روحِ جسمانی رکھا۔

اسفل سافلین کی طرف لوٹانے کا مقصد یہ تھا کہ قلب و جسم کے وسیلہ سے (انسان) زیادہ قرب و درجات حاصل کرے اور اپنے قلب کی زمین پر توحید کا بیج بوئے تاکہ اس سے توحید کا درخت اُگے جس کی جڑ ہوائے سرور میں قائم ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے (حصول کے) لیے

---

[1] اربعہ عناصر یعنی آگ، مٹی، پانی اور ہوا سے تیار کردہ جسمانی لباس

توحید کا پھل لگے۔

پس قلب کی زمین پر شریعت کا بیج بوئے تا کہ اُس سے شریعت کا درخت پیدا ہو جس پر درجات کے پھل لگیں۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارواح کو جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا اور ہر روح کے لیے (جسم میں) ایک مقام تقسیم (یا مقرر) کیا۔ روحِ جسمانی کا مقام جسم میں خون اور گوشت کے درمیان ہے اور روحِ قدسی کا مقام سِرّ میں ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک (مقام پر روحِ قدسی) کے لیے وجود کی مملکت میں ایک دکان ہے جس میں سامانِ تجارت ہے اور منافع ہے اور اسکی تجارت ہے جس میں ہرگز کوئی نقصان (یا خسارہ) نہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ O (الفاطر 29)

ترجمہ: (اجسام اپنے ہر باطنی مقام پر) پوشیدہ اور اعلانیہ تجارت کرتے ہیں اور جو وہ (باطنی ترقی کے لیے) خرچ[1] کرتے ہیں اس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں۔

پس ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے وجود کے ان (ظاہری و باطنی) معاملات کو سمجھے کیونکہ وہ جو کچھ یہاں حاصل کرے گا وہ اس کے اپنے سر ہوگا۔ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ O وَ حُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ (العادیات۔10-9)

ترجمہ: کیا (انسان) جانتا نہیں جب قبروں سے (مردوں کو) اٹھایا جائے گا اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے ظاہر کر دیا جائے گا۔[2]

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىْ عُنُقِهٖ ؕ (بنی اسرائیل۔13)

ترجمہ: اور ہر انسان کی قسمت اس کے گلے لگا دی گئی ہے۔[3]

---

[1] یعنی جو اعمال وہ احکامِ الٰہی کے مطابق اللہ کی رضا اور قرب کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ [2] انسان کی روح جس باطنی مقام تک پہنچی ہوگی اور جو اعمال کیے ہوں گے وہ مقام اور اعمال سب پر عیاں ہو جائیں گے اور نفس کی اچھی یا بُری حالت بھی سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ [3] یعنی اچھے اور بُرے اعمال انسان کے اپنے اختیار میں ہیں چاہے تو خیر کا راستہ اختیار کر کے رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی کی طرف سفر کرے یا شر کا راستہ اختیار کر کے اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہو۔

فصل سوم

ارواح کے جسموں میں تصرف کے بیان میں

روحِ جسمانی کی دکان بدن میں سینہ اور ظاہری اعضاء ہیں اور اس کی دولت شریعت ہے اور اس کی تجارت حکمِ الٰہی کے مطابق ظاہری احکام پر شرک سے پاک (بے ریا) عمل کرنا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔

❁ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکہف۔110)

ترجمہ: اور اپنے واحد رب کی عبادت میں کسی کو (حق تعالیٰ کا) شریک نہ ٹھہراؤ۔

بے شک اللہ واحد ہے اور وہ واحد کو ہی پسند کرتا ہے۔ یعنی اعمال ریا و نمائش اور دنیاوی لالچ سے پاک ہوں کیونکہ ولایت، مکاشفہ اور عالمِ خلق (ناسوت) میں زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز کا مشاہدہ اور اس جیسی کرامات کو نیہ رہبانیت کے مراتب میں سے ہیں جیسا کہ پانی پر چلنا اور ہوا میں اُڑنا اور (دور کا) فاصلہ (لمحوں میں) طے کر لینا اور دور کی باتیں سن لینا اور بدن کے (اندرونی) اسرار[1] کو جان لینا۔ آخرت میں اس کا نفع جنت، حور و قصور (محلات) وغلمان[2] اور شراب (شرابِ طہور) اور جنت اولیٰ میں دیگر نعمتوں کا حصول ہے جسے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔

روحِ روانی کی دکان قلب ہے اور اس کی دولت علمِ طریقت ہے اور اس کی تجارت بارہ اسمائے اصول میں سے پہلے چار اسماء کا بغیر حرف و آواز ذکر ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

---

[1] کشف سے دل کا حال معلوم کر لینا [2] کم عمر اور حسین جنتی لڑکے جو اہلِ جنت کی خدمت پر مامور ہوں گے۔

❁ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ (بنی اسرائیل۔110)

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیجیے تم (سب) اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس بھی نام سے پکارو گے سب اچھے نام اُسی کے ہیں۔

❁ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف۔180)

ترجمہ: اور اللہ کے ہی سب اچھے نام ہیں پس اُسے ان (ناموں) سے پکارو۔

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ اسماء قلبی ذکر یعنی علمِ باطن کا محل[1] ہیں اور (ذاتِ حق تعالیٰ کی) معرفت اسماءِ توحید (اسمِ اَللّٰهُ ذات اَللّٰهُ، لِلّٰهُ، لَهٗ اور ھُو کے ذکر) کا نتیجہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعُوْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں بے شک جس نے ان کو شمار کیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اور ارشاد فرمایا:

❁ اَلدَّرْسُ حَرْفٌ وَّالتَّكْرَارُ اَلْفٌ

ترجمہ: درس ایک حرف ہے اور تکرار ہزار بار ہے۔

(مندرجہ بالا حدیث میں) شمار کرنے سے مراد ان (اسماء سے ظاہر ہونے والی اللہ کی) صفات سے متصف اور اس (یعنی اللہ) کے اخلاق سے متخلق ہونا ہے۔ یہ بارہ اسماء کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارہ حروف کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارہ اسمائے اصول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلمہ توحید کے بارہ حروف میں سے ہر حرف کے لیے قلب کی مختلف حالتوں میں ایک ایک اسم کو متعین فرما دیا ہے۔ ہر عالم کے لیے تین اسماء ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ محبت کے قلوب کو

---

[1] یعنی اسماءِ باری تعالیٰ ہی کے ذریعے اللہ کی صفات کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ثبات[1] بخشتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم۔27)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیاوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اور ان پر سکونِ محبت نازل فرماتا ہے اور توحید کے شجر کو قائم رکھتا ہے جس کی جڑیں نہ صرف ساتوں زمینوں میں بلکہ اس سے بھی نیچے ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں عرش سے بھی اوپر ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۞ (ابراہیم۔24)

ترجمہ: (مضبوط بات یعنی توحید) پاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں (زمین میں) قائم اور جس کی شاخیں آسمانوں میں ہیں۔

اور اس (روحِ سیرانی) کا منافع قلب کی حیات ہے جس سے وہ عالمِ ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے مثلاً جنت اور اہلِ جنت، اس کے انوار اور فرشتوں کا مشاہدہ، اسمائے باطن بلاحرف و آواز ملاحظہ کر کے وہ (باطنی) زبان سے باطنی گفتگو کرتا ہے اور آخرت میں اس (روحِ سیرانی) کا ٹھکانہ دوسری جنت ہے اور وہ جنت النعیم ہے۔

روحِ سلطانی کی دکان فواد[2] ہے اور اس کی دولت معرفت ہے اور اس کی تجارت دل کی زبان سے چاروں سطحی اسماء کا (دائمی) ذکر ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ وَعِلْمٌ بِالْجَنَانِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ لٰكِنَّ اَكْثَرَ الْمَنَافِعِ الْعِلْمُ فِيْ هٰذِهِ الدَّائِرَةِ

ترجمہ: علم دو طرح کا ہے۔ وہ علم جس کا تعلق زبان سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر حجت ہے اور دوسرا علم جس کا تعلق دل سے ہے اور وہی علم منافع بخش ہے اور اس دائرہ (دائرہ

---

[1] مضبوطی، قرار، ثابت قدمی [2] قلب

معرفت) میں یہ علم بے حد نفع بخش ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا

ترجمہ: بے شک قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی عَشَرَةِ اَبْطُنٍ فَكُلُّ مَا هُوَ بَطْنٌ فَهُوَ اَنْفَعُ وَاَنَّهُ لِاَنَّهُ مُغٌّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ پاک نے قرآنِ پاک کو دس بطون میں نازل فرمایا۔ پس اس کا ہر بطن نفع بخش اور فائدہ مند ہے کیونکہ وہ (قرآن کا) مغز ہے۔

اور یہ (بارہ) اسماء ان بارہ چشموں کی طرح ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے جاری ہوئے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (البقرہ۔60)

ترجمہ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دعا کی تو ہم نے فرمایا اپنا عصا اس پتھر پر مارو۔ پس اس (پتھر) سے بارہ چشمے جاری ہوئے اور ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ پہچان لی۔

پس علم ظاہر کی مثال عارضی بارش کی سی ہے اور علم باطن اصلی چشمے کی طرح ہے اسی لیے پہلے والے (علم ظاہر) سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ○ (یٰسین۔33)

ترجمہ: اور اُن کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے اس مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں اناج پیدا کیا جس میں سے وہ کھاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمین آفاق سے (وہ) اناج پیدا فرمایا جو حیوانات نفسانی کے لیے قوت

بخش ہے اور قلوب کی زمین سے وہ اناج پیدا کیا جو ارواح روحانی کے لیے قوت بخش ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ

ترجمہ: جو (شخص) چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص سے (اطاعت میں) رہا اس کے قلب سے حکمت کے چشمے اُس کی زبان پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اس (روحِ سلطانی) کا نفع جمالِ الٰہی کے عکس کا دیدار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (النجم۔11)

ترجمہ: قلب نے جھوٹ نہ کہا جو (ان کی آنکھوں نے) دیکھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: مومن مومن کا آئینہ ہے۔

اوّل مومن سے مراد مومن بندے کا قلب ہے اور دوسرے (مومن) سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (سورۃ حشر۔23)

ترجمہ: اللہ مومن بھی ہے اور مہیمن (نگہبان) بھی۔

اس گروہ (یعنی روحِ سلطانی) کا ٹھکانہ تیسری جنت ہے اور وہ جنت الفردوس ہے۔

روحِ قدسی کی دکان سِرّ میں ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّهٗ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اور اس کی دولت علمِ حقیقت ہے اور وہی علمِ توحید ہے اور اس کی تجارت بغیر حروف کے، سِرّ کی

زبان سے آخری چار اسمائے توحید کا (دائمی) ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى (طٰہٰ۔7)

ترجمہ: اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بھی وہ جانتا ہے ہر راز کو بلکہ اس سے بھی مخفی۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا اور اس کا نفع طفلِ معانی[1] کا ظہور اور سِرّ کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے چہرے کے جلال وجمال کا مشاہدہ، معاینہ اور دیدار ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ (القیامہ 23-22)

ترجمہ: اس (قیامت کے) دن (کچھ) چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

یعنی اللہ کو بغیر کسی واسطۂ حالت اور بغیر کسی تشبیہ کے دیکھیں گے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿۱۱﴾ (الشوریٰ۔11)

ترجمہ: اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

جب انسان اپنے مقصود (اللہ تبارک وتعالیٰ) کو پالیتا ہے تو عقلیں چکرا جاتی ہیں، قلوب حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور اس میں ہرگز استطاعت (طاقت، ہمت) نہیں رہتی کہ وہ کسی کو اس (مشاہدہ) سے باخبر کر سکے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مثال سے پاک ہے۔

پس جب ایسی خبریں علماء کے پاس پہنچیں تو وہ ان مقالات کا مطالعہ کریں اور علوم کے مقامات کو سمجھیں اور اس کی حقیقت کو جانچیں اور اعلیٰ مقامِ علیین پر اپنی توجہ رکھیں اور علم لدنی اور معرفت ذاتِ احدیت حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کریں اور جو مقالات آگے آ رہے ہیں، ان پر اعتراض اور ان کا انکار نہ کریں۔

---

[1] حقیقی روحانی انسان یعنی روحِ قدسی

فصل چہارم

علوم کی تعداد کے بارے میں

علمِ ظاہر بارہ اقسام کا ہے اور اسی طرح علم باطن کی بھی بارہ اقسام ہیں جنہیں عوام اور خواص کی قابلیت (اور صلاحیت) کے مطابق ان میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پس (تمام ظاہری و باطنی) علوم چار ابواب پر مشتمل ہیں۔ باب اوّل شریعت کے ظاہر سے متعلق ہے جس میں اوامر و نواہی اور تمام (ظاہری) احکام شامل ہیں۔ باب دوم اس (شریعت) کا باطن ہے جسے علم باطن اور طریقت کا نام دیا گیا ہے۔ باب سوم باطن کے متعلق ہے جسے علمِ معرفت کا نام دیا گیا ہے اور باب چہارم تمام بطون کے باطن کے متعلق ہے جسے علمِ حقیقت کا نام دیا گیا ہے۔ پس یہ سب علوم حاصل کرنا ضروری ہے جیسا کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اَلشَّرِیْعَۃُ شَجَرَۃٌ وَالطَّرِیْقَۃُ اَغْصَانُھَا وَالْمَعْرِفَۃُ اَوْرَاقُھَا وَالْحَقِیْقَۃُ ثَمَرُھَا وَالْقُرْاٰنُ جَامِعٌ جَمِیْعَھَا بِالدَّلَالَۃِ وَ الْاِشَارَۃِ تَفْسِیْرًا اَوْ تَاوِیْلًا۔

ترجمہ: شریعت ایک درخت (کی مثل) ہے اور طریقت اس کی ٹہنیاں ہیں اور معرفت اس کے پتے ہیں اور حقیقت اس کا پھل ہے اور قرآن ان سب (علوم) کا جامع ہے جس میں سب دلائل، اشارے، تفاسیر اور تاویلات موجود ہیں۔

''صاحب المجمع'' کہتے ہیں کہ تفسیر عوام کے لیے ہے اور تاویل خواص کے لیے ہے کیونکہ خواص راسخ علماء ہیں اور رسوخ کے معنی کھجور کے درخت کی طرح علم میں ثبات، قرار اور مضبوطی کے ہیں

جیسے (کھجور کے درخت کی) جڑیں زمین میں گڑی ہوئی ہیں اور اُس کی شاخیں آسمان (کی بلندیوں) میں ہیں اور یہ پختگی اس کلمہ کا نتیجہ ہے جس کا بیج (قلب کی) صفائی کے بعد قلب کی گہرائی میں بویا جاتا ہے۔ایک قول کے مطابق اللہ کے فرمان وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کو (حرف عطف (یعنی "وَ") کے ساتھ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ ملایا گیا ہے۔[1]

تفسیر کبیر کے مصنف[2] فرماتے ہیں اگر (علم باطن کے) اس دروازہ[3] کو کھول لیا جائے تو باطن کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں (جس کے بعد) بندہ اوامر و نواہی کی تعمیل اور چاروں دائروں میں ہر دائرہ میں نفس کی مخالفت کا پابند ہے کہ دائرہ شریعت میں نفس (شریعت کے) مخالف وسوسے پیدا کرتا ہے اور دائرہ طریقت میں (نفس) دین کی موافقت میں نبوت اور ولایت کا (جھوٹا) دعویٰ کرواتا ہے اور دائرہ معرفت میں (نفس) نورانیت کے دھوکہ میں خفی شرک (کے وسوسے ڈالتا ہے) اور ربوبیت کا دعویٰ کرواتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

✿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ هَوٰهُ (الجاثیہ۔23)

ترجمہ: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے ہواء (ہوائے نفس) کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

اور دائرہ حقیقت میں شیطان، نفس اور فرشتے داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس میں اللہ کے سوا ہر چیز جل کر راکھ ہو جاتی ہے جیسا کہ جبرائیلؑ نے فرمایا "اگر میں ناخن برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔" (اس دائرہ میں آکر) بندہ اپنے دشمنوں (نفس و شیطان) سے نجات پا لیتا ہے اور مخلص ہو جاتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (صٓ 83-82)

---

1. یہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ترجمہ: اس کی تاویل اللہ ہی جانتا ہے اور علم میں پختہ لوگ۔یعنی علم کے باطن کو یا اللہ جانتا ہے یا علمائے حق 2. امام فخر الدین رازی 3. وہ علم جس کے حصول کے بعد اس کا شمار راسخ علماء میں ہونے لگے۔

ترجمہ: (شیطان نے) کہا (الٰہی) تیری عزت وجلال کی قسم! میں ضرور ان سب (لوگوں) کو گمراہ کروں گا مگر سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

اور بندہ جب تک حقیقت (کے دائرہ) تک نہیں پہنچتا وہ مخلص نہیں بن سکتا کیونکہ بشری صفات اور غیریت (غیر اللہ) تجلیٔ ذات کے بغیر فنا نہیں ہوسکتے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی (حقیقی) معرفت حاصل کیے بغیر جہالت کا پردہ اٹھتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ خود بغیر کسی واسطے (اور وسیلے) کے (بندے کو) علمِ لدنی عطا کرتا ہے اور وہ خضر علیہ السلام کی طرح (اللہ تعالیٰ کی) معرفت اس کی تعریف سے (حاصل) کرتا ہے اور اس کی عبادت اس کی تعلیم سے کرتا ہے۔ اس مقام پر وہ ارواحِ قدسی کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی (حقیقت کی) معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ پس وہ ازل سے ابد تک سب (ابتدا سے انتہا) جان جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اُسے (اللہ تبارک وتعالیٰ کے) ابدی وصال کی خوشخبری دیتے ہیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء۔69)

ترجمہ: اور یہ سب (انبیاء، شہداء، صدیقین اور صالحین) کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

پس جو اس علم سے واصل نہیں ہوتا وہ حقیقت میں عالم ہی نہیں، چاہے اس نے لاکھوں کتابیں کیوں نہ پڑھ رکھی ہوں کیونکہ وہ روحانیت تک پہنچا ہی نہیں۔ ظاہری علوم کے ساتھ جسمانی اعمال کا بدلہ صرف جنت ہے جہاں صرف صفاتِ (الٰہیہ) کا عکس جلوہ نما ہے۔ عالم صرف علمِ ظاہر کے ذریعے حرمِ قدسی اور قربِ حق تعالیٰ میں نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ عالمِ پرواز ہے جہاں بازوؤں کے بغیر نہیں اڑا جا سکتا مگر وہ بندہ جو علمِ ظاہر اور علمِ باطن (دونوں) کو عمل میں لاتا ہے، وہ اس عالمِ (لاھوت) میں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ يَا عَبْدِىْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَدْخُلَ حَرَمِىْ فَلَا تَلْتَفِتْ اِلَى الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ لِاَنَّ الْمُلْكَ شَيْطَانُ الْعَالِمِ وَالْمَلَكُوْتَ شَيْطَانُ الْعَارِفِ وَالْجَبَرُوْتَ شَيْطَانُ الْوَاقِفِ

ترجمہ: اے میرے بندے جب تو میرے حرم میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو ملک، ملکوت اور

جبروت کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ ملک عالم کا شیطان ہے اور ملکوت عارف کا شیطان ہے اور جبروت واقف کا شیطان ہے۔

جو ان میں سے کسی ایک (عالم) پر بھی راضی ہوگیا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوگیا یعنی قرب (قربِ حق تعالیٰ) سے دور ہو اگر درجات سے دور نہ ہوا۔ یہ لوگ قرب کی طلب تو رکھتے ہیں لیکن اُسے حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ غیر (یعنی درجات و ثواب کو پانے) کا لالچ رکھتے ہیں اور اُن کے پاس صرف ایک ہی بازو (یعنی علم ظاہر) ہے۔ اہلِ قرب کو وہ (مقامِ قربِ الٰہی) حاصل ہوتا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گزرا اور وہ (مقام) جنتِ قربِ الٰہی ہے جس میں نہ حوریں ہیں اور نہ محلات۔ انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی ذات کو پہچانے اور نفس کی خاطر اس بات کا دعویٰ نہ کرے جس کا اُسے ہرگز حق نہیں پہنچتا۔

جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

❁ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً عَرَفَ قَدْرَهٗ وَلَمْ يَتَعَدَّ طَوْرَهٗ وَحَفِظَ لِسَانَهٗ وَلَمْ يُضَيِّعْ عُمْرَهٗ

ترجمہ: ''اللہ اُس آدمی پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر پہچانی اور اپنی حد سے آگے نہ بڑھا اور اپنی زبان کی حفاظت کی اور اپنی عمر کو ضائع نہ کیا۔''

پس ایسے عالم کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات میں حقیقتِ انسان کے معانی حاصل کرے جس کو طفلِ معانی کہتے ہیں اور اسماءِ توحید کے دائمی ذکر سے اس کی تربیت کرے اور عالمِ اجسام سے نکل کر عالمِ روحانیت میں داخل ہو جو کہ عالمِ سِرّ ہے جس میں غیر اللہ ہرگز نہیں ٹھہر سکتا اور وہ نور کے صحرا کی مانند ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور طفلِ معانی اس میں پرواز کرتا ہے اور اس کے وہ عجائب و غرائب دیکھتا ہے جن کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ اور یہ مقام موحدین[1] کا ہے جو اپنی ذات کو عین وحدت (وحدتِ حق تعالیٰ) میں گم کر دیتے ہیں اور جمالِ حق تعالیٰ کے دیدار کے وقت ان کا اپنا وجود غائب ہو جاتا ہے جیسے سورج کی کثرتِ روشنی کے باعث انسان عمارات کو نہیں دیکھ سکتا

---

[1] وہ لوگ جو ازل سے توحید پر قائم ہوتے ہیں اور جن کا سر کبھی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکا۔

اسی طرح انسان جمالِ الٰہی کے مشاہدہ کے وقت غلبۂ حیرت اور محویت کے باعث اپنی ذات کو نہیں دیکھ پاتا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "جب انسان آسمان کی سلطنت میں داخل ہوتا ہے تو پرندے کی پیدائش کی طرح اُس کی دوبارہ پیدائش ہوتی ہے۔" اس سے مراد انسان کی حقیقت اور قابلیت سے روحانی طور پر طفلِ معانی کا پیدا ہونا ہے اور وہی انسان کا راز ہے جو علمِ شریعت اور علمِ حقیقت کے اجتماع سے وجود اور عقول میں ظاہر ہوتا ہے جیسے مرد اور عورت کے نطفے کے ملنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ (الدھر۔2)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا فرمایا تاکہ اس کو آزمایا جا سکے۔

طفلِ معانی کے ظہور کے بعد انسان خلق کے سمندروں کو پار کر کے عالمِ امر کی گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہے کیونکہ یہ تمام عالم عالمِ روح (عالمِ امر) کے مقابلے میں پانی کے ایک قطرے کی شکل ہیں۔ اس (ظہور) کے بعد علومِ روحانی اور علومِ لدنّی کا فیض (انسانِ حقیقی میں) بغیر حروف اور آواز کے جاری ہو جاتا ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فصل پنجم

توبہ اور تلقین کے بیان میں

جان لے کہ یہ مراتب جن کا ذکر ہو چکا ہے، یہی توبہ اور مرشد کامل کی تلقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح۔26)

ترجمہ: اور ان پر تقویٰ کا کلمہ لازم کیا۔

اور وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے بشرطیکہ یہ (کلمہ) کسی ایسے قلب سے اخذ کیا جائے جو متقی ہو اور جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کچھ (موجود) نہ ہو۔ اس سے مراد وہ کلمہ نہیں جو عوام کی زبانوں پر ہے اور بے شک (کلمے کے) الفاظ ایک ہی ہیں لیکن (باطنی) معانی میں فرق پایا جاتا ہے۔ اور جب توحید کا یہ بیج زندہ دل (مرشد کامل) سے اخذ کیا جائے تو یہ قلب کو زندہ کرتا ہے۔ پس یہی بیج کامل بیج ہوتا ہے کیونکہ ناقص بیج اُگ نہیں سکتا اسی لیے کلمہ توحید کا نزول قرآن مجید میں دو مقامات پر ہوا ہے۔ ایک کا اطلاق قول ظاہر[1] پر ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (الصّٰفّٰت۔35)

ترجمہ: جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔

پس یہ (کلمات) عوام کے حق میں نازل ہوئے ہیں۔

---

[1] محض زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا

دوسرے (مقام پر کلمہ توحید) کا اطلاق علمِ حقیقی[1] پر ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد۔19)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جان لیں بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب فرمائیں۔

پس اس آیتِ شریفہ کے نازل ہونے کا مقصد خواص کی تلقین ہے۔

ذکر کی تلقین کا بیان

سب سے پہلے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے (اللہ کے) قرب کے لیے افضل اور آسان ترین راستے کی خواہش کی، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی کا انتظار فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ کلمہ (کلمہ توحید) تین مرتبہ تلقین کیا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس کلمہ کو) اُسی طرح ادا کیا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے تلقین کیا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ (کلمہ) حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو تلقین کیا پھر صحابہ کرامؓ کے پاس جا کر سب کو تلقین کیا اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ قَدْ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ نَعُوْدُ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

ترجمہ: ''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔''

یعنی نفس سے جہاد۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

❁ اَعْدٰى اَعْدَائِكَ نَفْسُكَ الَّتِىْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ

ترجمہ: تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

---

[1] اللہ کی معرفت کا علم حاصل کرنے کے بعد تصدیق بالقلب سے توحید کا اقرار کرنا

پس تم تب تک اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنے وجود میں اپنے دشمنوں نفسِ امارہ، لوامہ اور ملہمہ کو فنا نہیں کر لیتے اور (تمہارا وجود) اخلاقِ ذمیمہ و بہیمہ مثلاً زیادہ کھانے اور پینے اور زیادہ سونے اور فضول گوئی کی محبت اور وحشیانہ عادات جیسے غضب، گالی گلوچ، مار پیٹ، غصہ اور شیطانی صفات مثلاً تکبر، عُجب، حسد، کینہ اور ان جیسی دوسری بدنی اور قلبی بیماریوں سے پاک نہیں ہو جاتا۔ پس جب وہ اِن (بُری عادات و خصائل) سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی اصل (یعنی بنیاد) سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ پاکیزہ لوگوں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

❁ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ○ (البقرہ۔222)

ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

جو شخص صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ (صرف) ظاہری طور پر (توبہ کرنے سے) اس آیت مبارکہ کے تحت نہیں آتا۔ وہ تائب ہے لیکن توّاب ہرگز نہیں کیونکہ یہ لفظ (توّاب) مبالغہ کا صیغہ ہے جس سے مراد ہے خواص کی توبہ۔ جو صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے (کوئی شخص) اپنی فصل سے خودرو گھاس کی صرف شاخیں کاٹتا ہے اور اُن کو جڑ سے نہیں اکھاڑتا، پس وہ لازماً دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ اُگتی ہے۔ اور توّاب یعنی گناہوں اور تمام اخلاقِ ذمیمہ سے توبہ کرنے والے (شخص) کی مثال ایسے ہے جیسے گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے جو بعد میں شاذ و نادر ہی اُگتی ہے۔

پس اس (توبہ خاص) کے بعد (مرشد کی) تلقین، تلقین پانے والے (طالب) کے قلب سے ماسویٰ اللہ ہر چیز کو مٹانے کے لیے آلہ ہے کیونکہ جس نے کڑوے درخت کو نہ کاٹا اُس نے اس (کڑوے درخت) کی جگہ شیریں درخت کو نہ پایا۔ پس اے اہلِ بصیرت! اس سے عبرت حاصل کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور مقصود (اللہ تعالیٰ) کو حاصل کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ۔25)

ترجمہ: اور وہ (اللہ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ (الفرقان۔70)

ترجمہ: جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال کرے پس اللہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

لہٰذا توبہ دو قسم کی ہے۔ توبہ عام اور توبہ خاص۔

توبہ عام: ذکر (اسمِ اَللّٰہُ ذات)، شدید جدوجہد اور سخت کوشش سے گناہوں سے نیکیوں کی طرف، اوصافِ ذمیمہ سے اوصافِ حمیدہ کی طرف، جہنم سے جنت کی طرف اور بدن کی راحت سے نفس کی مشقت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

توبہ خاص: توبہ عام کے حصول کے بعد نیکوکاروں کی نیکیوں سے معارف (مرشد کامل اکمل سے علمِ معرفت کے حصول) کی طرف اور درجات سے قرب (حق تعالیٰ کے قرب) کی طرف اور جسمانی لذات سے روحانی لذات کی طرف رجوع کرنا ہے اور ماسویٰ اللہ کو ترک کر کے اس (اللہ) کے ساتھ انسیت کا رشتہ جوڑنا اور اُس ذات کو (معرفت کے حصول کے بعد) یقین کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔

یہ تمام امور جن کا ذکر کیا گیا ہے، وجود کے کسب سے تعلق رکھتے ہیں اور وجود کا کسب گناہ[1] ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وُجُوۡدُکَ ذَنۡبٌ لَا یُقَاسُ بِہٖ ذَنۡبٌ اٰخَرُ

ترجمہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا وجود (یعنی بشریت) ایسا حجاب ہے جس پر کسی اور حجاب

---

[1] وجود عمل کرنے کا ذریعہ ہے لیکن ترک ماسویٰ اللہ میں وجود کی بھی نفی ہو جاتی ہے اس لیے وجود کے کسب کو گناہ کہا گیا ہے۔

کو قیاس نہیں کیا جا سکتا[1]۔"

جیسا کہ اکابر رحمھم اللہ فرماتے ہیں:

❁ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ

ترجمہ: "پرہیزگاروں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک برائیاں ہیں"۔

اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن میں سو مرتبہ مغفرت طلب کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (محمد۔19)

ترجمہ: اور وہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) گناہوں سے (اللہ کے حضور) توبہ کرتے ہیں۔

یعنی وجود کے گناہ سے۔ اور یہی توبہ خاص ہے۔

پس توبہ خاص ماسویٰ اللہ ہر چیز سے اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے اور آخرت میں سلامتی والے قرب (یعنی جنتِ قرب) میں داخل ہونا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے چہرے کا دیدار کرنا ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى عِبَادًا اَبْدَانُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَقُلُوْبُهُمْ تَحْتَ الْعَرْشِ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے بدن دنیا میں اور ان کے قلوب عرش کے نیچے ہیں۔

پس دنیا میں اللہ کا (بلا واسطہ) دیدار حاصل نہیں کیا جا سکتا لیکن قلب کے آئینہ میں حق تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا:

---

[1] یعنی دیکھنے والوں کی نظر کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کے لیے حجاب بن گئی کہ دیکھنے والے اس بشریت کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کو نہ دیکھ سکے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (الاعراف۔198) ترجمہ: "اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) دیکھیں کہ آپ کی طرف تکتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے۔"

❁ رَأَى قَلْبِيْ رَبِّيْ بِنُوْرِ رَبِّيْ

ترجمہ: میں نے اپنے قلب میں اپنے رب کو نورِ ربی کے واسطے سے دیکھا۔

پس قلب جمالِ الٰہی کے عکس (کو دیکھنے) کے لیے آئینہ ہے۔ پس یہ مشاہدہ مقبول شیخ واصل[1] کی تلقین، جو سابقین میں سے ہو، کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جسے اللہ کے حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطہ سے ناقصوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہو۔ پس اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کو عوام کے لیے نہیں بلکہ خواص (کی تربیت) کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ نبی اور ولی میں فرق یہ ہے کہ نبی کو عوام اور خواص دونوں (کی تربیت) کے لیے بھیجا جاتا ہے جو کہ مستقل بالذات ہوتا ہے جبکہ ولی مرشد کو صرف خواص (کی تربیت) کے لیے بھیجا جاتا ہے اور وہ مستقل بالذات نہیں ہوتا اور اُسے ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرنا ہوتی ہے۔ اگر وہ مستقل بالذات ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (کامل اولیاء کرام کے لیے) یہ تشبیہ فرمائی:

❁ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ

ترجمہ: میری امت کے علما (علمائے ربانی) بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔

یہ فرمان اس لیے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ایک ہی نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے آئے اور کسی نئی شریعت (کو لانے) کی بجائے اسی شریعت کی تجدید اور تاکید کرتے رہے۔ اسی طرح اس امت کے وہ علماء جو اولیاء میں سے ہیں، خواص (کی تربیت) کے لیے بھیجے جاتے ہیں تاکہ وہ (شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے) اوامر و نواہی کی تجدید کریں اور (ان پر) عمل میں استحکام کی انہیں تاکید کریں اور اصل شریعت جو کہ قلب میں مقامِ معرفت ہے، کا تصفیہ کریں اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم (یعنی باطنی علوم) سے باخبر کریں جیسا کہ اصحابِ صفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خبر دینے سے پہلے ہی معراج کے اسرار پر گفتگو کر

---

1. اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول فنا فی اللہ بقا باللہ مرشد کامل اکمل

رہے تھے۔

پس ولی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُس ولایت کا حامل ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور باطن کا جزو ہے اور اُس (ولی کامل) کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ عالم ہرگز نہیں جس نے صرف ظاہری علم حاصل کیا ہو کیونکہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے وارث بھی ہوں تو بھی اُن کا رشتہ ذوی الارحام[1] کا سا ہے۔ پس وارثِ کامل وہ ہوتا ہے جو حقیقی اولاد[2] ہو اور جو باپ سے تمام عصبی رشتہ داروں کی نسبت زیادہ قریب ہو اور وہ ظاہر و باطن میں اپنے باپ کا سِرّ[3] ہو اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: بے شک علوم میں سے ایک حصہ پوشیدہ رکھا گیا جسے علماءِ ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

پس جب وہ (علمائے ربانی) اُس (علمِ باطن) کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اہلِ عزت اُس کا انکار نہیں کرتے اور یہی وہ راز ہے جسے معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ مبارک کے تیس ہزار بطون میں سے سب سے گہرے بطن میں ودیعت کیا گیا اور جسے اصحابِ صفہ اور مقربین کے علاوہ عوام میں سے کسی پر بھی فاش نہیں کیا گیا اور اسی راز کی برکت سے قیامت تک شریعت قائم رہے گی۔ اور علمِ باطن ہی اس سِرّ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس باقی تمام علوم اور معارف

---

[1] وہ بہن بھائی جو ایک ماں اور مختلف باپوں سے ہوں [2] "شمس الفقرا" میں خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس بیان فرماتے ہیں: "مرشد کامل کی اولاد تین طرح کی ہوتی ہے اولادِ صلبی، اولادِ معنوی اور فرزندِ حقیقی۔ اولادِ صلبی سے نسبی یا عصبی اولاد مراد ہے اور یہ نسبت ہر بیٹے کو اپنے باپ سے حاصل ہے۔ اولادِ معنوی وہ طالب ہیں جو اپنے دلوں کو اپنے مرشد کے دل کے تابع کر کے مرشد کے دل کی طرح بنا لیں اور اپنی اپنی طلب کے مطابق نعمتِ فقر حاصل کر لیں۔ ایسے طالب اپنے مرشد کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ فرزندِ حقیقی سے وہ دل کا محرم طالبِ مولیٰ مراد ہے جو حسنِ متابعتِ مرشد کی برکت سے کمال کو پہنچ جائے اور مرشد اور طالب کی ذات یکجا ہو جائے۔" سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کا اشارہ اسی فرزندِ حقیقی کی طرف ہے۔ [3] یعنی وارثِ کامل ظاہر و باطن میں اپنے باپ (مرشد) کا ہی مظہر ہوتا ہے۔

اس سرّ کی حفاظت کے لیے چھلکا (کی مانند) ہیں اور جو علماءِ ظاہر ہیں اُن میں سے بھی انبیاءؑ کے وارث ہیں جن میں سے بعض صاحبِ فروض[1] اور بعض ذوی الارحام کی طرح ہیں جن کے سپرد علم (یعنی باطنی علوم) کا چھلکا ہے جس کے ذریعے وہ مواعظِ حسنہ[2] سے دوسروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ وہ مشائخ اہلِ سنت جن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے علم کے منبع (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچتا ہے، لوگوں کو حکمت سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل۔125)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور مواعظِ حسنہ سے دعوت دو اور اُن سے احسن طریقے سے بحث کرو۔

علمائے ظاہر اور علمائے باطن کا قول بنیادی طور پر تو ایک ہی ہے لیکن فروعات کے لحاظ سے مختلف ہے۔ یہ تینوں معانی[3] جو (مندرجہ بالا) آیت میں جمع ہیں وہ (تینوں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں بھی جمع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی ایک میں بھی اتنی طاقت نہیں کہ اُن کا متحمل ہو سکے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے تین قسموں میں تقسیم فرمایا:

پہلی قسم علمِ حال ہے جو ان (تینوں علوم) کا مغز ہے اور یہ مردوں (طالبانِ مولیٰ) کو عطا ہوتا ہے جس سے مردوں (طالبانِ مولیٰ) کو ہمت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ هِمَّةُ الرِّجَالِ تَقْلَعُ الْجِبَالَ

ترجمہ: مردوں (طالبانِ مولیٰ) کی ہمت پہاڑوں کو (جڑ سے) اکھاڑ دیتی ہے۔

---

[1] یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرائض اور احکامات کو جاننے والے ہیں [2] اچھی نصیحت [3] حکمت، مواعظِ حسنہ سے دعوت دینے اور احسن طریقے سے بحث کرنے کا علم

www.sultan-ul-faqr-publications.com

یہاں پہاڑ سے مراد سخت دلی ہے جو اُن کی دعا اور عاجزی سے ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط (البقرہ۔269)

ترجمہ: اور جسے حکمت عطا کی گئی پس بلاشبہ اُسے خیر کثیر عطا ہوئی۔

دوسری قسم (علمِ ظاہر) مغز کا چھلکا ہے جو علمائے ظاہر کو عطا ہوتا ہے جو عمدہ وعظ و نصیحت سے معرفت کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْعَالِمُ يَعِظُ بِالْعِلْمِ وَالْاَدَبِ وَالْجَاهِلُ يَعِظُ بِالضَّرْبِ وَالْغَضَبِ

ترجمہ: عالم علم اور ادب سے نصیحت کرتا ہے جبکہ جاہل مار پیٹ اور غصے سے نصیحت کرتا ہے۔

تیسری قسم (مغز کے) چھلکے کا بھی چھلکا ہے جو حکمرانوں کو دیا جاتا ہے جو ظاہری عدل اور سیاست ہے جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے:

❁ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل۔125)

ترجمہ: اُن سے احسن طریقے سے بحث کرو۔

جو کہ نظامِ دین کی حفاظت کے لیے قہر کا مظہر ہیں۔ ان (احکامِ شریعت کے نفاذ اور عدل و سیاست کے علوم) کی مثال اخروٹ کے سبز چھلکے کی ہے، علمائے ظاہر (کے علم) کی مثال پکے چھلکے کی ہے اور علمائے باطن (کے علم) کی مثال (اخروٹ کے) مغز کی ہے۔ اسی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ عَلَيْكُمْ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتِمَاعِ كَلَامِ الْحُكَمَاءِ

ترجمہ: تم پر علماء کی مجلس میں بیٹھنا اور حکماء کا کلام سننا لازم ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نورِ حکمت سے قلب (باطن) کو زندہ کرتا ہے جیسا کہ بارش کے پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ اَخَذَهَا حَيْثُ وَجَدَهَا

ترجمہ: حکمت کی باتیں حکیم کی گمشدہ میراث ہے وہ اسے جہاں پاتا ہے وہاں سے لے لیتا ہے۔

وہ کلمہ جو عوام کی زبان سے ادا ہوتا ہے وہ لوحِ محفوظ سے نازل ہوتا ہے جو عالمِ جبروت میں ہے اور اس (کلمہ) کا تعلق درجات (کے حصول) سے ہے۔

وہ کلمہ جو واصلینِ حق کی زبان سے ادا ہوتا ہے وہ عالمِ قرب (لاھوت) میں بغیر کسی واسطے کے زبانِ قدسی سے لوحِ اکبر (یعنی مومن کے قلب) پر نازل ہوتا ہے پس کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ترجمہ: ''ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے'' اسی لیے اہلِ تلقین (مرشد کامل) کی طلب قلب کی حیات کے لیے فرض ہے۔ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ

ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اس سے مراد معرفت اور قرب کا علم ہے اور سوائے فرائض کے باقی ظاہری علوم کی حاجت نہیں جیسا کہ فقہ کا علم جس کی ضرورت عبادت میں ہوتی ہے۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اس میں ہے کہ اُس کے بندے (اس کے) قرب کی طرف بڑھیں اور درجات کی طرف متوجہ نہ ہوں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (الشوریٰ۔23)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرمادیں قرب کی محبت کے علاوہ میں آپ سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد علمِ قرب ہے۔

فصل ششم

اہلِ تصوف کے بیان میں

(صوفیاء کرام کو) اہلِ تصوف کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معرفت اور توحید کے نور سے اپنے باطن کو (باطنی بیماریوں اور دنیاوی آلائشوں سے) صاف کر لیتے ہیں یا انہیں یہ نام اصحابِ صفہ کی نسبت سے دیا جاتا ہے یا اس لیے کہ وہ صوف[1] کا لباس پہنتے ہیں۔ مبتدی کے لیے سخت صوف ہے، متوسط کے لیے درمیانہ درجہ کا صوف اور منتہی کے لیے نرم مگر پیوند لگا صوف ہوتا ہے۔ ان کے باطنی حالات اور ان کا کھانا پینا بھی ان کے احوال کے مراتب کے مطابق ہوتا ہے۔ صاحبِ تفسیر الجمع کہتے ہیں "اہلِ زہد کو چاہیے کہ لباس اور کھانے پینے میں سخت رہیں اور اہلِ معرفت کو چاہیے کہ عمدہ لباس پہنیں اور عمدہ کھانا کھائیں کہ لوگوں کا اپنے مراتب اور منازل کے حساب سے رہنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ کہیں وہ اپنی حد سے نہ بڑھ جائیں کیونکہ بارگاہِ واحدیت میں یہ (صوفیاء) اعلیٰ درجہ کے مراتب والوں میں سے ہیں۔"

لفظ تصوف کے چار حروف ہیں یعنی ت ص و ف۔ حرف 'ت' توبہ سے ہے اور وہ دو طرح کی ہے یعنی توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔ توبہ ظاہری یہ ہے کہ تمام ظاہری اعضاء گناہوں اور اخلاقِ ذمیمہ سے اطاعت کی طرف اور مخالفات (یعنی احکامِ الٰہی کی مخالفت) سے موافقات (یعنی رضائے الٰہی کے مطابق ہر عمل) کی طرف اپنے قول اور فعل سے رجوع کریں اور توبہ باطنی یہ ہے کہ تصفیہ قلب

---

[1] بھیڑ کی اون سے بنا لباس

کے ذریعے موافقات کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور جب یہ حاصل ہو جائے اور اوصافِ ذمیمہ اوصافِ حمیدہ میں بدل جائیں تو 'ت' کا مقام مکمل ہو جاتا ہے۔

'ص' صفائی سے ہے اور وہ بھی (مذکورہ بالا 'ت' کی طرح) دو طرح کی ہے، قلب کی صفائی اور سِرّ کی صفائی۔ پس قلب کی صفائی یہ ہے کہ قلب بشری حاجات سے پاک ہو جائے جو اُن بیماریوں کی مثل ہیں جو قلب میں کھانے، پینے، سونے اور بولنے کی زیادتی اور دنیاوی لذتیں جیسا کہ زیادہ کمانے، زیادہ جماع اور اہل و اعیال کی محبت کی زیادتی سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ مذکورہ بالا خصائل سے قلب کو صاف کرنے کا طریقہ ابتدا میں (مرشد کامل کی) تلقین سے بلند آواز میں ذکرِ اَللّٰہُ کرنا ہے یہاں تک کہ مقامِ خفی تک پہنچ جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (الانفال۔2)

ترجمہ: ''بے شک وہی مومنین ہیں کہ جب (اُن کے سامنے) ذکرِ اَللّٰہُ کیا جائے تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں''۔

یعنی خشیتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے اور خشیت (یعنی خوفِ الٰہی) تب تک پیدا نہیں ہوتی جب تک قلب کو غفلت کی نیند سے بیدار نہ کیا جائے اور پھر (قلب کو) اتنا صیقل کیا جائے کہ اس میں خیر و شر کی غیبی صورت نقش ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا:

❁ اَلْعَالِمُ یُنَقِّشُ وَالْعَارِفُ یُصَقِّلُ

ترجمہ: عالم نقش کرتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے۔

اور سِرّ کی صفائی یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ سے اجتناب کرے اور صرف اُس (اللہ) سے محبت کرے اور سِرّ کی زبان سے مقامِ سِرّ میں اسمائے توحید کا دائمی ذکر کرے۔ پس جب یہ صفت حاصل ہو جاتی ہے تو 'ص' کا مقام مکمل ہو جاتا ہے۔

اور 'و' ولایت سے ہے جو تصفیہ (یعنی قلب کی صفائی) کے بعد حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ (یونس۔62،64)

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ولیوں کو نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

اور ولایت کا نتیجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔

اور صفاتِ بشریت سے آزاد ہو کر صفاتِ الٰہیہ کا لباس پہنو۔ (حدیث قدسی میں) فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ اِذَا اَحْبَبْتُ عَبْدًا كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّلِسَانًا وَّيَدًا وَّرِجْلًا فَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَنْطِقُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَمْشِيْ

ترجمہ: جب میں کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ پس وہ مجھ سے ہی سنتا ہے اور مجھ سے ہی دیکھتا ہے اور مجھ سے ہی کلام کرتا ہے اور مجھ سے ہی پکڑتا ہے اور مجھ سے ہی چلتا ہے[1]۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا ہر چیز سے پاک ہو جاؤ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل۔81)

ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیں کہ حق ظاہر ہو گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل

---

[1] اللہ کی رضا پر چلتے ہوئے طالب جب محبوبیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی اپنی ہستی فنا ہو چکی ہوتی ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا ظہور ہو جاتا ہے۔ پھر اس طالب کا ہر عمل در حقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا عمل ہی ہوتا ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

مٹنے کے لیے ہی ہے۔

پس یہاں 'ؤ' کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

اور پھر 'ف' ہے جو کہ اللہ جل جلالہٗ میں فنا سے ہے۔ پس جب بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں تو صفاتِ احدیت ہی باقی رہ جاتی ہیں۔ پس 'ھُوْ' پاک ہے اور اس کے لیے فنا ہے نہ زوال۔ پس فانی وجود کو باقی رب کے ساتھ اس کی رضا کے مطابق بقا حاصل ہوتی ہے اور فانی قلب[1] کو بقا پانے والے سرّ کے ساتھ بقا حاصل ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص۔88)

ترجمہ: ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ) کے چہرے کے۔

پس جب بندہ اعمالِ صالحہ (یعنی نیک اعمال) سے اس کی رضا اور اس کے چہرے (یعنی دیدار) کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو اس کی رضا میں راضی ہو کر بقا حاصل کرتا ہے۔ اعمالِ صالحہ کے نتیجہ میں انسانِ حقیقی جسے طفلِ معانی کہا جاتا ہے، زندہ ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر۔10)

ترجمہ: اسی کی طرف چڑھتا ہے پاک کلام اور نیک اعمال اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

پس وہ سب اعمال جو غیر اللہ کے لیے کیے جائیں، شرک ہیں اور وہ اعمال کرنے والے (عامل) کے لیے مہلک ہیں۔ پس جب فنا مکمل ہو جاتی ہے تو عالمِ قرب میں (حق تعالیٰ کے ساتھ) بقا حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر۔55)

ترجمہ: عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں (دائمی حاضر) ہوں گے۔

---

[1] بعض لوگ قلب سے مراد باطن لیتے ہیں مگر قلب مکمل باطن نہیں ہے بلکہ باطن کا ایک حصہ ہے اس لیے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہوتا ہے تو اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ قلب بھی۔

اور یہ عالمِ لاھوت میں انبیاء و اولیاء کا مقام ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّادِقِيْنَ

ترجمہ: اور اللہ صادقین کے ساتھ ہے۔

پس جب حادث[1] قدیم[2] سے ملتا ہے تو (حادث کے) وجود کے لیے بقا نہیں رہتی[3]

پس جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو صوفی کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ دائمی بقا حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ۔82)

ترجمہ: اہلِ جنت اس (جنتِ قرب میں حق تعالیٰ) کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ۔249)

ترجمہ: اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

1 مخلوق 2 اللہ تعالیٰ 3 یعنی وجود فنا ہو جاتا ہے اور اللہ کی ذات باقی رہ جاتی ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فصل ہفتم

اذکار کے بیان میں

بے شک اللہ نے ذاکرین (حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں) کو ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرہ۔198)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کا ذکر ایسے کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی ہے۔

یعنی تمہارے ذکر کے مراتب کی طرف۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❁ اَفْضَلُ مَاقُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کے ارشادات میں سب سے افضل (کلمہ) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

پس ہر مقام کے لیے ایک خاص مرتبہ ہے، چاہے وہ ظاہری ہو یا پوشیدہ۔ سب سے پہلے (اللہ نے ذاکرین کی) ذکرِ زبان کی طرف، پھر ذکرِ نفس کی طرف، پھر ذکرِ قلب کی طرف، پھر ذکرِ روح کی طرف، پھر ذکرِ سرّ کی طرف، پھر ذکرِ خفی کی طرف اور (سب سے آخر میں) ذکرِ اخفی الخفی کی طرف ہدایت فرمائی ہے۔

☆ ذکرِ زبان وہ ہے جس میں قلب (وہ) ذکر کرتا ہے جس ذکرِ اَللّٰہُ کو وہ بھول چکا ہوتا ہے۔

☆ ذکرِ نفس وہ ہے جو حروف اور آواز کے ساتھ نہ سنا جائے بلکہ پردہ میں حس و حرکت سے سنا

جائے۔

☆ ذکرِ قلب وہ ہے جس میں قلب اپنے ضمیر (یعنی باطن) میں (اللہ تعالیٰ کا) جلال و جمال ملاحظہ کرتا ہے۔

☆ ذکرِ روح کا حاصل (اللہ تعالیٰ کی) صفات کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہے۔

☆ اور ذکرِ سِرّ وہ مراقبہ ہے جس میں اسرارِ الٰہیہ منکشف ہوتے ہیں۔

☆ ذکرِ خفی وہ ہے جس میں عظیم قدرت والے رب کے پاس صدق کی مجلس میں ذاتِ احدیت کے جمال کے انوار کا دیدار ہے۔

☆ ذکرِ اخفی الخفی وہ ہے جس میں حق الیقین کی حقیقت کو اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ اس پر حق تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مطلع نہیں ہوتا۔ اللہ عزّوجل نے فرمایا:

❁ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (طٰہٰ۔07)

ترجمہ: بے شک (اللہ) جانتا ہے ہر راز کو بلکہ اس سے بھی مخفی (پوشیدہ)۔

اور یہ (ذکرِ اخفی الخفی) تمام علوم اور اس کی انتہا اور تمام مقاصد (کے حصول) تک پہنچانے والا ہے۔

جان لو! اگر تم آخری روح (یعنی روحِ قدسی) تک ترقی کر لو جو کہ تمام ارواح سے زیادہ لطیف ہے، تو وہ وہی طفلِ معانی (یعنی حقیقی انسان) ہے جو نہایت لطیف ہے اور مختلف طریقوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ بعض اکابرین نے فرمایا ہے "یہ روح (یعنی روحِ قدسی) ہر ایک کے لیے نہیں بلکہ خواص کے لیے ہے" جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (مومن۔15)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عالمِ امر سے روح القا فرما دیتا ہے۔

اور یہ روح عالمِ حقیقت (عالمِ لاھوت) میں ہر وقت قدرت اور مشاہدہ کا الٰہی میں مشغول رہتی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلٰى اَهْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: دنیا اہلِ آخرت (یعنی اہلِ عقبیٰ) پر حرام ہے اور آخرت (یعنی عقبیٰ) اہلِ دنیا پر حرام ہے اور یہ دونوں (یعنی دنیا و عقبیٰ) اہلِ اللہ (یعنی طالبانِ مولیٰ) پر حرام ہیں۔

اور وہ (روحِ قدسی) طفلِ معانی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے وصال کا طریقہ یہ ہے کہ دن رات احکامِ شریعت پر عمل کر کے صراطِ مستقیم پر جسم کی حفاظت کی جائے اور دائمی طور پر پوشیدہ اور اعلانیہ ذکرِ اَللّٰهُ میں مشغول رہا جائے کیونکہ یہ طالبوں پر فرض کر دیا گیا ہے (کہ وہ ہمیشہ ذکرِ اَللّٰهُ میں مشغول رہیں) جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء۔103)

ترجمہ: پس اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

❁ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آلِ عمران۔191)

ترجمہ: اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فصل ہشتم

ذکر کی شرائط کے بیان میں

ذاکر کو چاہیے کہ وہ مکمل طور پر باوضو ہو اور شدید ضرب اور (باطنی طور پر) قوی آواز کے ساتھ ذکر کرے یہاں تک کہ ذاکر کو ذکر کے وہ انوار حاصل ہو جائیں جو ذاکرین کے باطن میں (ذکر سے) پیدا ہوتے ہیں اور ان انوار کے باعث (ذاکرین کے) قلوب کو زندگی اور حیاتِ ابدی و اُخروی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى (الدخان۔56)

ترجمہ: اس (جنت) میں پہلی موت کے سوا وہ دوسری موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔

اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُؤْمِنُوْنَ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰى دَارِ الْبَقَاءِ

ترجمہ: مومنین مرتے نہیں بلکہ دار الفنا سے دار البقا کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْاَنْبِيَاءُ وَالْاَوْلِيَاءُ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ كَمَا يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ

ترجمہ: انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں ایسے نماز ادا کرتے ہیں جیسے اپنے گھروں میں ادا کیا کرتے تھے۔

یعنی اپنے رب کی مناجات کرتے ہیں اور اس سے مراد وہ ظاہری نماز ہرگز نہیں جس میں قیام اور

قعود (التحیات کے لیے بیٹھنا) اور رکوع اور سجود ہوتا ہے بلکہ محض وہ مناجات ہیں جو بندوں کی طرف سے ہیں اور (مناجات کے بدلے میں) معرفت کا ہدیہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔
پس ایسا عارف زندہ قلب کے باعث زیادہ مناجات کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا محرم ہو جاتا ہے اور اس (عارف) کے لیے موت نہیں[1] جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ

ترجمہ: میری آنکھیں سوتی ہیں جبکہ میرا دل نہیں سوتا۔
اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❁ مَنْ مَاتَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ بَعَثَ اللّٰہُ فِیْ قَبْرِہٖ مَلَکَیْنِ یُعَلِّمَانِہٖ عِلْمَ الْمَعْرِفَۃِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَقَامَ مِنْ قَبْرِہٖ عَالِمًا وَّ عَارِفًا

ترجمہ: جسے علم (یعنی علمِ معرفت) کی طلب میں موت آئے گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی قبر میں دو فرشتے متعین فرمائے گا جو اُسے قیامت تک معرفت کا علم سکھاتے رہیں گے اور جب وہ اپنی قبر سے اُٹھے گا تو وہ عالم اور عارف ہوگا۔

ان دو فرشتوں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ولی رحمہم اللہ (یعنی مرشد کامل اکمل) کی روحانیت ہے کیونکہ فرشتہ عالمِ معرفت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ کَمْ مِنْ شَخْصٍ مَاتَ جَاھِلًا وَّقَامَ مِنْ قَبْرِہٖ عَالِمًا وَّ عَارِفًا وَّکَمْ مِّنْ شَخْصٍ مَاتَ عَالِمًا وَّقَامَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جَاھِلًا اَوْ فَاسِقًا وَّ مُفْلِسًا

ترجمہ: ”کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو جاہل (اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے خبر) فوت ہوں گے لیکن

---

[1] حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنے پنجابی ابیات میں فرماتے ہیں ”میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُوؒ“ یعنی وہ مرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ ؎ عارف بظاہر تو سو رہا ہوتا ہے مگر قلب کی حیات کے بعد نیند میں بھی عارف کا دل اپنے محبوبِ حقیقی کے دیدار اور اس سے کلام میں مشغول ہوتا ہے۔

اپنی قبر سے عالم اور عارف (بن کر) اٹھیں گے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو عالم فوت ہوں گے لیکن قیامت کے دن جاہل یا فاسق اور مفلس اُٹھیں گے۔"[1]

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❁ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (الاحقاف۔20)

ترجمہ: "اپنے حصے کی پاک چیزیں تو تم اپنی دنیا کی زندگی میں ہی حاصل کر چکے ہو اور انہیں خوب استعمال کر چکے ہو پس آج (قیامت) کے دن ان (دکھاوے کے اعمال) کے بدلے میں تمہیں رسوائی کا عذاب دیا جاتا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ترجمہ: بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

نیک آدمی کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بھی بدتر ہوتی ہے کیونکہ نیت عمل کی بنیاد ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ بِنَاءُ الصَّحِيْحِ عَلَى الصَّحِيْحِ صَحِيْحٌ وَبِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ

ترجمہ: "صحیح (عمل) کی بنیاد صحیح (نیت) پر صحیح ہوتی ہے اور فاسد (عمل) کی بنیاد فاسد (نیت) پر فاسد ہوتی ہے"۔[2]

---

[1] یعنی دنیا میں علم کی کثرت کے باعث بہت بڑے عالم مانے جاتے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان سے اندھے اور محروم ہونے اور علم پر تکبر کے باعث روزِ قیامت مفلس یا جاہل اٹھیں گے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو جاہل فوت ہوں گے مگر ان کی طلب چونکہ اللہ پاک کی رضا اور معرفت کا حصول تھا اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ قبر میں ہی ان کی تربیت کا انتظام فرمائے گا اور وہ عالم اور عارف بن کر اٹھے گا۔ [2] چونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس لیے اگر نیت یعنی بنیاد ٹھیک ہوگی تو عمل بھی ٹھیک ہوگا اور اگر نیت ہی فاسد ہوگی تو عمل بھی فاسد ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِىۡ حَرۡثِهٖ‌ۚ وَمَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ (الشوریٰ۔20)

ترجمہ: ''جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اُس (آخرت کی) کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اُسے اُس (دنیا کی نعمتوں) میں سے دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت (کے اجر) میں کچھ حصہ نہیں''۔[1]

پس دنیا میں مرنے سے پہلے اہلِ تلقین (مرشد کامل اکمل) سے حیاتِ قلبی واُخروی طلب کرنا واجب ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس جب اُس میں کچھ بوؤ گے ہی نہیں تو آخرت میں کاٹو گے کیا۔ اور کھیتی سے مراد آفاق (یعنی عالم ناسوت) میں نفسانی وجود کی زمین ہے۔

---

[1] ان لوگوں کے اعمال اور عبادات کا مقصد ہی دنیاوی لذات اور خواہشات کا حصول تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں ہی ان کے اعمال کا بدلہ دے دیا ہے اور جو لوگ حصولِ جنت یا رضائے الٰہی کے لیے اعمالِ صالحہ کرتے ہیں انہیں آخرت میں ضرور بہترین بدلہ دیا جائے گا۔

فصل نہم

دیدارِ الٰہی کے بیان میں

پس دیدارِ الٰہی دو طرح سے ہو سکتا ہے:

۱۔ آخرت میں کسی آئینہ کے واسطہ کے بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کے جمال کا دیدار۔

۲۔ اور دنیا میں قلب کے آئینہ کے واسطہ سے اللہ عزّ وجل کی صفات کا دیدار ہوتا ہے جو کہ فواد (قلب) کی نظر (نورِ بصیرت) سے (اللہ تعالیٰ کے) جمال کے انوار کا عکس دیکھنا ہے۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (النجم۔11)

ترجمہ: ''قلب نے اُسے نہ جھٹلایا جو (چشمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) دیکھا۔''

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔''

یہاں پہلے مومن سے مراد مومن بندے کا قلب ہے اور دوسرے (مومن) سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

پس جو دنیا میں صفات (یعنی صفاتِ الٰہیہ) کا مشاہدہ کرے گا وہ آخرت میں (اللہ کی) ذات کو بلا کیف دیکھے گا اور دیدارِ الٰہی کے بارے میں ایسے دعوے اولیاء کرام نے اکثر کیے ہیں جیسا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ رَأٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ بِنُوْرِ رَبِّیْ

ترجمہ: میں نے اپنے قلب میں اپنے رب کو نورِ ربی کے واسطہ سے دیکھا۔

اور جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

❁ لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَاہُ

ترجمہ: میں اپنے رب کی عبادت تب تک نہیں کرتا جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں۔

یہ سب (اللہ کی) صفات کے مشاہدات ہیں جیسے کوئی طاق سے سورج کی شعاعوں کو دیکھے اور (وہ) اس (دیکھنے) کے بارے میں سچا ہے کیونکہ وہ اس کی (روشنی کی) وسعت کے لحاظ سے کہہ سکتا ہے کہ اُس نے سورج کو دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنی صفات کے اعتبار سے اپنے نور کی مثال ایسے دیتا ہے:

❁ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ (النور۔35)

ترجمہ: اس (اللہ) کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک طاق جس میں چراغ ہو اور وہ چراغ ایک فانوس کے اندر ہے اور وہ فانوس ایسے ہے جیسے کوئی چمکتا ستارہ، جو کہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوتا ہے۔

پس کہا جا سکتا ہے کہ وہ طاق مومن کا قلب ہے اور وہ چراغ قلب کا سِرّ ہے جو کہ روحِ سلطانی ہے اور قلب فانوس ہے جسے اُس کی نورانیت کی شدت کے باعث چمکدار موتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس نور کے معدن (ماخذ) کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہے، (زیتون سے مراد) تلقین اور توحید کا وہ درخت ہے جس کا ماخذ بغیر کسی واسطہ کے (خود) زبانِ حق تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصل میں ذاتِ حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک تلقین کیا لیکن مصلحتِ عام اور کفار اور منافقین کے (آیاتِ قرآن سے) انکار کے باعث جبرائیل

علیہ السلام نازل ہوئے اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہی تھا:

❁ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ○ (النمل۔06)

ترجمہ: اور بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو حکمت والے اور علم والے (رب) نے قرآن تلقین فرمایا۔

اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلدی فرماتے اور جبرائیل علیہ السلام کے پیغامِ وحی میں سبقت لے جاتے[1] یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام نازل ہوا:

❁ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (طٰہٰ۔114)

ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جلدی نہ فرمایا کریں جب تک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر وحی پوری نہ ہو جائے۔

اسی لیے معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے کیونکہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس درخت کے لیے یہ تشبیہ فرمائی کہ:

❁ لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور۔35)

ترجمہ: (توحید و تلقین کا وہ درخت) نہ شرقی ہے نہ غربی۔

یعنی وہ اپنی حدود و عدم اور طلوع و غروب سے پاک ہے بلکہ ازلی ہے جسے فنا نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ قدیم، ازلی، لازوال اور دائمی ہے اسی طرح اُس کی صفات بھی ایسے ہی (قدیم، ازلی، لازوال اور دائمی) ہیں کیونکہ اُس کے انوار اور تجلیات اور اس کی صفات اُس کی ذات کی وجہ سے ہی قائم ہیں۔ اور (اُس کی) عبادت تب تک نہیں ہو سکتی جب تک قلب کے آئینے سے حجابات (یعنی ظلماتی پردے) دور نہ ہو جائیں۔

پس جب قلب انوار (کے فیوضات) سے زندہ ہو جاتا ہے تو روح اُس طاق (یعنی مومن کے

---

[1] یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جبرائیل علیہ السلام کے بتانے سے پہلے ہی آیات پڑھ دیتے۔

قلب) سے صفاتِ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے جس کے ساتھ ہی اُس پر یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ اس عالمِ خلق کو پیدا کرنے کا مقصد مخفی خزانہ (یعنی حق تعالیٰ) کو ظاہر کرنا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا:

❁ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِيَعْرِفُوْنِيْ

ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا تا کہ وہ مجھے پہچانیں۔

یعنی دنیا میں صفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بغیر کسی آئینہ کے واسطہ کے سرّ (طفلِ معانی) کی نگاہ سے انشاء اللہ اس کی ذات کا دیدار ہوگا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامۃ۔22,23)

ترجمہ: اُس (قیامت کے) دن بہت سے چہرے تر وتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار میں مشغول ہوں گے۔

شاید اس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے:

❁ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَلٰى صُوْرَةِ شَابٍّ اَمْرَدَ

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا[1]

اور وہ (صورت) طفلِ معانی (کی) ہے اور روح کے آئینہ میں (طفلِ معانی کی) یہ صورت ہی رب کی تجلی ہے کیونکہ یہ صورت روح کا آئینہ ہے جو تجلی اور متجلی[2] کے درمیان واسطہ ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات صورت اور کھانے پینے اور وجودی ضروریات سے پاک ہے۔

پس (طفلِ معانی کی) صورت ایک آئینہ ہے اور اس میں دکھائی دینے والا آئینہ ہے نہ دیکھنے والا ہے (یعنی وہ خود ذات حق تعالیٰ ہے)۔ پس (اس حقیقت کو) سمجھ لو کہ وہ (روح) اس عالمِ صفات میں اس سرّ کا مغز ہے کیونکہ عالمِ ذات میں تمام واسطے اور اسباب جل جاتے ہیں اور اس عالم میں

---

[1] اللہ تبارک وتعالیٰ کے حسن وجمال کی طرف اشارہ ہے۔ [2] تجلی فرمانے والا

اللہ کے سوا کسی (بھی چیز) کا نام اور نشان نہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ

ترجمہ: میں نے اپنے ربّ کو اپنے ربّ سے ہی پہچانا۔

یعنی نورِ ربی سے پہچانا۔ اور انسان کی حقیقت اس نور کی محرم ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا:

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ

ترجمہ: میں اللہ سے ہوں اور تمام مومنین مجھ سے ہیں۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقْتُ مُحَمَّدًا مِنْ نُوْرِ وَجْہِیْ

ترجمہ: میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔

اور چہرے سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ ہے جو کہ صفتِ ارحمیت[1] کے ساتھ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں) متجلی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ

ترجمہ: بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی شان میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء۔107)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

---

[1] رحمت نازل کرنے کی صفت

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ۔15)

ترجمہ: اور تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور اور کتابِ مبین آئی[1]

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا:

❁ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

ترجمہ: اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ ہوتے تو میں افلاک (یعنی کائنات) کو پیدا نہ فرماتا۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

---

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کہ نور اور کتابِ مبین سے مراد حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو ہر زمانے میں اس زمانے کے اکمل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور اس انسانِ کامل کی صورت میں ہی اللہ پاک کا دیدار نصیب ہوتا ہے اور انسانِ کامل کی پہچان ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے۔

فصل دہم

حجاباتِ ظلمانیہ اور نورانیہ کے بیان میں

(ظلمت اور نورانیت کے بارے میں) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل۔72)

ترجمہ: اور جو اس جہان (یعنی دنیا) میں (معرفتِ الٰہی سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (معرفتِ الٰہی سے) اندھا رہے گا اور راہ (معرفت کی راہ) سے بھٹکا ہوا۔

اور اندھا ہونے سے مراد قلب کا اندھا ہونا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِى الصُّدُوْرِ (الحج۔46)

ترجمہ: اور یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ قلوب اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اور قلب کے اندھا ہونے کا سبب اپنے رب سے کیے ہوئے (الست بربکم کے) عہد کے بعد اس (عہد) سے غفلت برتنے اور اُسے بھول جانے کا حجاب ہے اور غفلت کا سبب حکمِ الٰہی کی حقیقت سے بے خبری ہے اور بے خبری کا سبب ظلماتی صفات جیسا کہ تکبر، کینہ، حسد، بخل، عجب، غیبت، چغلی اور جھوٹ وغیرہ کا غلبہ ہے اور انسان کے اسفل سافلین کی طرف تنزلی کا سبب بھی یہی صفاتِ ذمیمہ ہیں اور ان صفاتِ ذمیمہ سے رہائی کا طریقہ یہی ہے کہ قلب کے آئینہ کی ظاہری اور باطنی طور پر صفائی، صاف کرنے والے آلۂ توحید (ذکر و تصور اسم اَللّٰهُ ذات) اور علم اور عمل اور سخت مجاہدہ سے کی جائے یہاں تک کہ نورِ توحید اور صفات (یعنی صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونے

سے قلب زندہ ہو جائے اور اپنے اصلی وطن (عالمِ لاھوت) کو یاد کر لے اور (اس میں) اپنے حقیقی وطن کی طرف رجوع کرنے کا شوق پیدا ہو جائے اور یہ اللہ عزّوجل کی عنایت سے ہی حاصل ہو گا۔ حجاباتِ ظلمانیہ کے اُٹھ جانے کے بعد نورانیت باقی رہ جاتی ہے اور روح کو بینائی حاصل ہونے کے باعث انسان صاحبِ بصیرت ہو جاتا ہے اور اسمائے صفات کے نور سے منور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ (صفات کی) نورانیت کے حجابات بھی آہستہ آہستہ اُٹھ جاتے ہیں اور دل نورِ ذات سے منور ہو جاتا ہے۔

اور جان لو کہ دل کی دو آنکھیں ہیں ایک چھوٹی آنکھ اور ایک بڑی آنکھ۔ چھوٹی آنکھ عالمِ درجات کی انتہا تک اسمائے صفات کے نور سے تجلیاتِ صفات کا مشاہدہ کرتی ہے اور بڑی آنکھ عالمِ لاھوت اور عالمِ قرب میں احدیت کے نورِ توحید سے انوار و تجلیاتِ (ذات) کا مشاہدہ کرتی ہے۔ انسان کو یہ مراتب موت سے قبل اپنی نفسانیت اور بشریت کو فنا کر لینے سے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس عالم (عالمِ لاھوت) میں ان (مراتب) کے وصول کا انحصار اس (انسان) کی نفسانیت کے منقطع[1] ہو جانے پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تک رسائی اس طرح ہرگز نہیں ہوتی جیسے جسم کی مجسم تک، علم کی معلوم تک، عقل کی معقول تک اور وھم کی موھوم تک، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ اس قدر غیر اللہ سے منقطع ہو جائے کہ جب قرب و دوری، اطراف[2] و مقابلہ[3] اور وصل و جدائی کا بھی نشان نہ رہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو پوشیدگی میں بھی ظاہر ہے اور اپنی تجلّی میں پوشیدہ ہے اور اپنی معرفت میں غیر معروف ہے۔

پس جس نے دنیا میں ہی اس حقیقت کو حاصل کر لیا اس نے اپنے نفس کا محاسبہ کر لیا، قبل اس کے کہ آخرت میں اس کا محاسبہ کیا جائے۔ پس وہ فلاح پانے والوں میں سے ہے ورنہ مستقبل (یعنی آخرت) میں اس کے مکر و فریب کا انجام نہایت بھیانک ہے مثلاً عذابِ قبر، حسابِ محشر اور میزان اور پلِ صراط اور اس کے علاوہ دوسرے احوالِ آخرت۔

---

[1] ختم ہو جانا [2] چار اطراف مشرق، مغرب، شمال، جنوب [3] آگے اور پیچھے کی اطراف

گیارہویں فصل

سعادت اور شقاوت کے بیان میں

جان لے کہ بے شک لوگ ان دو صفات (سعادت اور شقاوت) سے (کبھی بھی) خالی نہیں ہوتے۔ کبھی یہ دونوں صفات ایک ہی انسان میں پائی جاتی ہیں۔ پس جب اس (انسان) کی نیکیاں اور اس کا اخلاص غالب آ جاتا ہے تو نفسانیت روحانیت میں بدل جاتی ہے یعنی شقاوت سعادت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مگر جب وہ (انسان) ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے تو معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے (یعنی سعادت شقاوت میں بدل جاتی ہے) اور جب (انسان) ان دونوں جہتوں کے لحاظ سے برابر ہو تو وہ نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام۔160)

ترجمہ: جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس (نیکی) جیسی دس نیکیاں ہوں گی۔

اور شاید اس سے بھی زیادہ (نیکیاں ہوں)۔ اور اس کے لیے میزان قائم کیا جاتا ہے لیکن جس کی نفسانیت قطعی طور پر اس کی روحانیت میں تبدیل ہو جاتی ہے اس کے لیے میزان کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر حساب کے آئے گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا اور جو اس کے برعکس (یعنی اُلٹ) کرتا ہے وہ بغیر حساب کے دوزخ میں داخل ہوگا اور جس نے نیکیوں کو ترجیح دی ہوگی وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ○ (القارعہ۔6,7)

ترجمہ: پس جس کی میزان (یعنی نیکیوں والا پلڑا) بھاری ہوگی پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوں گے۔

اور جس نے برائیوں کو ترجیح دی ہوگی اُسے اُن برائیوں کے مطابق عذاب دیا جائے گا اور وہ دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ اگر اُس کے پاس تھوڑا سا بھی ایمان ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور سعادت اور شقاوت سے ہماری مراد نیکیوں اور برائیوں کا ایک دوسرے سے بدلنا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلشَّقِیُّ قَدْ یَسْعَدُ وَالسَّعِیْدُ قَدْ یَشْقٰی

ترجمہ: شقی کبھی سعید ہو سکتا ہے اور سعید کبھی شقی ہو سکتا ہے۔

پس جب (انسان کی) نیکیاں (برائیوں سے) بڑھ جاتی ہیں تو وہ سعید ہوگا اور جب برائیاں (نیکیوں سے) بڑھ جاتی ہیں تو (وہ انسان) شقی ہوگا۔ پس جو توبہ کرے اور (اللہ پر) ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے تو اس کی شقاوت سعادت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور جس کے مقدر میں ازل سے ہی سعادت یا شقاوت لکھ دی گئی ہو وہ اُسے مل کر ہی رہتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلسَّعِیْدُ سَعِیْدٌ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَالشَّقِیُّ شَقِیٌّ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ

ترجمہ: سعید اپنی ماں کے پیٹ سے ہی سعید ہے اور شقی اپنی ماں کے پیٹ سے ہی شقی ہے۔

پس اس بحث میں (کہ کوئی انسان سعید ہے یا شقی) ہرگز نہیں الجھنا چاہیے کیونکہ تقدیر کے اسرار پر بحث کرنے کا نتیجہ بے دینی ہے۔ اور کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اسرارِ تقدیر کو بہانہ بنا کر نیک اعمال ترک کر دے اور کہے کہ اگر میں ازل سے ہی شقی لکھ دیا گیا ہوں تو میرے نیک اعمال مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر میں سعید ہوں تو بُرے اعمال مجھے ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ بے شک ابلیس نے اپنے فعل کو تقدیر کی طرف منسوب کیا تو کافر و مردود ہو گیا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا تو فلاح پا گئے اور (اللہ نے) اُن پر رحم فرمایا۔

پس ہر مسلمان کے لیے واجب ہے کہ وہ اسرار تقدیر میں ہرگز تفکر نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے اس فعل کی بدولت پریشان ہو جائے اور اس بات سے (ہمیشہ) خوفزدہ رہے کہ کہیں وہ بے دین نہ ہو جائے۔ اور ہر مومن مسلمان پر یہ عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ اللہ عزوجل حکمت والا ہے اور یہ تمام احوال جیسا کہ کفر، نفاق، فسق جو انسان اس دنیا میں دیکھتا ہے، تمام اللہ جل جلالہٗ کے حکم کے ماتحت ہیں جس سے وہ اپنی رضا کے مطابق اپنی قدرت اور حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس میں ایک عظیم راز (پوشیدہ) ہے جس سے سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی بھی بشر مطلع نہیں۔

ایک حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عارف نے اللہ سے مناجات میں عرض کی ''الٰہی! تُو قدرت والا ہے اور تُو نے ہی ارادہ کیا اور تُو نے ہی میرے نفس میں برائی کو پیدا کیا''۔ ہاتفِ غیبی سے آواز آئی ''اے میرے بندے! یہی توحید کی شرط ہے جو عبودیت کی شرط ہے[1]''۔ عارف نے پھر التجا کی اور کہا ''میں نے خطا کی اور میں نے گناہ کیا اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا''۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی ''میں نے (تیری خطاؤں کو) بخش دیا اور میں نے (تیرے گناہوں سے) درگزر کیا اور میں نے (تیرے حال پر) رحم کیا''۔

پس ہر مومن پر فرض ہے کہ نیک اعمال کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سمجھے اور برائی کو اپنے نفس کی شامت سمجھے یہاں تک کہ اللہ کے ان نیک بندوں میں ہو جائے جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران۔135)

ترجمہ: جو لوگ بے حیائی کا کام کریں یا (گناہوں کے باعث) اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ ذکرِ اللہ کریں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہیں کہ اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے۔

---

[1] یعنی اس بات پر یقین رکھنا کہ ہر امر اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی ہونا ممکن نہیں۔

لہٰذا بندے کی بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ گناہوں کا سرزد ہو جانا بجائے اللہ کی طرف منسوب کرنے کے اپنے نفس کی طرف منسوب کرے کیونکہ وہی خالقِ حقیقی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلشَّقِیُّ وَالسَّعِیْدُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ

ترجمہ: (انسان) شقی اور سعید اپنی ماں کے پیٹ سے ہی ہے۔

یہاں 'ماں' سے مراد ان چار عناصر (مٹی، پانی، آگ اور ہوا) کا مجموعہ ہے جس سے بشری قوتیں پیدا ہوتیں ہیں۔ پس مٹی اور پانی سعادت کے مظہر ہیں کہ یہ قلب میں ایمان، علم اور تواضع کو زندہ کرتے ہیں اور اُن کی نشوونما کرتے ہیں اور اس کے برعکس آگ اور ہوا جلاتے اور ہلاک کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان مخالف اجزا کو ایک ہی جسم میں جمع کر دیا جیسے پانی اور آگ کو اور نور اور ظلمت کو بادلوں میں جمع کر دیا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○ (الرعد۔12)

ترجمہ: وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس میں خوف بھی ہے اور اُمید بھی۔ اور اُٹھاتا ہے بھاری بادلوں کو۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے سوال کیا گیا "آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا؟" جواب دیا "مجموعۂ اضداد[1] سے۔"

اسی لیے انسان آئینۂ جمال و جلالِ حق تعالیٰ اور مجموعۃ الکون[2] ہے اور اسے کونِ جامع[3] اور عالمِ کبریٰ[4] کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں یعنی صفتِ قہر اور صفتِ لطف سے پیدا فرمایا کہ آئینہ کے لیے دو صفات یعنی کثافت اور لطافت کا ہونا ضروری ہے۔ پس

---

1. اضداد جمع ہے ضد کی۔ یعنی مخالف چیزوں کو ایک ہی جسم میں جمع کر دینا۔ اللہ کی صفات بھی اضداد کا مجموعہ ہے۔ وہ رحیم بھی ہے اور جبار بھی، غفور بھی ہے اور قہار بھی 2. عالمِ موجودات کا خلاصہ 3. خلاصۂ کائنات 4. سب سے بڑا عالم

(انسان) اسمِ جامع (اسمِ ذات) کا مظہر ہے کیونکہ اس کے علاوہ دوسری تمام اشیاء کو صرف ایک ہی ہاتھ یعنی صفتِ لطف سے پیدا فرمایا جیسا کہ فرشتے اسم سبوح القدوس کے مظہر ہیں اور صفتِ قہر سے ابلیس اور اس کی اولاد کو پیدا فرمایا اور وہ اسم جبار کے مظہر ہیں اسی لیے انہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے سرکشی اور تکبر کیا۔ چونکہ انسان تمام کائنات کی علوی[1] اور سفلی[2] صفات کا مجموعہ ہے اسی لیے انبیاء اور اولیاء کرام بھی لغزشوں سے خالی نہیں لیکن انبیاء اپنی نبوت و رسالت کے باعث معمولی لغزشوں کے علاوہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن اولیاء کرام (گناہوں سے) معصوم نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بے شک اولیاء کرام ولایت کے کمال کو پہنچ کر کبیرہ گناہوں سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔

شیخ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سعادت کی پانچ علامات ہیں: (۱) نرم دلی (۲) کثرتِ گریہ زاری (۳) دنیا میں زہد (یعنی مجاہدۂ نفس) (۴) امیدوں کو کم کرنا (۵) کثرتِ حیا۔

شقاوت کی بھی پانچ علامات ہیں:

(۱) سخت دلی (۲) آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری نہ ہونا (۳) دنیا (کی لذات) سے رغبت (۴) طویل امیدیں (۵) حیا کی کمی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَلَامَةُ السَّعِيْدِ اَرْبَعَةٌ اِذَا اؤْتُمِنَ عَدَلَ وَاِذَا عَاهَدَ وَفٰى وَاِذَا تَكَلَّمَ صَدَقَ وَاِذَا خَاصَمَ لَمْ يَشْتِمْ۔

وَعَلَامَةُ الشَّقِيِّ اَرْبَعَةٌ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا عَاهَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا تَكَلَّمَ كَذَبَ وَاِذَا خَاصَمَ شَتَمَ وَلَا يَعْفُوْ عَنْ زَلَّةِ اَخَوَاتِهٖ

ترجمہ: سعید کی چار علامات ہیں کہ جب اُسے امین بنایا جائے تو عدل کرے، جب وعدہ کرے تو وفا کرے، جب بات کرے تو سچی کرے اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ نہ کرے۔

---

[1] اعلیٰ ترین [2] پست ترین

اور شقی کی بھی چار علامات ہیں کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے اور اپنے بھائیوں کی خطاؤں سے درگزر نہ کرے۔

حالانکہ معاف کر دینا دین کا ایک عظیم وصف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عفو کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (الاعراف۔199)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عفو اختیار کیجیے اور معرفت کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اعراض فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو اختیار کرنے کا حکم صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہی نہیں بلکہ یہ حکم عام تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے کیونکہ جب کسی سلطان کی جانب سے اس کے کسی عامل کے لیے کسی فعل کے لیے حکم جاری ہوتا ہے تو اس حکم کا اطلاق اس عامل کے زیرِ فرمان علاقہ کے تمام شہریوں پر ہوتا ہے اگرچہ خطاب صرف عامل کو ہی کیا گیا ہوتا ہے۔

خذ العفو کی شرح اس فقیر نے اس لیے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں 'خُذْ' سے مراد ہے کہ اپنے اندر یہ صفت دائمی طور پر پیدا کرو۔ جو لوگوں کی لغزشوں کو معاف کرنا سیکھ گیا وہ اللہ کے اسماء میں سے عفو کی صفت سے متخلق ہو گیا۔ اسی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ۔40)

ترجمہ: جس نے معاف کیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

جان لو کہ شقاوت کے سعادت میں بدل جانے اور سعادت کے شقاوت میں بدل جانے کا انحصار تربیت پر ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَلٰكِنْ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ

ترجمہ: ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا

دیتے ہیں۔

یہ حدیث پاک اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک سعادت اور شقاوت کی قابلیت ہر ایک (شخص) میں موجود ہوتی ہے۔ پس کسی کے لیے یہ کہنا کہ وہ شخص سعید ہے یا شقی ہے مناسب نہیں، بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ جب نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں تو وہ سعید ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔ اور جو اس کے علاوہ کوئی بات کہتا ہے تو وہ گمراہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انسان بغیر عمل اور توبہ کے جنت میں داخل ہوگا اور بغیر گناہوں کے دوزخ میں داخل ہوگا۔ پس یہ قول آیاتِ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کا وعدہ نیکوکاروں اور اہلِ ایمان سے کیا ہے اور دوزخ کا وعدہ کافروں، مشرکوں اور گناہگاروں سے کیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ (حٰمٓ السجدہ۔46)

ترجمہ: جو نیک اعمال کرتا ہے اپنے نفس کے لیے اور جو برائی کرتا ہے وہ بھی اپنے نفس کے لیے۔

نیز فرمایا:

❁ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ (المومن۔17)

ترجمہ: آج کے دن ہر کسی کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے رہے۔ آج کے دن کسی پر ظلم نہیں۔

اور فرمایا:

❁ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم۔39)

ترجمہ: بے شک انسان کے لیے وہی ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ (البقرہ۔110)

ترجمہ: اور جو نیکی اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بارھویں فصل

فقراء کے بیان میں

فقراء کو صوفیا کا نام دیا گیا ہے تو اس وجہ سے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ صوف کا لباس پہنتے ہیں یا انہوں نے اپنے دلوں کو دنیاوی کدورتوں[1] سے صاف کر رکھا ہے یا انہوں نے اپنے قلوب کو ماسویٰ اللہ (ہر چیز) سے پاک کر رکھا ہے۔ بعض لوگ انہیں (صوفی) اس لیے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ عالمِ قرب میں (حق تعالیٰ کے حضور) پہلی صف میں کھڑے ہوں گے۔ عالم چار ہیں عالمِ ملک (دنیا)، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت اور عالمِ لاھوت جو کہ عالمِ حقیقت ہے۔

اور اسی طرح علوم بھی چار ہیں علمِ شریعت، علمِ طریقت، علمِ معرفت اور علمِ حقیقت۔

اور اسی طرح ارواح بھی چار ہیں۔ روحِ جسمانی، روحِ نورانی، روحِ سلطانی اور روحِ قدسی۔

اور اسی طرح تجلیات بھی چار ہیں۔ تجلیٔ آثار، تجلیٔ افعال، تجلیٔ صفات اور تجلیٔ ذات۔

اور اسی طرح عقول بھی چار ہے۔ عقلِ معاش[2]، عقلِ معاد[3]، عقلِ روحانی اور عقلِ کُل۔

مذکورہ بالا ہر چار عالم، ارواح، تجلیات اور عقول کے مقابلہ میں بعض لوگ علمِ اوّل، روحِ اوّل، تجلیٔ اوّل اور عقلِ اوّل میں مقید ہیں اور ان کے لیے پہلی جنت یعنی جنتِ ماویٰ ہے۔ اور بعض دوسرے دائرہ میں مقید ہیں اور ان کے لیے دوسری جنت ہے جو کہ جنتِ نعیم ہے۔ اور بعض تیسرے دائرہ

---

[1] دنیاوی خواہشیں اور لذتیں [2] وہ عقل جو ہر وقت رزق اور مالِ دنیا کمانے کی فکر میں رہتی ہے۔ [3] وہ عقل جو فکرِ عقبیٰ میں مبتلا رہتی ہے۔

میں مقید ہیں اور ان کے لیے تیسری جنت ہے جو جنتِ فردوس ہے۔ اور یہ لوگ (جو پہلے تین دائروں میں مقید ہیں) ان تمام اشیاء کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور اہلِ حق میں سے فقراء و عارفین نے ان سب (مقامات و درجات) سے فرار حاصل کی اور عالمِ حقیقت وقربت میں (حق تعالیٰ سے) واصل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز (کی محبت) میں قید نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ترجمہ: ''دوڑو اللہ کی طرف'' کی پیروی کی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ

ترجمہ: دنیا اور آخرت اہلِ اللہ پر حرام ہیں۔

حرام ہونے سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ یہ دونوں (دنیا و آخرت) حرام ہیں اور نہ ہی یہ (اہلِ اللہ پر) حرام کی گئی ہیں بلکہ اہلِ اللہ نے ان دونوں کی طلب اور محبت کو اپنے نفس پر حرام کر رکھا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ دونوں (جنت و دنیا) حادث[1] ہیں اور ہم مُحدَث[2] ہیں تو حادث دوسرے حادث کو کیسے طلب کر سکتا ہے۔ بلکہ حادث پر تو واجب ہے کہ وہ مُحدِث[3] کی طلب کرے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ مَحَبَّتِیْ مَحَبَّۃُ الْفُقَرَآءِ

ترجمہ: فقراء سے محبت رکھنا مجھ سے محبت رکھنا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِہٖ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔

یہاں فقر سے مراد وہ فقر (یعنی محتاجی) ہرگز نہیں جو عوام میں مشہور و معروف ہے بلکہ اس فقر سے مراد اللہ عزوجل کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سوا تمام دنیاوی اور اُخروی لذتوں کا ترک کرنا ہے۔

---

[1] وہ شے جو پہلے نہ تھی اور پھر پیدا کی گئی، مخلوق [2] پیدا ہونے والی چیز [3] پیدا کرنے والا، خالق

اس سے مراد یہ ہے کہ (طالبِ حق) اس قدر فنافی اللہ ہو جائے کہ اُس کے نفس میں اُس کے ہی نفس کے لیے کوئی شے باقی نہ رہے اور اس کے قلب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کچھ نہ سمایا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ (حدیثِ قدسی میں) فرماتا ہے:

❁ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ بَلْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں بلکہ اپنے مومن بندے کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

اور مومن سے مراد وہ (شخص) ہے جس کا قلب بشری صفات سے صاف اور غیر (ماسویٰ اللہ) سے خالی ہو گیا ہو اور اس کے قلب میں ذاتِ حق تعالیٰ کا عکس سما گیا ہو۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

❁ لَوْ اَنَّ الْعَرْشَ وَمَا حَوْلَهٗ اُلْقِیَ فِیْ زَاوِیَۃٍ مِّنْ زَوَایَا قَلْبِ الْعَارِفِ مَا اَحَسَّ بِهٖ

ترجمہ: عرش اور اس کے اطراف میں جو کچھ بھی ہے اگر وہ عارف کے قلب کے گوشوں میں سے کسی ایک گوشے میں رکھ دیا جائے تو اُسے احساس تک نہ ہو۔

پس جو (اللہ تبارک وتعالیٰ کے) محبین سے محبت کرتا ہے وہ آخرت میں ان کے ساتھ ہوگا اور اُن کی محبت کی علامت یہ ہے کہ انہیں اُن (اہل اللہ فقراء) کی صحبت (میں رہنے) کی محبت اور لقائے حق تعالیٰ کا اشتیاق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا:

❁ طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاِنِّیْ لَاَشَدُّ شَوْقًا اِلَیْھِمْ

ترجمہ: نیکوکار میرے دیدار کے مشتاق ہوتے ہیں اور میں اُن (نیکوکاروں) سے بڑھ کر ان کا مشتاق ہوتا ہوں۔

اور جو (باطنی) لباس وہ (فقراء) پہنتے ہیں وہ تین طرح کا ہے جس کا ذکر تیسری فصل (جسموں میں ارواح کے تصرف) میں آچکا ہے اور اُن کے اعمال کی حالت یہ ہے کہ مبتدی[1] کے عمل میں اچھائی (خیر) اور برائی (شر) دونوں حالتیں غیر مستقل[2] ہیں۔ متوسط کے عمل میں اچھائی (خیر)

---

1 وہ طالب جو ابھی راہِ سلوک کی ابتدا میں ہو 2 یعنی وہ کبھی خیر کی طرف مائل ہوتا ہے کبھی شر کی طرف

کے مختلف رنگ مثلاً انوارِ شریعت، طریقت اور معرفت غیر مستقل طور پر[1] پائے جاتے ہیں اور ان کے لباس بھی غیر مستقل اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں مثلاً سفید، نیلگوں اور سبز۔ اور منتہی[2] کا عمل سورج کے نور کی مانند سب رنگوں سے خالی ہوتا ہے جو کوئی بھی رنگ قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح اس کا (باطنی) لباس بھی سیاہ رنگ کی مانند کوئی رنگ قبول نہیں کرتا۔ اور یہ نورِ معرفت پر پڑے حجاب کے فنا ہونے کی علامت ہے۔ جیسا کہ رات سورج کے نور کے لیے نقاب ہے (اسی طرح اس کا جسم اس کے باطنی نور کے لیے نقاب ہے) جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًاO وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (النبا۔10-11)

ترجمہ: اور ہم نے رات کو لباس اور دن کو ذریعہ معاش بنایا۔

اس میں ایک لطیف اشارہ ہے جس میں عقل اور علم کا ایک خاص جوہر ہے۔ نیز اس طرف اشارہ ہے کہ اہلِ قرب کے لیے دنیا کی زندگی قید خانہ، غربت، غم، غصہ، محنت ومشقت اور ظلمت (کی شکل) ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔

پس (مومن کے لیے) اس عالمِ ظلمت میں ظلماتی[3] لباس ہی بہتر ہے۔ صحیح حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ:

❁ اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ فَالْاَمْثَلُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ

ترجمہ: انبیاء اور اولیاء پر بلاؤں کو مسلط کیا گیا پھر ان کے جیسوں پر اور پھر ان کے جیسوں پر۔

---

[1] یعنی وہ شر سے تو نجات پا چکا ہے لیکن خیر اس کے باطنی مقامات، مقامِ شریعت، مقامِ طریقت، مقامِ معرفت کے مطابق کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ [2] وہ طالبِ حق جو راہِ سلوک کی انتہا پر پہنچ چکا ہو۔ [3] یعنی جس طرح قید خانہ میں قیدی کیلئے مخصوص لباس ہے اسی طرح اس دنیا میں بھی مومن کی پاک اور آزاد روح کے لیے جسم کا ظلماتی لباس ہے۔

اور (علماء سو کا ظاہری طور پر) سیاہ لباس پہننا اور سیاہ عمامہ باندھنا وہ لباس ہے جو آفت کی علامت ہے اور یہ سوگواروں اور مصیبت زدوں کا لباس ہے جن میں مکاشفہ، مشاہدہ اور معائنہ (جیسے مراتب کے حصول) کی قابلیت فوت ہو چکی ہے اور شوق، ذوق، عشق، روحِ قدسی اور مرتبہ قرب و وصال کی موت کی وجہ سے حیاتِ ابدی سے محروم ہو گئے ہیں اور یہ سب عظیم مصائب میں سے ہے اور ایسے شخص کے لیے (جو یہ سب کھو چکا ہو) تمام عمر سوگواروں کا سا لباس پہننا ضروری ہے کہ وہ اپنی آخرت کی منفعت کو کھو چکا ہے اور یہ سب مراتب ایسے ہی ہیں جیسے کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے جس کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ وہ چار ماہ اور دس دن ماتمی لباس پہنے کہ اس کی دنیاوی منفعت فوت ہو گئی ہے اور آخرت کے ماتم کی مدت غیر متناہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُخْلَصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ

ترجمہ: (اللہ کے) مخلصین کو عظیم خطرات درپیش رہتے ہیں۔

پس یہ سب فقر اور فنا کی صفت ہے اور حدیث میں آیا ہے:

❁ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ

ترجمہ: فقر دونوں جہان میں چہرے کی روسیاہی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ فقر ذاتِ حق تعالیٰ کے چہرے کے نور کے علاوہ کوئی رنگ قبول نہیں کرتا کہ (فقر کی) سیاہی محبوب کے چہرے پر کالے تل کی مانند ہے جو اس کے جمال اور حسن کو بڑھا دیتا ہے اور جب اہلِ قرب حق تعالیٰ کے جمال کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس کے بعد اُن کی آنکھوں کا نور اللہ کے سوا کسی کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا اور وہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو محبت سے نہیں دیکھتے کہ دونوں جہان میں ان کا محبوب اور مطلوب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا ارادہ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت اور وصال کے لیے پیدا فرمایا۔ پس انسان کے لیے واجب ہے کہ دونوں جہانوں میں وہ چیز طلب کرے جس کے لیے اس کو پیدا فرمایا

گیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی عمر لایعنی کاموں میں ضائع ہو جائے اور مرنے کے بعد اُسے عمر ضائع کرنے کے باعث (حق تعالیٰ کے سامنے) نادم ہونا پڑے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com ★

تیرھویں فصل

طہارت کے بیان میں

طہارت دو طرح کی ہے۔ظاہری طہارت شریعت کے پانی سے حاصل ہوتی ہے اور باطنی طہارت توبہ، تلقینِ مرشد، تصفیہ اور طریقت کی راہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔پس جب نجاست کے اخراج کے باعث شریعت کا وضو ٹوٹ جائے تو پانی سے (وضو کی) تجدید کرنا واجب ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ جَدَّدَ الْوُضُوْءَ جَدَّدَ اللّٰہُ اِلٰی اِیْمَانَہٗ

ترجمہ: جس نے وضو کو تازہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کے ایمان کو تازہ کیا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْوُضُوْءُ عَلَی الْوُضُوْءِ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ

ترجمہ: وضو پر وضو کرنا نور پر نور ہے۔

پس جب افعالِ ذمیمہ اور اخلاقِ رذیلہ مثلاً تکبر، عُجب، حسد، کینہ، غیبت، چغلی، بہتان اور جھوٹ اور (ظاہری اعضاء) آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں کی خیانت سے باطنی وضو ٹوٹ جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ ترجمہ: ''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں'' تو اس کی تجدید کے لیے آخری عمر تک ان مفسدات سے سچی توبہ کرے اور ندامت کے باعث خود کو ملامت کرے اور استغفار کرے اور وہ اشغال اختیار کرے جن سے باطل کا قلع قمع ہو جائے اور عارف کو چاہیے

کہ ان آفات (جن سے باطنی وضو ٹوٹ جاتا ہے) سے اپنی توبہ کی حفاظت کرے تاکہ اس کی نماز کامل ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق۔32)

ترجمہ: یہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہر اُس کے لیے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور (اپنی توبہ کی) حفاظت کرنے والا ہے۔

ظاہری وضو کے لیے تمام دن اور رات کا وقت ہے اور باطنی وضو کا وقت تمام عمر کے لیے دائمی ہے۔ عمر سے مراد دنیا و آخرت کی عمر ہے اور باطنی عمر کے لیے کوئی انتہا نہیں۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

چودھویں فصل

نمازِ شریعت اور طریقت کے بیان میں

نمازِ شریعت وہ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ۔238) ترجمہ: "اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص کر) وسطی نماز کی" میں دیا گیا ہے۔ نمازِ شریعت سے مراد وہ نماز ہے جو ظاہری اعضاء اور جسمانی حرکات سے ارکانِ نماز جیسے قیام، قرأت، رکوع، سجود، قعود اور آواز و الفاظ سے ادا کی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ میں (صلوٰۃ کے لیے) جمع کا لفظ (صَلَوٰت) استعمال کیا ہے۔ اور جو نمازِ طریقت ہے وہ قلب کی دائمی نماز ہے جس کا علم اس آیت وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں دیا گیا ہے اور جو کہ قلبی نماز ہے کیونکہ قلب کو جسم کے وسط میں دائیں اور بائیں (پہلو) کے درمیان اور بالائی اور زیریں (حصہ) کے درمیان اور سعادت اور شقاوت کے درمیان پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَآءُ

ترجمہ: بنی آدم کے قلوب اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہتا ہے (قلوب کو) پھیر دیتا ہے۔

دو انگلیوں سے مراد قہر (جلال) اور لطف (جمال) کی صفات ہیں۔ پس اس آیت اور حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل نماز قلبی نماز ہے۔ پس جب انسان اس (قلبی) نماز سے غافل ہو جاتا

ہے تو اُس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جس کی (قلبی) نماز فاسد ہو گئی اس کی ظاہری نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ نمازی (نماز میں) اپنے رب کی مناجات کرتا ہے اور مناجات کا محل (مقام) قلب ہے اور جب قلب غافل ہو جاتا ہے تو وہ (باطنی) نماز کو باطل کر دیتا ہے اور ظاہری نماز کو بھی، کیونکہ قلب اصل (یعنی بنیاد) ہے اور باقی (اعضاء) اس کے تابع ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً فَاِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

ترجمہ: اولادِ آدم کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو پورا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور بے شک وہ قلب ہے۔

نمازِ شریعت کے لیے سارے دن اور رات میں پانچ اوقات (مقرر) ہیں اور (اس کی ادائیگی کے لیے) سنت طریقہ یہ ہے کہ اس نماز کو مسجد میں باجماعت کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر اور امام کی اقتدا میں بلا ریا اور نمائش ادا کیا جائے۔

اور نمازِ طریقت دائمی نماز ہے جو تمام عمر کے لیے (ادا کی جاتی) ہے اور اس کی مسجد قلب ہے اور اس کی جماعت تمام باطنی قوتوں کو جمع کرنا اور باطن کی زبان سے تمام اسمائے توحید کے ذکر میں مشغول ہونا ہے اور قلب میں (حق تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا) شوق اس کا امام ہے اور اس کا قبلہ حضرتِ احدیت جل جلالہٗ اور جمالِ صمدیت[1] ہے اور وہی حقیقی قبلہ ہے۔ قلب اور روح دونوں

1۔ یعنی قلبی نماز حق تعالیٰ کے چہرے کو دیکھ کر ادا ہوتی ہے اور نمازی کا حقیقی قبلہ بے نیاز ذات حق تعالیٰ کے جمال کا دیدار ہے۔

اس نماز میں دائمی طور پر مشغول رہتے ہیں کیونکہ قلب کے لیے نیند اور موت نہیں بلکہ یہ نیند اور بیداری میں بھی (ذکرِ حق میں) مشغول رہتا ہے۔

اور قلبی نماز حیاتِ قلب کے ساتھ بغیر آواز اور قیام و قعود کے (ادا ہوتی) ہے یعنی قلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت میں اللہ تعالیٰ سے اس کا فرمان اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں" کہہ کر مخاطب ہوتا ہے۔

تفسیر قاضی میں ان آیات کے بارے میں آیا ہے کہ یہ عارف کے اس حال کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ حالتِ غیب سے حضرت احدیت سبحانہٗ وتعالیٰ میں پہنچ جاتا ہے اور اس فرمان کا مستحق بن جاتا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْلِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ کَمَا یُصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِهِمْ

ترجمہ: انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں (بھی ایسے ہی) نماز ادا کرتے ہیں جیسے اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔

یعنی اپنے زندہ قلوب کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مناجات میں مشغول رہتے ہیں۔ جب ظاہری و باطنی دونوں نمازیں جمع ہو جائیں تو نماز مکمل ہو جاتی ہے اور اس کا اجرِ عظیم روحانی طور پر قربِ حق اور جسمانی طور پر درجات (یعنی جنت) ہیں۔ ایسا نمازی ظاہر میں عابد اور باطن میں عارف ہوتا ہے اور اگر حیاتِ قلب حاصل نہ ہونے سے نمازِ طریقت نمازِ شریعت کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو وہ (نماز) ناقص ہے اور اس کا اجر قرب نہیں بلکہ محض درجات ہیں۔

پندرہویں فصل

عالمِ تجرید میں طہارتِ معرفت کے بیان میں

عالمِ تجرید[1] میں طہارتِ معرفت کی دو اقسام ہیں۔ معرفتِ صفات کے لیے طہارت اور معرفتِ ذات کے لیے طہارت۔

طہارتِ معرفتِ صفات تلقینِ مرشد اور اسماء (اسمِ اَللّٰہُ ذات) کے (دائمی) ذکر سے نقوشِ بشریت اور حیوانیت سے قلب کے آئینہ کو صاف کر لینے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی جس سے قلب کی آنکھ کو صفاتِ الٰہیہ کے نور سے ایسی نظر حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اس (نظر) سے قلب کے آئینہ میں جمالِ الٰہی کے عکس کا مشاہدہ کرتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْقَلْبِ

ترجمہ: مومن قلب کا آئینہ ہے۔

---

[1] خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس اپنی تصنیف مبارکہ ”شمس الفقرا“ میں تجرید کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں ”تجرید یہ ہے کہ طالب (سالک) ہر ایک مقام سے نکل کر تنہا ہو گیا اور نفس و شیطان سے اس نے خلاصی پائی۔ مقامِ حضور ہمیشہ اس کے مدِنظر رہتا ہے“۔ (شمس الفقرا)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (مزید) فرمایا:

❁ اَلْعَالِمُ يُنَقِّشُ وَالْعَارِفُ يُصَقِّلُ

ترجمہ: عالم نقش کرتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے۔

پس جب اسماء کے دائمی ذکر سے (قلب کے آئینہ کا) تصفیہ مکمل ہو جاتا ہے تو (طالب کو) قلب کے آئینہ میں صفاتِ الٰہیہ کے مشاہدہ سے معرفتِ صفات حاصل ہو جاتی ہے۔

اور طہارتِ معرفتِ ذات بارہ اسمائے توحید میں سے آخری تین اسماء کے چشمِ سِرّ میں دائمی ذکر کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ پس توحید کے نور سے چشمِ سِرّ کو ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ جب انوارِ ذات کی تجلی ہوتی ہے تو بشریت پگھل جاتی ہے اور مکمل طور پر فنا ہو جاتی ہے۔ پس یہ استہلاک[1] اور فنا الفناء کا مقام ہے کہ یہ تجلی تمام انوار کو مٹا دیتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص۔88)

ترجمہ: ہر شے کو فنا ہے سوائے اس (اللہ) کے چہرہ کے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (الرعد۔39)

ترجمہ: اور اللہ جس (چیز) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے۔

پس روحِ قدسی نورِ الٰہی سے بقا پاتی ہے اور بغیر کسی کیفیت اور تشبیہ کے اس کی طرف، اُسی سے، اُس کے ساتھ، اُس میں اُسی کے لیے دیکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ۔11)

ترجمہ: اُس (اللہ) کی مثل کوئی شے نہیں۔

---

[1] ہلاکت اور فنا

اس وقت صرف نورِ مطلق ہی باقی رہ جاتا ہے اور اس سے آگے (کے معاملہ) کی خبر دینا (کسی کے لیے) ممکن نہیں کہ یہ عالمِ محویت ہے جہاں نہ تو عقل باقی رہتی ہے کہ کچھ خبر دے سکے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (اس مقام کا) محرم ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ

ترجمہ: میرا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ایسا بھی ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہے اور نہ کسی نبی ورسول کی۔

پس یہ عالمِ تجرید ہے جس میں غیر اللہ کی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

تَجَرَّدْ تَصِلْ اِلَیَّ

ترجمہ: تجرد اختیار کرو اور مجھے پالو۔

تجرید سے مراد صفاتِ بشریت سے مکمل فنا ہے اور اس عالم (عالمِ محویت) میں صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر بقا حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔

یعنی صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو جاؤ۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

سولہویں فصل

زکوٰۃ شریعت اور طریقت کے بیان میں

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دنیا میں جو مال کمائے تو مقررہ نصاب میں سے ہر سال معینہ وقت پر مصارفِ زکوٰۃ[1] کو عطا کرے اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ آخرت کی کمائی (نیک اعمال) سے فقرائے دین اور مساکینِ اُخروی کو عطا کرے اور اس زکوٰۃ کو قرآن میں صدقہ کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ (التوبہ۔60)

ترجمہ: صدقات فقراء کے لیے ہیں۔

یعنی یہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا (اس صدقہ کو) قبول کر لینا ہے اور یہ (زکوٰۃ) دائمی ہے اور (زکوٰۃ طریقت سے مراد) ایصالِ ثواب ہے۔ پس جب (انسان) اللہ کی رضا کے لیے آخرت کی کمائی (یعنی نیک اعمال) میں سے گناہگاروں کو (ثواب) بخش دیتا ہے تو اللہ اس کے وہ سب گناہ جو اس نے صدقہ، نماز، روزہ، حج، تسبیح، تحلیل[2]، تلاوتِ قرآن اور سخاوت اور دیگر نیک اعمال کی ادائیگی میں کیے تھے، معاف فرما دیتا ہے تو اس کی اپنی نیکیوں میں سے اس کی اپنی ذات کے لیے کچھ ثواب نہیں بچتا۔ پس وہ مفلس ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی سخاوت اور مفلسی کو پسند کرتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

---

1. زکوٰۃ کے مستحق افراد مصارفِ زکوٰۃ کہلاتے ہیں 2. طلب ذکرِ حق تعالیٰ

فرمایا:

❁ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْنِ

ترجمہ: مفلس دونوں جہان میں اللہ کی امان میں ہوتا ہے۔

اور حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

❁ اِلٰھِیْ مَا کَانَ نَصِیْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا فَاَعْطِہٖ لِلْکَافِرِیْنَ وَمَا کَانَ نَصِیْبِیْ مِنَ الْعُقْبٰی فَاَعْطِہٖ لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَلَا اُرِیْدُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا ذِکْرَکَ وَلَا مِنَ الْعُقْبٰی اِلَّا رُؤْیَتَکَ

ترجمہ: الٰہی! دنیا میں جو کچھ میرے نصیب میں ہے وہ کافروں کو عطا کر دے اور جو کچھ آخرت میں میرے نصیب میں ہے وہ مومنین کو عطا کر دے کیونکہ میں دنیا میں تیرے ذکر اور آخرت میں تیرے دیدار کے سوا کچھ نہیں چاہتی۔

پس بندہ وہ ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اللہ کی راہ میں دے دے تو قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کے بدلہ میں اُس جیسی دس نیکیاں عطا کرے گا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا (الانعام۔160)

ترجمہ: جو کوئی ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اُس جیسی دس (نیکیاں) ہوں گی۔

اور اس زکوٰۃ کا مقصد یہ بھی ہے کہ قلب کو نفسانی صفات سے پاک کیا جائے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (الشمس۔9)

ترجمہ: فلاح پائی انہوں نے جنہوں نے اپنا تزکیہ کر لیا۔

اور فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ۔245)

ترجمہ: کون ہے وہ جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لیے اس دینے کو مزید بڑھا

دے۔

اس دائرہ میں قرض سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور نیکیوں میں سے بغیر منت کے محض رب کریم کی شفقت کے لیے اس کی مخلوق پر احسان کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ۔264)

ترجمہ: اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا دے کر باطل نہ کر لیا کرو۔

یعنی اللہ کی راہ میں اس خرچ کے بدلے میں دنیا نہ طلب کرو جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

- لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران۔92)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک تم اس میں سے خرچ نہ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ستارہویں فصل

روزۂ شریعت اور طریقت کے بیان میں

روزۂ شریعت دن میں کھانے، پینے اور جماع سے باز رہنا ہے اور روزۂ طریقت یہ ہے کہ (انسان) دن اور رات، ظاہری و باطنی طور پر اپنے تمام اعضاء کو حرام اور ممنوعہ چیزوں اور برائیوں مثلاً عجب وغیرہ سے روکے اور اگر وہ ان تمام افعال جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، میں سے کسی ایک (فعل) کا بھی ارتکاب کرے گا تو روزۂ طریقت باطل ہو جائے گا۔ پس روزۂ شریعت کے لیے وقت مقرر ہے اور روزۂ طریقت عمر بھر کے لیے دائمی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- وَرُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صَوْمِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ

ترجمہ: اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے ان کے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ (حاصل) نہیں۔

اسی لیے کہا گیا کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جو افطار کرنے والے ہیں اور کتنے ہی افطار کرنے والے ایسے ہیں جو روزہ سے ہیں۔ یعنی اپنے اعضاء کو مناہی[1] اور لوگوں کو ایذا دینے سے روکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

- اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ (حدیث قدسی)

ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔

---

[1] شریعت میں حرام اور ممنوعہ باتیں

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کی اور دوسری خوشی رویت (دیدارِ حق تعالیٰ) کی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی (یہ خوشیاں) عطا فرمائے۔

اہلِ شریعت کہتے ہیں کہ افطار سے مراد غروبِ آفتاب کے بعد کھانا پینا ہے اور رویت سے مراد عید کی شب چاند کا دیکھنا ہے اور اہلِ طریقت کہتے ہیں کہ افطار سے مراد جنت میں داخل ہونا ہے اور اس میں جو نعمتیں ہیں ان سے روزہ افطار کرنا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے ہمیں اور آپ کو عطا فرمائے۔ اور رویت سے مراد قیامت کے دن سِرّ کی نگاہ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور آپ کو بھی اپنا دیدار نصیب فرمائے۔

اور روزۂ حقیقت یہ ہے کہ قلب کو ماسویٰ اللہ تعالیٰ سے پاک کیا جائے اور سِرّ کو غیر اللہ کی محبت اور مشاہدہ سے پاک کیا جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

❁ اَلْاِنْسَانُ سِرِّيْ وَاَنَا سِرُّهٗ

ترجمہ: انسان میرا سِرّ ہے اور میں انسان کا سِرّ ہوں۔

پس سِرّ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اور اس کا میلان غیر اللہ کی طرف ہرگز نہیں ہوتا اور اسے دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی محبوب، مرغوب اور مطلوب نہیں۔ اگر وہ غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو روزۂ حقیقت فاسد ہو جاتا ہے اور اُس روزے کی قضا یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبت اور دیدار کی طرف (دوبارہ) لوٹ جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

❁ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ

ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔

اٹھارویں فصل

حج شریعت اور طریقت کے بیان میں

حجِ شریعت: حجِ شریعت یہ ہے کہ تمام شرائط اور ارکان کے ساتھ بیت اللہ کا حج کیا جائے یہاں تک کہ (حاجی کو) حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر شرائط (کی ادائیگی) میں کسی قسم کا نقص واقع ہو جائے تو حج کا ثواب ناقص اور (حج) باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں حج کو (بغیر کسی نقص کے) کامل کرنے کا حکم فرمایا ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ۔196)

ترجمہ: اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

حج کی شرائط یہ ہیں: سب سے پہلے احرام باندھنا، مکہ میں داخل ہونا، طوافِ قدوم کرنا[1]، عرفات میں وقوف کرنا[2]، مزدلفہ میں رات گزارنا، منیٰ میں قربانی کرنا، حرم میں داخل ہونا، کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا، آبِ زم زم پینا اور مقامِ ابراہیم خلیل اللہ پر دو رکعتیں واجب الطواف پڑھنا۔

ان (شرائط کی ادائیگی) کے بعد وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے احرام (کی حالت) میں حرام قرار دی تھیں۔ پس (حاجی کے لیے) اس حج کی جزا جہنم سے رہائی اور اللہ تعالیٰ

---

[1] مسجد حرام میں داخل ہونے کے وقت جو طواف کیا جاتا ہے [2] میدانِ عرفات میں رک کر حج کا خطبہ سننا جہاں ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہے۔

کے قہر سے امان پانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران۔97)

ترجمہ: اور جو اس (کے حرم) میں داخل ہوا وہ امان پا گیا۔

اس کے بعد طواف صدر[1] اور پھر اپنے وطن کو واپسی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس (حج شریعت) کی توفیق عطا فرمائے۔

حج طریقت: حج طریقت میں زادِ راہ اور سواری سب سے پہلے صاحبِ تلقین (مرشد کامل اکمل) کی تلاش اور اس سے تلقین حاصل کرنا ہے اور پھر (ذکر کے) معنی پر نظر رکھتے ہوئے زبان سے دائمی ذکر کرنا ہے اور ذکر سے مراد زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کرنا ہے۔ جب قلب کو (دائمی) حیات حاصل ہو جائے تو باطن میں ذکرِ حق تعالیٰ میں مشغول ہو جانا چاہیے یہاں تک کہ سب سے پہلے اسمائے صفات کے دائمی ذکر[2] سے (قلب کا) تصفیہ ہو جائے جس کے باعث جمالِ حق تعالیٰ کی صفات کے انوار سے (باطن میں) کعبۂ سِرّ ظاہر ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو حکم فرمایا:

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ (البقرہ۔125)

ترجمہ: میرے گھر (بیت اللہ) کو طواف کرنے والوں کے لیے پاکیزہ رکھو۔۔۔۔۔ آخر تک۔[3]

پس ظاہری کعبہ مخلوقات میں سے طواف کرنے والوں کے لیے صاف کیا جاتا ہے اور باطنی کعبہ خالق کے مشاہدہ کے لیے ہے اور اس (ذاتِ حق تعالیٰ) کا جلوہ دیکھنے کے لیے کعبۂ باطن کو ماسویٰ

---

[1] مسجد حرام سے رخصت ہونے کے وقت بیت اللہ کا آخری الوداعی طواف [2] باطن میں اسمائے صفات کے دائمی ذکر میں مشغول ہونے سے مراد ہے کہ صفاتی اسماء مثلاً الرحمٰن، الرحیم، لطیف وغیرہ کی صفات سے متصف ہوا جائے اور ان صفات کو دائمی طور پر اپنا لیا جائے۔ اسمائے الٰہیہ کی صفات سے متصف ہونا صرف مرشد کامل اکمل کی صحبت اور مہربانی سے ممکن ہے۔ [3] طواف کرنے والوں کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں رکوع کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(اللہ کے سوا) سے طہارت دی جائے، پھر روحِ قدسی کے نور سے احرام باندھا جائے اور قلب کے کعبہ میں داخل ہوا جائے اور پھر دوسرے اسم "اَللّٰہُ"[1] کے دائمی ذکر کے ساتھ طوافِ قدوم کیا جائے اور عرفاتِ قلب جو کہ مناجات کا مقام ہے، میں تیسرے اسم "ھُوْ"[2] اور چوتھے اسم "حق"[3] کے ذکر کے ساتھ وقوف کیا جائے اور پھر فواد کے مزدلفہ میں آئے اور پانچویں اسم "حیّ"[4] اور چھٹے اسم "قیوم"[5] کو (ذکر میں) جمع کرے اور منیٰ یعنی مقامِ سِرّ میں آئے جو حرمین کے درمیان ہے اور اس کے مابین وقوف کرے اور ساتویں اسم "قہار"[6] کے دائمی ذکر سے (منیٰ یعنی مقامِ سِرّ میں) نفسِ مطمئنہ کی قربانی کرے کہ یہ اسم فنا کا باعث اور کفر کے حجاب کو کھولنے والا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْكُفْرُ وَالْاِيْمَانُ مَقَامَانِ مِنْ وَّرَآءِ الْعَرْشِ وَهُمَا حِجَابَانِ بَيْنَ الْعَبْدِ وَرَبِّهٖ عَزَّشَانُهٗ اَحَدُهُمَا اَسْوَدُ وَالْاٰخَرُ اَبْيَضُ

ترجمہ: کفر اور ایمان عرش سے آگے کے دو مقامات ہیں اور یہ دونوں (مقامات) بندے اور اس کے رب کے درمیان حجاب ہیں اور دونوں میں سے ایک کا رنگ سیاہ اور دوسرے کا سفید ہے۔

اس (قربانی) کے بعد حلق[7] ہے یعنی آٹھویں اسم کے ذکر سے روحِ قدسی کا صفاتِ بشریت سے حلق کرے (یعنی ان سے نجات حاصل کرے) اور پھر نویں اسم کے ذکر سے حرمِ سِرّ میں داخل ہو جائے اور اعتکاف کرنے والوں کا دیدار کرے اور دسویں اسم کے ذکر سے مقامِ قرب اور انسیت

---

[1] جب طالب تمام صفاتی اسماء کو اپنے قلب میں جاری کر لیتا ہے یعنی صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کے باعث اس کے قلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے تو "اَللّٰہُ" کی ذات اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہاں اَللّٰہُ کو دوسرا اسم کہا گیا ہے حالانکہ یہ اللہ کا اسم اوّل ہے لیکن یہاں دوسرا اسم کہنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ پہلے انسان میں اللہ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں اور بعد میں ذات۔ [2] ھُوْ تک پہنچ جانا [3] ذاتِ حق تعالیٰ کی اپنے ہی باطن میں حق الیقین کے ساتھ پہچان حاصل کرنا [4] [5] ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ حیّ و قیوم ہو جانا [6] اسم قہار کی تجلیات سے نفس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دینا جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔ [7] سر منڈانے کے عمل کو حلق کہتے ہیں، یعنی صفاتِ بشریت سے نجات حاصل کرنا۔

(محبت) میں اعتکاف کرے اور بلا کیف و تشبیہ پاک و بے نیاز اور بلند شان والے رب کے جمال کا دیدار کرے اور پھر گیارھویں اسم مع چھ اسمائے[1] فروعات کے دائمی ذکر سے سات طواف کرے اور (طواف کرنے کے بعد) بارھویں اسم کے ذکر کے پیالے میں بدستِ قدرت (پاکیزہ) شراب پیئے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (الدھر۔21)

ترجمہ: اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

اور پھر چہرۂ حق تعالیٰ سے نقاب اُٹھ جاتا ہے اور (کسی بھی قسم کی) تشبیہ سے پاک ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کو اسی کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے:۔

مَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ

ترجمہ: جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے قلب پر اس کا خیال گزرا[2] یعنی بغیر حروف اور آواز کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے اور کسی بشر کے قلب پر (ان کیفیات کا) خیال نہ گزرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس سے خطاب کا ذوق ہے۔

پس اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا وہ حلال ہو جاتی ہیں[3] اور اسمائے توحید کی تکرار سے برائیاں نیکیوں میں بدل جاتی ہیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان۔70)

ترجمہ: جو (سچی) توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال کرے پس اللہ اس کی برائیوں کو نیکیوں

---

1 نفس کی مکمل فنا کے بعد دیگر تمام اسماء کے دائمی ذکر سے مراد طالب کی ذات میں اللہ کی ذات اور تمام صفات کا ظاہر ہو جانا ہے۔ 2 عارفین کو قربِ حق میں وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو نہ سوچا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کے وہم و گمان میں آسکتا ہے۔ 3 قربِ حق کے سفر میں طالبِ حق کو تصفیہ قلب کے لیے بہت سی حلال چیزوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے تاکہ قلب میں کسی قسم کی لذت اور خواہش باقی نہ رہے۔ قربِ حق میں پہنچ کر وہ سب چیزیں جو پہلے ترک کی گئی تھیں، حلال ہو جاتی ہیں۔

میں بدل دیتا ہے[1]۔

اور پھر وہ نفسانی تصرفات سے آزاد ہو جاتا ہے اور خوف وغم سے امان پا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (یونس۔62)

ترجمہ: بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غم۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور جود وکرم سے ہمیں بھی یہ (حج طریقت) نصیب فرمائے۔

پھر تمام اسماء کی تکرار سے طواف صدر ہے اور بارھویں اسم کے ذکر سے اپنے اصلی وطن عالمِ قدس اور عالمِ احسن تقویم میں واپس لوٹتا ہے اور یہ (مقام) عالمِ یقین سے متعلق ہے اور یہ تاویلات دائرہ زبان اور عقل کے اندر ہیں اور جو (مقامات) اس سے آگے ہیں اس کی خبر دینا (کسی بشر کے لیے) ممکن نہیں اور نہ کسی (عام انسان کے) فہم اور ذہن کو ان کا ادراک ہو سکتا ہے اور نہ ہی حوصلے ان (مقامات کے انوار وتجلیات کو برداشت کرنے) کی طاقت رکھتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ مِنَ الْعُلُوْمِ کَھَیْئَۃِ الْمَکْنُوْنِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا الْعُلَمَآءُ بِاللّٰہِ

ترجمہ: بے شک علوم میں سے ایک علم ہے جسے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اسے علماء ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

پس جب وہ (علماءِ ربانی) اس (پوشیدہ وباطنی علم) کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اہلِ عزت اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ عارف جو بات بھی کرتا ہے وہ حقیقی (اور باطنی) ہوتی ہے اور عالم جو بات بھی کرتا ہے وہ سطحی (اور ظاہری) ہوتی ہے۔ پس عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا سر ہے جس کو اللہ کے سوا

---

[1] یعنی جو قربِ حق تعالیٰ کی طلب کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تصدیق بالقلب سے ایمان لائے جو کہ معرفتِ حق تعالیٰ سے ہی ممکن ہے، تب ہی برائیاں نیکیوں میں بدلتی ہیں ورنہ زبانی اقرار اور ظاہری توبہ سے اللہ پاک اگر چاہے تو گناہوں کو تو بخش دیتا ہے مگر برائیاں نیکیوں میں نہیں بدلتیں۔

کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ۔255)

ترجمہ: اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہتا ہے۔

یعنی وہ انبیا اور اولیاء ہیں (جن کی رسائی وہ اپنے علم تک کرتا ہے)۔

- فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (طٰہٰ۔7-8)

ترجمہ: پس (اللہ) ہر مخفی اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام اچھے نام اس کے ہیں۔

اور اللہ ہی (سب) جانتا ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

انیسویں فصل

وجد اور صفا کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (الزمر۔23)

ترجمہ: (اللہ کی آیات سن کر) ان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر۔22)

ترجمہ: جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ پس ان لوگوں کے لیے بربادی ہے جن کے دل ذکرِ اَللّٰہُ سے غافل ہو گئے ہیں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِنُ عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ

ترجمہ: حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ دونوں جہان کے اعمال کے برابر ہے۔

نیز فرمایا:

مَنْ لَّا وَجْدَ لَهٗ لَا حَیٰوۃَ لَهٗ

ترجمہ: جس میں وجد نہیں اس میں زندگی نہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْوَجْدُ اِذَا صَادَفَ فِی الْبَاطِنِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یُوْرِثُ سُرُوْرًا اَوْحَزَنًا

ترجمہ: وجد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطن میں راہ پاتا ہے تو سرور یا غم پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

وجد دو طرح کا ہوتا ہے جسمانی اور روحانی۔ جسمانی وجد نفسانی ہوتا ہے جو جسمانی قوت (شہوات) کے ساتھ تحریک میں آتا ہے اور شوق (عشقِ حقیقی اور دیدارِ الٰہی کی چاہت) کے بغیر (پیدا ہونے والا) روحانی غلبہ محض ریا، بناوٹ اور شہرت کے لیے ہوتا ہے اور (وجد کی) یہ قسم بالکل باطل ہے کیونکہ اس کا اختیار کرنا غیر مغلوب اور غیر مسلوب[1] ہے اور اس قسم کے وجد کی موافقت جائز نہیں۔

روحانی وجد وہ ہے جو شوق کی قوت کے ذریعہ روحانی تقویت کا باعث ہے اور اچھی آواز میں کی گئی قرآتِ قرآن یا موزوں شعر یا پُر اثر ذکر سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے جسم میں قوت اور اختیار باقی نہیں رہتے اور یہ (وجد) رحمانی ہے اور اس کی موافقت اختیار کرنا مستحب ہے۔ اس (وجد) کی طرف اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (الزمر 18-17)

ترجمہ: پس (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خوشخبری ہے میرے ان بندوں کے لیے جو (میری) بات غور سے سنتے ہیں اور اس کی بہترین اتباع کرتے ہیں۔

اور اسی طرح عشاق اور (روحانی) طیور کی آوازیں اور پُر معانی صدائیں سب روح کی قوت کا باعث ہیں اور اس قسم کے وجد میں نفس اور شیطان مداخلت نہیں کر سکتے کیونکہ شیطان نفسانی ظلمانیت میں تو تصرف کر سکتا ہے مگر رحمانی نورانیت میں نہیں کہ اس میں وہ (شیطان) پانی میں نمک

---

[1] یہ وجد نہ تو کسی باطنی شوق کے غلبہ سے ہوتا ہے اور نہ ہی جسم کے اختیار کے سلب ہونے سے ہوتا ہے۔

کی طرح پگھل جاتا ہے جیسے کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ سے پگھل جاتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

❁ فَفِيْ قِرَاءَةِ الْاٰيَاتِ وَالْاَشْعَارِ الْحِكْمَةِ وَالْمَحَبَّةِ وَالْعِشْقِ وَالْاَصْوَاتِ الْحَزِيْنَةِ قُوَّةٌ نُوْرَانِيَّةٌ لِلرُّوْحِ فَالْوَاجِبُ اَنْ يَّصِلَ النُّوْرُ اِلَى النُّوْرِ وَهُوَ الرُّوْحُ

ترجمہ: آیات کی قرأت اور اشعارِ حکمت اور محبت اور عشق اور پُر درد آوازیں روح کی نورانی قوت کا باعث ہیں۔ پس واجب ہے کہ (ان کی تقویت سے) نور، نور یعنی روح سے ملے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ (النور۔26)

ترجمہ: اور پاکیزہ (نفس) پاکیزہ (روح) کے لیے ہے۔

اور اگر وجد شیطانی اور نفسانی ہو تو اس میں نور نہیں بلکہ ظلمت، کفر اور گمراہی ہوتی ہے۔ پس ظلمت، ظلمت یعنی نفس سے مل جاتی ہے اور اپنی ہم جنس سے ہی قوت پاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ (النور۔26)

ترجمہ: خبیث (نفس) خبیث (روح) کے لیے ہے۔

اس (قسم کے وجد) میں روح کے لیے ہرگز کوئی قوت نہیں۔

پس روحانی وجد میں دو طرح کی حرکات ہوتی ہیں نوعِ اختیاری اور نوعِ اضطراری۔ اختیاری حرکات اس انسان کی حرکات کی مانند ہیں جس (انسان) کے جسم میں نہ کوئی غم ہے اور نہ ہی کوئی مرض اور بیماری۔ اس قسم کی سب حرکات غیر شرعی ہیں (کیونکہ یہ انسان نفس کی خواہش کے تحت خود اختیار کرتا ہے)۔ اور اضطراری حرکات وہ ہیں جو کسی دوسرے سبب مثلاً قوتِ روح سے حاصل ہوتی ہیں اور نفس ان کے پیدا کرنے کی قوت نہیں رکھتا کیونکہ یہ حرکات جسمانی حرکات پر غالب ہوتی ہیں جیسے بخار کی حرکات جب غلبہ پاتی ہیں تو انسان ان (حرکات) کا متحمل ہونے سے عاجز آجاتا ہے اور ان حرکات پر بے اختیار ہو جاتا ہے مگر جب روحانی حرکات غالب آجاتی ہیں تو وہ وجد روحانی اور حقیقی ہو

www.sultan-ul-faqr-publications.com

جاتا ہے۔ وجد اور سماع وہ دو آلات ہیں جو عشاق اور عارفین کے دلوں کو متحرک رکھتے ہیں اور محبین کی غذا اور طالب کی (باطنی) قوت کا باعث ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ اِنَّ السَّمَاعَ لِقَوْمٍ فَرْضٌ وَلِقَوْمٍ سُنَّةٌ وَلِقَوْمٍ بِدْعَةٌ فَالْفَرْضُ لِلْخَوَاصِ وَالسُّنَّةُ لِلْمُحِبِّيْنَ وَالْبِدْعَةُ لِلْغَافِلِيْنَ

ترجمہ: بے شک سماع بعض لوگوں کے لیے فرض، بعض لوگوں کے لیے سنت اور بعض لوگوں کے لیے بدعت ہے۔ پس یہ (سماع) خواص کے لیے فرض، محبین کے لیے سنت اور غافلین کے لیے بدعت ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ لَمْ يَتَحَرَّكْ بِالسَّمَاعِ وَاَشْعَارِهٖ وَالرَّبِيْعِ وَاَزْهَارِهٖ وَالْعُوْدِ وَ اَوْتَارِهٖ فَهٰذَا فَاسِدُ الْمِزَاجِ لَيْسَ لَهٗ عِلَاجٌ فَهُوَ نَاقِصٌ عَنِ الْحِمَارِ وَالطُّيُوْرِ بَلْ عَنْ كُلِّ الْبَهَائِمِ فَاِنَّ جَمِيْعَ ذٰلِكَ يَتَاَثَّرُ بِالنَّغَمَاتِ الْمَوْزُوْنَةِ وَلِذٰلِكَ كَانَتِ الطُّيُوْرُ تَصْطَفُّ عَلٰى رَاْسِ دَاوٗدَ لِاِسْتِمَاعِ صَوْتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ: جو شخص سماع، اشعار، بہار اور اس کے شگوفوں، عود[1] اور اس کی تاروں سے وجد میں نہیں آتا وہ بدمزاج ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں اور وہ گدھے اور پرندوں بلکہ تمام جانوروں سے کمتر ہے کیونکہ تمام جانور نغمات اور موزوں اشعار سے متاثر ہوتے ہیں اور اسی لیے پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کی (دلکش) آواز سننے کے لیے ان کے سر پر جمع ہو جاتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ لَا وَجْدَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ

ترجمہ: جو وجد میں نہیں آتا اس کا کوئی دین نہیں۔

وجد کی دس وجوہات ہیں ان میں سے بعض جلی (ظاہر) ہیں جن کے اثر کا اظہار (ظاہری) حرکات

---

[1] ساز موسیقی

سے ہوتا ہے اور بعض خفی (پوشیدہ) ہیں جن کے اثر کا اظہار جسم سے نہیں ہوتا مثلاً قلب کا ذکر الٰہی کرنا، قرآن کی قرأت اور اس سے آہ و بکا اور رنجیدگی اور خوف و غم اور تاسف و حیرت میں مبتلا ہونا اور ذکر الٰہی سے حسرت و ندامت اور ظاہر و باطن میں تبدیلی آنا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب اور شوق اور اس (تڑپ) سے حرارت، مرض اور پسینہ جاری ہونا۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بیسویں فصل

خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں

خلوت دو طرح کی ہے ظاہری اور باطنی۔ ظاہری خلوت یہ ہے کہ (انسان) اپنے نفس اور اپنے بدن کو لوگوں سے اس طرح الگ کرے کہ اپنے اخلاقِ ذمیمہ سے انہیں ایذا نہ پہنچا سکے اور ہوائے نفس اور ظاہری حواس کو ترک کرے جس سے اخلاصِ نیت، ارادہ موت اور قبر میں داخل ہونے کے تصور سے باطنی حواس کھل جائیں اور اس (خلوت) سے رضائے الٰہی کا حصول اور اپنے شر سے مومنین اور مومنات کو بچانے کی نیت ہو جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ وَکَفَّ لِسَانَہٗ عَمَّا لَا یَعْنِیْہِ

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے شر) سے مسلمان محفوظ رہیں اور اس کی زبان لایعنی (بے مقصد اور فضول) باتوں سے رکی رہے۔

❁ سَلَامَۃُ الْاِنْسَانِ مِنْ قِبَلِ اللِّسَانِ وَمَلَامَۃُ الْاِنْسَانِ مِنْ قِبَلِ اللِّسَانِ وَکَفَّ عَیْنَیْہِ عَنِ الْخِیَانَۃِ وَالنَّظَرِ اِلَی الْحَرَامِ وَکَذَا کَفَّ رِجْلَیْہِ وَاُذُنَیْہِ

ترجمہ: انسان کی سلامتی زبان کی طرف سے ہے اور انسان کو ملامت بھی زبان کی طرف سے ہے اور (انسان کو چاہیے کہ) اپنی آنکھوں کو خیانت سے اور اپنی نظر کو حرام سے روکے اور اسی طرح اپنے پاؤں اور کانوں کو بھی۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ۔۔۔۔۔اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْثِ

ترجمہ: آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔۔۔۔۔حدیث کے آخر تک۔[1]

ان اعضاء سے زنا کا نتیجہ قبیح صورت حبشی شخص ہے جو قیامت کے دن اُس (زناکار) کے ساتھ کھڑا ہوگا اور اللہ کے پاس اس (زناکار) کے خلاف گواہی دے گا اور اس شخص کا مواخذہ[2] کرے گا اور دوزخ میں عذاب دے گا۔ پس وہ شخص جو (ان گناہوں سے) توبہ کرلے اور اپنے نفس کو (اخلاقِ رذیلہ سے) روک لے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❁ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىO فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰىO (النازعات 41-40)

ترجمہ: اور وہ (شخص) جس نے اپنے نفس کو ہوا[3] سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ماویٰ ہے۔

(توبہ کرلینے اور ہوائے نفس سے رکنے کے بعد) اس (حبشی) شخص کی صورت جنت کے غلمان کے بے ریش نوجوان کی خوبصورت صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ (توبہ کرنے والا) اس (حبشی) کے شر سے نجات پالے گا۔ اور خلوت گناہوں سے محفوظ رہنے کے لیے ایک قلعہ ہے (کیونکہ جب انسان گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے) تو نیک اعمال ہی باقی رہ جاتے ہیں اور وہ نیکوکار بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف۔110)

ترجمہ: پس جو شخص اپنے رب کے لقا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے واحد رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور باطن کی خلوت وہ ہے جس میں نفسانی اور شیطانی تفکرات قلب میں داخل نہیں ہو سکتے جیسے

---

[1] یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسم کے ہر ایک حصے کا نام لے کر فرمایا کہ یہ زنا کرتے ہیں مثلاً کان بھی زنا کرتے ہیں، زبان بھی زنا کرتی ہے، ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں۔ [2] حساب کتاب [3] ہوا سے مراد نفس کی بیماریاں مثلاً عُجب، تکبر، کینہ، بغض، لالچ، جھوٹ، چغلی وغیرہ۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

کھانے، پینے اور پہننے کی محبت، اہل وعیال اور حیوانات مثلاً گھوڑے وغیرہ کی محبت اور ریا، بناوٹ اور شہرت کی محبت۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلشُّهْرَةُ اٰفَةٌ وَكُلٌّ مَا يَتَمَنَّاهَا وَالْخُمُوْلُ رَاحَةٌ وَكُلٌّ مَا يَتَوَقَّاهَا

ترجمہ: شہرت (میں) آفت ہے اور ہر شخص اس کا خواہشمند ہے اور گمنامی (میں) راحت ہے اور ہر کوئی اس سے بچتا ہے۔

اور نہ ہی (خلوت نشین) اپنے اختیار سے اپنے قلب میں کبر، عجب، بخل، حسد، غیبت، چغلی، کینہ، غصہ و غضب اور اس جیسے دوسرے ذمائم کو داخل ہونے دے کیونکہ جب خلوت میں ان ذمائم میں سے کچھ قلب میں داخل ہوتا ہے تو خلوت اور قلب اور اس قلب میں احسان اور اعمالِ صالحہ فاسد ہو جاتے ہیں اور قلب ہر طرح کی منفعت سے محروم رہ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس۔81)

ترجمہ: بے شک اللہ مفسدین کے اعمال کی اصلاح نہیں فرماتا۔

ہر وہ شخص جس کے قلب میں ان مفسدات میں سے کچھ ہو وہ مفسدین میں سے ہے بے شک ظاہر میں وہ اصلاح کاروں کی سی صورت والا ہو جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْكِبْرُ وَالْعُجْبُ يُفْسِدَانِ الْاِيْمَانَ

ترجمہ: کبر اور عجب دونوں ایمان کو فاسد کر دیتے ہیں۔

اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

ترجمہ: غیبت زنا سے بھی شدید (برائی) ہے۔

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

ترجمہ: حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا

ترجمہ: سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

❁ اَلْبَخِیْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَلَوْ کَانَ عَابِدًا

ترجمہ: بخیل جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ عابد ہی کیوں نہ ہو۔

❁ اَلرِّیَاءُ شِرْکٌ خَفِیٌّ وَشِرْکُہٗ کُفْرٌ

ترجمہ: ریا خفی شرک ہے اور اس کا شرک کفر ہے۔

❁ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ

ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور ان (احادیث) کے علاوہ اخلاقِ ذمیمہ کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پس یہ (باطنی خلوت نشین کے لیے) احتیاط کا مقام ہے اور تصوف میں سب سے پہلا مقصود ان (اخلاقِ ذمیمہ) سے قلب کا تصفیہ اور نفس کا ہوا سے قلع قمع کرنا ہے۔ پس جو خلوت، ریاضت، خاموشی، دائمی ذکر، محبت، توبہ واخلاص اور صحیح سنی اعتقاد سے صحابہ کرامؓ میں سے اپنے سلف صالحین اور مشائخ میں سے تابعین اور علماء عاملین کی متابعت اختیار کر کے (ان برائیوں سے) اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور توبہ وتلقین اور مذکورہ بالا شرائط کی ادائیگی سے مومن بن کر خلوت نشین ہوتا ہے تو اس کا علم اور عمل اللہ کے لیے خالص ہو جاتا ہے، اس کا قلب منور ہو جاتا ہے، اس کی جلد نرم اور اس کی زبان پاک ہو جاتی ہے، اس کے ظاہری وباطنی حواس جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال کو اللہ تعالیٰ اپنے حضور میں رفعت (بلندی) عطا کر کے قبول کر لیتا ہے اور اس کی دعا کو سنتا ہے جیسے وہ (نماز میں) کہتا ہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ترجمہ: ''اور اللہ سنتا ہے جو اس کی تعریف کی جائے'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کی دعا اور ثنا اور عاجزی کو قبول کرتا ہے اور اس کے صلے میں اپنے بندے کو اپنا قرب اور درجات عطا فرماتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط (فاطر۔10)

ترجمہ: پاکیزہ کلام اسی کی طرف چڑھتا ہے اور وہی صالح اعمال کو بلند فرماتا ہے۔

پاک کلام سے مراد اپنی زبان کو ذکر اور توحید حق تعالیٰ کا آلہ بن جانے کے بعد لغویات سے محفوظ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ O الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ O وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ O (المومنون 3-1)

ترجمہ: ان مومنین نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع پیدا کرنے والے ہیں اور وہ جو فضول باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمل کو رفعت بخشتا ہے اور عامل (نیک اعمال کرنے والے) کو مغفرت اور اپنی رضا سے اپنی رحمت اور قرب و درجات عطا فرماتا ہے۔ جب (باطنی) خلوت نشین کو یہ مراتب حاصل ہو جاتے ہیں تو اس کا قلب سمندر کی طرح (وسیع) ہو جاتا ہے اور لوگوں کی ایذا رسانی سے اس میں تغیر نہیں آتا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ كُنْ بَحْرًا لَا تَتَغَيَّرُ

ترجمہ: سمندر (کی مانند) ہو جاؤ جس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

نفسانی زمینیں اس (باطنی خلوت نشین کے قلب کے سمندر) میں ایسے فنا ہوتی ہیں جیسے فرعون اور اس کی آل سمندر میں غرق ہوئے[1]۔ پس اس میں شریعت کی کشتی سلامتی سے جاری ہو جاتی ہے اور روحِ قدسی اس (سمندر) کی تہہ میں غوطہ لگا کر حقیقت کے جوہر، معرفت کے موتی اور لطائف کے مرجان نکال لاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن۔22)

ترجمہ: ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔

اور یہ سمندر اس کو حاصل ہوتا ہے جو ظاہر اور باطن کے سمندر کو جمع کر لے جس کے بعد اس کے قلب کے سمندر میں کوئی فساد برپا نہیں ہوتا اور (باطنی خلوت نشین کی) توبہ خالص، علم نفع بخش اور

---

[1] یعنی باطنی خلوت نشین کے وسیع قلب میں نفسانی بیماریاں فنا ہو جاتی ہیں

عمل پاک ہو جاتا ہے اور وہ ارادۂ مناہی کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اگر اس سے کوئی غلطی اور بھول چوک ہو بھی جائے تو استغفار، ندامت اور یقین کے باعث ان (گناہوں) کی معافی ہو جاتی ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

اکیسویں فصل

خلوت کے اوراد کے بارے میں

خلوت نشین کو چاہیے کہ جب خلوت میں بیٹھے تو اگر طاقت رکھتا ہے تو روزے رکھے اور پانچوں نمازیں اپنے اپنے اوقات پر سنت و شرائط اور ارکان کی پابندی سے لوگوں کے ساتھ باجماعت ادا کرے اور نصف شب کے بعد بارہ رکعات نمازِ تہجد پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نمازِ شب دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے اور اس کے بعد تین رکعت نمازِ وتر ادا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل۔79)

ترجمہ: رات کے کچھ حصے میں نمازِ تہجد ادا کرو اور اس کے ساتھ قرآن پڑھو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ (السجدہ۔16)

ترجمہ: ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں۔

اور طلوعِ آفتاب کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے جو کہ نمازِ اشراق ہے اور اس کے بعد دو رکعت نماز استعاذہ[1] کی نیت سے ادا کرے اور پہلی رکعت میں "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ" تلاوت کرے اور اس کے بعد دو رکعت نمازِ استخارہ

---

[1] پناہ مانگنا

کی نیت سے ادا کرے جس کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ، آیت الکرسی ایک مرتبہ اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" سات مرتبہ پڑھے اور چھ رکعات صلوٰۃ الضحیٰ (نماز چاشت) پڑھے جس میں اپنی مرضی سے آیات اور سورت تلاوت کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز کفارۂ بول[1] کی نیت سے ادا کرے جس کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۃ کوثر سات مرتبہ پڑھے۔ پس یہ (نماز) کفارۂ بول ہو گی اور عذابِ قبر سے نجات دے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ

ترجمہ: پیشاب سے دور رہو کہ عموماً عذابِ قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

(اس کے علاوہ) چار رکعات نماز ادا کرے۔ اگر دن میں پڑھے اور حنفی ہے تو چار رکعات اکٹھی ادا کرے اور اگر شافعی ہے تو دو دو رکعات کر کے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو حنفی اور شافعی ہر کوئی دو دو رکعتیں کر کے پڑھے۔ یہ صلوٰۃ التسبیح ہے اور حنفی مذہب کے مطابق اگر دن میں (یہ نماز) پڑھے تو یہ نیت کرے "اللہ کے لیے صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی نیت کرتا ہوں" اور پھر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر توجہ سے ثنا پڑھے اور توجہ (ثنا) کے بعد پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے۔ پھر سورۃ فاتحہ تلاوت کرے اور کوئی سورۃ یا سورۃ البقرہ کی آخری آیات یا کوئی بھی آیات تلاوت کرے اور پھر دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع میں جائے اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھے اور اس کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ تسبیح پڑھے پھر سجدہ کرے اور (سجدہ میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کے بعد) دس مرتبہ تسبیح پڑھے پھر قعدہ اولیٰ میں دس مرتبہ تسبیح پڑھے اور پھر دوسرا سجدہ کرے اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے اور پھر دس مرتبہ تسبیح پڑھے اور پھر (دوسری رکعت کے لیے) کھڑا ہو اور پہلی رکعت کی ترتیب میں اسی طرح ہی تسبیح کرے اور التحیات

---

[1] دورانِ پیشاب بے احتیاطی سے پیشاب کا جسم پر لگ جانا اور کپڑوں اور جسم کا ناپاک رہنا باعث عذاب ہے اس لیے دو رکعت اس کے کفارہ کے لیے ادا کیے جاتے ہیں۔

اور تشہد تک پڑھے۔ اور پھر قیام کرے اور تیسری اور چوتھی رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں تسبیحات پچھتر (75) مرتبہ اور دو رکعات میں ایک سو پچاس (150) مرتبہ اور چار رکعات میں تین سو (300) مرتبہ پڑھی جائیں گی۔

شافعی مذہب کی رو سے چاہے دن ہو یا رات، یہ نیت کرے "اللہ کے لیے دو رکعت نماز سنت التسبیح کی نیت کرتا ہوں" اور پھر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر توجہ، سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور پھر پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھے اور پھر رکوع کرے اور دس مرتبہ تسبیح پڑھے۔ پھر کھڑا ہو کر دس مرتبہ تسبیح پڑھے، پھر سجدہ کرے اور دس مرتبہ تسبیح پڑھے۔ پھر قعدہ اولیٰ میں دس مرتبہ اور پھر (دوسرے) سجدہ میں دس مرتبہ تسبیح پڑھے پھر بیٹھ کر دس مرتبہ تسبیح پڑھے پھر التحیات آخر تک پڑھے اور سلام پھیرے اور اسی طرح دوسری رکعت۔

خلوت نشین پر واجب ہے کہ یہ نماز ہر دن اور رات میں پڑھے اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو ہر جمعہ کے دن پڑھے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو ہر مہینے ایک مرتبہ پڑھے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تو سال میں ایک مرتبہ ضرور پڑھے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو تمام عمر میں ایک مرتبہ پڑھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ ذُنُوْبَہٗ کُلَّھَا وَاِنْ کَانَتْ اَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ الرَّمْلِ وَعَدَدِ النُّجُوْمِ الَّتِیْ فِی السَّمَآءِ اَوْعَدَدَ کُلِّ مَاکَانَ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ

ترجمہ: جو یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ اس کے اکثر گناہ ریت کے ذرات، آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کی ہر چیز کی تعداد سے بڑھ کر ہوں۔

سالک کو چاہیے کہ روزانہ ایک مرتبہ دعائے سیفی پڑھے اور ایک دن میں دو سو آیات کے برابر قرآن تلاوت کرے اور پھر کثرت سے ذکرِ اللہ کرے۔ اگر ذکرِ جہر[1] کا اہل ہو تو ذکرِ جہر اور اگر ذکرِ خفی[2]

---

[1] ذکرِ جہر زبان سے بلند آواز سے کیا جاتا ہے۔ [2] پاس انفاس کا ذکر ہے یعنی سانسوں کے ساتھ کیا جانے والا ذکر

کا اہل ہو تو ذکرِ خفی کرے اور مقامِ خفیہ حیاتِ قلب کے بعد ہے اور یہ ذکر سِرّ کی زبان سے کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرہ۔198)

ترجمہ: اس کا ذکر ایسے کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

یعنی اپنے مراتب کے مطابق ذکر کرو۔ ہر مقام کے لیے مخصوص اسم اور آداب ہیں جس کی معرفت اس کے اہل ہی رکھتے ہیں اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہر روز سو مرتبہ تلاوت کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سو مرتبہ درود بھیجے اور سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مِمَّا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اگر نوافل اور تلاوتِ قرآن کی زیادہ استطاعت رکھتا ہو تو زیادہ پڑھے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بائیسویں فصل

نینداور اونگھ کے واقعات کے بیان میں

نیند[1] اور اونگھ[2] میں جو قابلِ تعبیر واقعات پیش آتے ہیں وہ سچے اور نفع بخش ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (الفتح۔27)

ترجمہ: بے شک اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا خواب سچ کر دکھایا۔ انشاء اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مسجد حرام میں امان کے ساتھ داخل ہوں گے۔

اور جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے یہ فرمایا:

❁ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (سورہ یوسف۔4)

ترجمہ: بے شک میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا۔

اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ لَمْ یَبْقَ مِنْ بَعْدِیْ نُبُوَّۃٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ یَرَاهَا الْمُؤْمِنُ اَوْ تُرٰی لَهٗ

---

[1] ایسی حالت جس میں انسان کا شعوری رابطہ ظاہری دنیا سے مکمل طور پر کٹ جاتا ہے۔ [2] یہ نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت ہے جس میں انسان کا شعوری رابطہ ظاہری دنیا سے مکمل طور پر منقطع نہیں ہوتا۔

ترجمہ: میرے بعد نبوت میں صرف مبشرات[1] ہی باقی ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے۔

اس (حدیث) کے لیے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس۔64)

ترجمہ: ان (مومنین) کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَاٰنِيْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ وَبِمَنِ اتَّبَعَنِيْ بِنُوْرِ الشَّرِيْعَةِ وَالطَّرِيْقَةِ وَالْمَعْرِفَةِ بِنُوْرِ الْحَقِيْقَةِ وَالْبَصِيْرَةِ

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا۔ بے شک شیطان میری شکل نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کی شکل جس نے نورِ شریعت اور طریقت اور معرفت اور نورِ حقیقت و بصیرت کے ذریعے میری اتباع کی۔

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف۔108)

ترجمہ: (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما دیجیے) میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میری اتباع کرنے والے صاحبِ بصیرت ہیں۔

پس شیطان ان تمام انوارِ لطیفہ کی شکل نہیں بن سکتا۔ صاحبِ 'مظہر' نے کہا ہے کہ یہ کمال صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ وہ (شیطان) ان سب کی شکل بھی نہیں بن سکتا جو رحمت، شفقت، لطف اور ہدایت کے مظہر ہیں جیسے تمام انبیا، اولیا، ملائکہ، کعبہ، سورج، چاند، سفید بادل، صحائف وغیرہ وغیرہ، کیونکہ شیطان قہر کا مظہر ہے، وہ (اللہ تبارک و تعالیٰ

---

[1] مبشرات سے مراد وہ خوش کن سچے خواب ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے مومن کے لیے اشارے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے "سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں"۔

کے) اسمِ مضل کی (مظہر) صورتوں کے علاوہ کسی (دوسری) صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور جو (صورت) اسمِ ہادی کی مظہر ہے وہ اسمِ مضل کی مظہر کیسے ہو سکتی ہے کہ بے شک ایک صورت اپنی متضاد صورت کی مظہر نہیں ہو سکتی جیسے آگ اور پانی۔ یہ ممکن نہیں کہ آگ پانی میں تبدیل ہو جائے اور نہ ہی پانی کے لیے ممکن ہے کہ وہ آگ میں بدل جائے کہ دونوں کے درمیان فرق، تنافر[1] اور بے حد فاصلہ ہے اور یہ حق کی باطل سے تمیز کرنے کے لیے ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ (الرعد۔17)

ترجمہ: اسی طرح اللہ حق و باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

اور وہ (شیطان) صورتِ ربّ کی شکل بن سکتا ہے اور ربوبیت کا دعویٰ بھی کر سکتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل کی صفات میں جلال بھی ہے اور جمال بھی جس میں سے شیطان صفتِ جلال کی شکل بن سکتا ہے کیونکہ وہ قہر کا مظہر ہے اور اس صفتِ ربوبیت میں اُس (شیطان) کا ظہور اور ربوبیت کا دعویٰ محض (اللہ کے) اسمِ مضل (کا مظہر ہونے) کے باعث ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شیطان کا (ان صفاتِ قہر کی وجہ سے) رب تعالیٰ کی صورت میں ظہور اسمِ مضل کے باعث ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ لیکن وہ اسمِ جامع کی صورت[2] کا مظہر نہیں بن سکتا کیونکہ اس (صورتِ جامع میں) صفاتِ ہدایت بھی ہیں اور اس پر بہت زیادہ گفتگو ہو سکتی ہے اور اس کی شرح بھی بہت طویل ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف۔108)

ترجمہ: (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما دیجیے) میں اور میری اتباع کرنے والے صاحبِ بصیرت ہیں۔

---

[1] تنافر کا مطلب نفرت کرنا ہے۔ یہاں تنافر سے مراد دو ایسی چیزیں ہیں جو اپنی صفات و خصوصیات میں ایک دوسرے کی مخالف اور ضد ہوتی ہیں اور کبھی ایک نہیں ہو سکتیں۔ [2] اسمِ جامع کی صورت سے مراد انسانِ کامل کی ظاہری صورت ہے۔

یہ (آیت) وارثِ کامل مرشد کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ (مرشدانِ کامل اکمل) صاحبِ ارشاد ہوں گے جو میرے (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے) بعد میری بصیرت کی طرح باطنی بصیرت کے حامل ہوں گے۔ اس سے مراد ولایتِ کاملہ ہے جس کا اللہ کے اس فرمان وَلِیًّا مُّرْشِدًا[1] میں اشارہ ہے۔

پس جان لو کہ خواب دو طرح کے ہوتے ہیں، آفاقی[2] یا انفسی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

انفسی: یہ خواب یا تو اخلاقِ حمیدہ کے باعث ہوتے ہیں یا اخلاقِ ذمیمہ کے۔ اخلاقِ حمیدہ کے باعث (آنے والے) خواب میں جنت اور اس کی نعمتیں یا جیسے حوریں، محلات، غلمان اور سفید نورانی صحرا اور جیسے سورج، چاند اور ستارے یا اس سے مشابہ دیگر چیزیں دیکھنا شامل ہے۔ اور ان سب کا تعلق صفتِ قلب سے ہے اور وہ (خواب) جن میں حیوانات اور پرندوں کا گوشت کھایا ہو، نفسِ مطمئنہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جنت میں نفسِ مطمئنہ کی روزی ان انواع میں سے ہوتی ہے جیسے بکری اور پرندوں کا بھنا ہوا گوشت۔ اور گائے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جنت سے آئی تاکہ وہ دنیا میں کھیتی باڑی کریں۔ اسی طرح اونٹ جنت سے ظاہری اور باطنی کعبہ کی زینت کے لیے آیا ہے[3] اور گھوڑا جہادِ اصغر اور اکبر کے لیے آلہ بن کے آیا[4] اور یہ سب چیزیں (اونٹ، گھوڑا، بکری، گائے اور پرندے وغیرہ) آخرت کے لیے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے:

---

[1] سورۃ الکہف کی آیت نمبر 17 ہے جس میں اللہ پاک فرماتا ہے ''جس کو اللہ پاک گمراہ قرار دے دے تو وہ کوئی ولی مرشد (یعنی کوئی راہ دکھانے والا) اپنا مددگار نہیں پائے گا۔ یعنی مرشد کامل صاحبِ تلقین و ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بصیرت کا حامل ہوتا ہے اور جس کو اللہ پاک ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے اُس کی رہنمائی مرشد کامل اکمل فقیر جامع نور الہدیٰ کی طرف کر دیتا ہے۔ [2] آفاقی خواب وہ ہیں جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے یعنی مبشرات یا سچے خواب۔ [3] باطنی کعبہ سے مراد قلب ہی ہے لہٰذا خواب میں اونٹ دیکھنے سے مراد یہی ہے کہ طالب اپنے قلب کو گناہوں کے بوجھ سے آزاد کر کے خوبصورتی اور زینت بخش رہا ہے۔ [4] خواب میں گھوڑا دیکھنے سے مراد ہے کہ طالب اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر رہا ہے۔

✿ اَنَّ الْغَنَمَ خُلِقَ مِنْ عَسَلِ الْجَنَّةِ وَالْبَقَرَ مِنْ زَعْفَرَانِهَا وَالْاِبِلَ مِنْ نُوْرِهَا وَالْخَيْلَ مِنْ رَيْحَانِهَا

ترجمہ: بے شک بکری کو جنت کے شہد سے، گائے کو (جنت کے) زعفران سے، اونٹ کو (جنت کے) نور سے اور گھوڑے کو (جنت کے) ریحان سے پیدا کیا گیا۔

اور خچر مطمئنہ (نفس) کی ادنیٰ صفت ہے اگر اسے خواب میں دیکھے تو اس کی تفسیر یہ ہوگی کہ (خواب) دیکھنے والا عبادت میں سست ہوگا اور اس پر نفس (کی خواہشات) کا غلبہ ہوگا اور اس کے اعمال کا کوئی نتیجہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ (سچے دل سے) توبہ کرے اور (خلوصِ نیت سے) نیک اعمال کرے تو پھر اس کے لیے جزا کے طور پر بھلائی ہے۔ اور گدھا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مصلحت کے لیے (جنت کے) پتھروں سے پیدا کیا گیا تاکہ وہ اس سے آخرت کے لیے دنیا میں محنت کریں۔ اور وہ جو (خواب میں) روح کے ساتھ بے ریش نوجوان سے خطاب کرے تو اس پر انوارِ الٰہیہ متجلی ہوں گے کیونکہ تمام اہلِ جنت اسی (امرد کی) صورت میں ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

✿ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ مُكَحَّلُوْنَ

ترجمہ: اہلِ جنت بے ریش، نوعمر اور سرمگیں آنکھوں والے ہوں گے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

✿ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَلٰى صُوْرَةِ شَابٍّ اَمْرَدَ

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کی تجلی سے مراد حق تعالیٰ کا روح کے آئینہ میں اپنی صفتِ ربوبیت سے تجلی فرمانا ہے اور یہ وہی (روح) ہے جسے طفلِ معانی کا نام دیا گیا کیونکہ یہ (روح) مربی (مرشد کامل اکمل) کے وجود کے لیے آئینہ ہے اور وہ (آئینہ) اس کے اور رب سبحانہٗ و تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے:

✿ لَوْلَا تَرْبِيَةُ رَبِّيْ لَمَا عَرَفْتُ رَبِّيْ

ترجمہ: اگر میرا رب میری تربیت نہ فرماتا تو میں اپنے رب کی معرفت حاصل نہ کر پاتا۔

اور اس باطنی مربی کو پانے کا سبب ظاہری مربی کی تربیت ہے جو کہ انبیاء اور اولیاء کی تلقین ہے جو وجود اور قلوب کے لیے چراغ ہے جن کی تربیت سے آخری روح (یعنی روحِ قدسی) کا دیدار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

✿ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (مومن۔15)

ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح القا فرما دیتا ہے۔

مرشد کی طلب کرنا ہر شخص کے لیے لازم ہے کیونکہ یہی وہ روح (مرشد) ہے جو قلوب کو زندہ کرتی ہے اور وہ معرفتِ حق تعالیٰ کا باعث ہے۔ پس سمجھو۔ امام غزالی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں ''مذکورہ بالا تاویل کی رو سے نیند میں رب تعالیٰ کو صورتِ جمیلہ اخرویہ میں دیکھنا جائز ہے۔'' آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ مربی ایک مثال ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھنے والے کی (باطنی) استعداد اور مناسبت سے پیدا فرماتا ہے کہ وہ ذات کی حقیقت ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات صورت سے منزہ ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس قیاس پر دیکھنا جائز ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختلف صورتوں میں دیکھنا، دیکھنے والے کی قابلیت کی مناسبت سے جائز ہے اور کوئی بھی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھ سکتا سوائے وہ جو علم اور عمل اور حال اور بصیرت اور نماز کی ایک نہیں بلکہ ظاہری و باطنی دونوں حالتوں کا کامل وارث ہو۔

اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو مذکورہ بالا تاویل کی رو سے بشری و نورانی صورت میں دیکھنا جائز ہے اور اس تجلی کو ہر صفت کے ساتھ اس نہج پر قیاس کیا جا سکتا ہے جیسی تجلی موسیٰ علیہ السلام پر عتاب کے درخت سے آگ کی صورت میں ہوئی اور کلام کی صفت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے (درخت میں سے) فرمایا:

✿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ۔17)

ترجمہ: اے موسیٰ یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟

اور وہ آگ نور تھا مگر اسے موسیٰ علیہ السلام کے گمان اور طلب کے مطابق آگ سے موسوم کیا گیا کیونکہ وہ اُس وقت آگ کی تلاش میں تھے اور انسان اس درخت کے مقابلے میں مرتبہ میں ہرگز کم نہیں اور نہ ہی یہ کوئی حیرت کی بات۔ تصفیہ کے بعد جب صفاتِ حیوانیہ صفاتِ انسانیہ میں بدل جائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی صفات میں سے کوئی صفت انسان کی حقیقت میں تجلی فرما دیتا ہے جیسے کثیر اولیاء اکرام پر تجلی فرمائی۔

ابو یزید بسطامیؒ نے (اس قسم کی) تجلی کے دوران فرمایا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (ترجمہ: میں پاک ہوں اور میری شان بہت عظیم ہے) اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ''میرے جبہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں''۔ اس جیسے اور بہت سے اقوال ہیں اور اس مقام میں اہلِ تصوف کے لیے عجیب لطائف ہیں جن کی شرح بہت طویل ہے۔ پس تربیت کے لیے مناسبت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مبتدی کو ابتدائے حال میں اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی اس کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت ہے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ولی اس کی تربیت کرے کیونکہ بشریت کی رو سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی زندگی میں (صحابہ کرامؓ کی تربیت فرماتے رہے) تھے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں (بشری لحاظ سے) موجود تھے تو کسی دوسرے کی (تربیت کی) ضرورت نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخرت میں منتقل ہونے کے بعد وہ (ظاہری مناسبت اور) تعلق منقطع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (دنیا کو ترک کر کے) تجرد اختیار فرمایا۔ اسی طرح اولیاء کرام جب آخرت سے تعلق جوڑ لیتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی کسی کو مقصود تک پہنچانے کے لیے تلقین وارشاد نہیں کرتا۔ پس اگر تُو اہلِ فہم میں سے ہے تو سمجھ جا۔ اگر سمجھ نہیں تو ریاضتِ نورانیہ سے وہ فہم حاصل کر جو ظلمانی نفسانیت پر غالب ہو کیونکہ فہم نورانیت سے حاصل

---

1 یعنی ولی کے وصال کے بعد مبتدی اور ولی میں کوئی مناسبت نہیں رہتی

ہوتا ہے نہ کہ ظلمت سے، اور جب کسی مقام پر نور آ جاتا ہے تو وہ مقام مزین و مشرف ہو جاتا ہے۔ پس مبتدی میں اس کے لیے مناسبت نہیں رہتی۔ اور جو ولی (دنیا میں) حیات ہوتا ہے تو اس (مبتدی) کو ولی کے ساتھ (بشری) مناسبت ہوتی ہے کیونکہ وراثتِ کاملہ کی رو سے اُس (ولی) کو ایک تعلقیت[1] اور دوسری تجریدیت[2] کی جہت حاصل ہوتی ہے۔ جس ولی کو ظاہری حیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عبودیتِ نبوت کی ولایت سے مدد حاصل ہوتی ہے وہ اس (ولایت) سے مخلوق میں تصرف کر سکتا ہے۔ پس جان لو کہ اس (مقام) سے آگے بہت گہرا راز ہے جس کا ادراک اس کے اہل ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون۔8)

ترجمہ: اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہی ہے۔

اور جو ارواح کی تربیت ہے اس کے لیے روحِ جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہوتی ہے اور روحِ روانی کی جنگ قلب میں، روحِ سلطانی کی جنگ فواد میں اور روحِ قدسی کی جنگ سِرّ میں ہوتی ہے جو کہ اس کے اور حق کے درمیان واسطہ ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کے لیے ترجمان ہے کیونکہ اہلِ اللہ ہی اس کے محرم ہیں۔

اور جو (خواب) اخلاقِ ذمیمہ کے باعث دکھائی دیتے ہیں وہ امارہ، لوامہ اور ملہمہ کی صفات کے باعث ہیں۔ پس وہ درندے جیسے چیتا، شیر، بھیڑیا، ریچھ، کتا اور خنزیر یا ان جیسے دوسرے جانور مثلاً خرگوش، لومڑی، بلی، تیندوا یا جیسے سانپ، بچھو اور بھڑ یا دوسرے موذی جانور (خواب میں) دکھائی دیں تو یہ صفاتِ ذمیمہ ہیں جن سے بچنا واجب ہے اور انہیں روح کے راستے سے ہٹانا ضروری ہے۔

چیتا عجب کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل تکبر کے مترادف ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] ایک شے کا دوسری سے تعلق پیدا کرنا [2] ایک شے کا دوسری سے تعلق ختم کرنا

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ (الْمُتَكَبِّرُ عَلَى النَّاسِ) (الاعراف۔40)

ترجمہ: ''بے شک وہ جو (اللہ کی) آیات جھٹلاتے ہیں اور اس پر تکبر کرتے ہیں تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ کو سوئی میں سے گزارا جائے۔ پس (جو لوگوں کے سامنے تکبر کرتا ہے) اس کو یہی بدلہ دیا جائے گا۔''

اور (خواب میں) شیر (کو دیکھنا) مخلوق پر عظمت اور بڑائی کی صفت ہے اور ریچھ (کو دیکھنا) غصے اور غضب کی صفت ہے (اُن پر) جو اس کے زیرِ دست ہیں۔ اور بھیڑیا (کو دیکھنا) بلا تمیز حرام اور مشتبہ چیزوں کو کھانے کی صفت ہے اور کتا (کو دیکھنا) دنیا کی محبت اور اس کی خاطر غیظ و غضب میں آنے کی صفت ہے۔ اور خنزیر (کو دیکھنا) کینہ، حسد، حرص اور شہوت کی صفت ہے اور خرگوش (کو دیکھنا) معاملاتِ دنیا میں حیلہ و مکر کی صفت ہے۔ لومڑی (کا دیکھنا) بھی اسی (خرگوش) کی طرح ہے لیکن غفلت کی صفت خرگوش میں غالب ہے اور تیندوا (کو دیکھنا) جاہلیت کی غیرت اور ریاست اور عزت کی محبت کی صفت ہے۔ اور بلی (کو دیکھنا) بخل اور نفاق کی صفت ہے۔ سانپ (کو دیکھنا) زبان سے ایذا جیسے گالی گلوچ، غیبت اور جھوٹ کی صفت ہے۔ اور اس جیسے درندوں کو (خواب میں) دیکھنے کی حقیقی تعبیر کا ادراک اس کے اہل ہی بصیرت سے کر سکتے ہیں۔ اور بچھو (کو دیکھنا) نکتہ چینی، طعنہ زنی اور چغل خوری کی صفت ہے اور بھڑ (کو دیکھنا) خفی زبان[1] سے (لوگوں کو) ایذا پہنچانے کی صفت ہے اور سانپ (کا دیکھنا) لوگوں کے ساتھ عداوت پر دلیل ہے۔

پس جب سالک دیکھے کہ وہ ان موذیات سے جنگ کر رہا ہے اور یہ دیکھے کہ وہ ان پر غلبہ نہیں پا رہا تو عبادت اور ذکر (کی کثرت) کے ساتھ جدوجہد کرے یہاں تک کہ ان (موذیات) پر غلبہ پا

---

[1] یعنی اپنے نازیبا اور ناروا سلوک سے ایذا پہنچانا

لے اور ان پر غضب ناک ہو کر انہیں فنا کر دے یا ان (صفاتِ حیوانیت) کو صفاتِ بشریت میں بدل دے کیونکہ ان پر مکمل غلبہ اور ان کی مکمل تباہی گویا برائیوں کا ترک کرنا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض تائبین کے حق میں فرمایا:

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (سورہ محمد۔2)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو ختم کر دیا اور ان کی اصلاح فرمادی۔

اور اگر دیکھے کہ یہ (درندوں والی صورتیں) انسانی صورت میں بدل گئی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی گئی ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تائبین کے حق میں فرمایا:

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (سورہ فرقان۔70)

ترجمہ: جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک اعمال کیے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

پس جو ان موذیات سے پاک ہو گیا تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد بھی ان کے شر سے بے خوف نہ ہو جائے کیونکہ نفس کو ابھی بھی گناہوں سے ایسی قوت حاصل ہو سکتی ہے جو تقویت پا کر نفسِ مطمئنہ پر غالب آسکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

اَنْ يَجْتَنِبَ الْعَبْدُ عَنِ الْمَنَاهِيْ فِيْ جَمِيْعِ الْاٰفَاتِ مَادَامَ فِي الدُّنْيَا وَقَدْ يُرٰى ذٰلِكَ النَّفْسُ الْاَمَّارَةُ عَلٰى صُوْرَةِ الْكُفَّارِ وَاللَّوَّامَةُ عَلٰى صُوْرَةِ الْيَهُوْدِ وَالْمُلْهِمَةُ عَلٰى صُوْرَةِ النَّصَارٰى وَكَذَا فِيْ صُوَرِ الْمُبْتَدِعَةِ (حدیث قدسی)

ترجمہ: بندہ جب تک دنیا میں رہے مناہی سے اجتناب کرے جس میں سب آفات ہیں، اور نفسِ امارہ کفار کی صورت پر اور نفسِ لوامہ یہود کی صورت پر اور نفسِ ملہمہ نصاریٰ کی صورت میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی انوکھی اور نئی صورتوں میں۔

تئیسویں فصل

اہلِ تصوف کے بیان میں

اور وہ (اہلِ تصوف کہلانے والے لوگ) بارہ اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ سنّی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام اقوال اور افعال شریعت اور طریقت کی موافقت میں ہوتے ہیں اور وہ اہلِ سنت والجماعت ہیں جن میں سے بعض بغیر کسی حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے، اور ان میں سے بعض سے آسان سا حساب اور انہیں تھوڑا سا عذاب ہوگا اور وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے اور وہ کافروں اور منافقوں کی طرح ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے۔ (اہلِ سنت والجماعت کے علاوہ) باقی سب بدعتی ہیں جن میں خلولیہ، حالیہ، اولیائیہ، شمراخیہ، حبیّیہ، حوریہ، اباحیہ، متکاسلہ، متجاہلہ، واقفیہ اور الہامیہ شامل ہیں۔

☆ خلولیہ مذہب کے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ خوبصورت عورت اور امرد (بے ریش نوعمر لڑکے) کے بدن کی طرف دیکھنا حلال ہے۔ یہ لوگ رقص کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ (ان کے مذہب میں) بوسہ لینا اور گلے لگنا جائز ہے اور یہ (عقیدہ) سراسر کفر ہے۔

☆ حالیہ (مذہب) کے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ رقص اور تالیاں بجانا حلال ہے اور کہتے ہیں کہ مرشد کے لیے ایک حال ایسا بھی ہے کہ اس کے لیے شرع تعبیر نہیں کرتی لیکن یہ بدعت ہے اور یہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ہے۔

☆ اولیائیہ (مذہب) کے لوگ کہتے ہیں کہ جب بندہ ولایت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس

سے تکالیفِ شرع ساقط[1] ہو جاتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ نبی کا علم جبرائیلؑ کے واسطہ سے ہوتا ہے اور ولی کا علم بغیر کسی واسطہ کے۔ یہ تاویل ان کی خطا ہے اور اس اعتقاد کے باعث وہ ہلاک ہو گئے اور یہ عقیدہ بھی (سراسر) کفر ہے۔

☆ شمرانیہ (مذہب) کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحبت قدیم ہے جس کے باعث اوامر و نواہی ساقط ہو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) دف، طنبورا اور دوسرے آلات کو حلال سمجھتے ہیں اور عورتوں سے کسی قسم کا فائدہ جائز نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا خون جائز[2] ہے۔

☆ حلیہ (مذہب) کے لوگ کہتے ہیں کہ جب بندہ محبت کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو ان سے تکالیف شرعی ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو نہیں ڈھانپتے۔

☆ حوریہ (مذہب) کے لوگ حالیہ کی مانند ہیں لیکن یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب ان پر حال وارد ہوتا ہے تو یہ حور سے جماع کرتے ہیں اور جب ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور اس (عقیدہ) کے باعث ہلاکت میں ہیں۔

☆ اباحیہ (مذہب) کے لوگ وہ ہیں جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرتے ہیں۔ حرام کو حلال اور عورتوں کو (اپنے لیے) ہر طرح سے جائز سمجھتے ہیں۔

☆ متکاسلہ مذہب کے لوگ کسب[3] کو ترک کرتے ہیں اور ہر دروازے پر جا کر سوال کرتے ہیں۔ ظاہری طور پر تو یہ ترکِ دنیا کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اپنے اسی دعویٰ کے باعث یہ لوگ ہلاکت کے گڑھے میں ہیں۔

---

[1] تکالیفِ شرعی ساقط ہونے سے مراد یہ ہے کہ شرعی احکامات کی تعمیل واجب یا ضروری نہیں رہ گئی۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ لوگ غیر شرعی امور کو انجام دینے لگتے ہیں اور اُسے غلط بھی نہیں سمجھتے۔ [2] خون جائز ہونے سے مراد یہ نہیں کہ کوئی بھی شخص اس فرقہ کے لوگوں کا قتلِ عام شروع کر دے کیونکہ یہ انسانیت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ہاں اگر حکومتی سطح پر کسی خاص وجہ سے کسی شخص کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا جائے تو پھر جائز ہے۔ [3] یہ لوگ محنت و مشقت سے روزی کمانا ترک کر دیتے ہیں اور دوسروں سے مانگ کر اور دستِ سوال دراز کر کے اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں۔

☆ متجاہلہ (مذہب کے لوگ) وہ ہیں جو فاسقوں والا لباس پہنتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ہود۔113)

ترجمہ: ظالموں کی طرف میل جول نہ رکھو ورنہ آگ تمہیں چھوئے گی۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❁ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

☆ واقفیہ (مذہب) والے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ، اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اسی لیے انہوں نے معرفت کی طلب ترک کر دی اور اسی جہالت کی بنا پر وہ ہلاک ہو گئے۔

☆ الہامیہ (مذہب کے لوگ) وہ ہیں جو علم کو ترک کرتے ہیں اور تدریس سے منع کرتے ہیں۔ حکماء کی متابعت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن حجاب ہے اور اشعار طریقت کا قرآن ہیں۔ اسی عقیدے کے باعث وہ قرآن ترک کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی (یہی) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ ورد (وظائف) ترک کرتے ہیں اور اس کے باعث ہلاک ہو گئے۔

فقہ باطن میں اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کے باعث اہلِ جذبہ (اہلِ محبت) تھے اور وہ جذبے بعد میں منتشر ہو کر طریقت کے مشائخ تک پہنچے جو کثیر سلاسل میں تقسیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ اکثر سلاسل کمزور ہو کر ختم ہو گئے اور باقی رسمی طور پر بے معنی مشائخ کی صورت میں رہ گئے جن سے اہلِ بدعت کے گروہ پیدا ہو گئے جن میں سے بعض نے خود کو قلندریہ، بعض نے حیدریہ اور بعض نے خود کو ادھمیہ سلسلہ سے اور بعض نے دیگر دوسرے سلسلوں سے منسوب کر لیا جن کی شرح طویل ہے۔ اور اہلِ فقہ اور صاحبِ ارشاد اس زمانے میں قلیل سے بھی کم ہیں۔ شاہدین فقہا کو ان کے ظاہری عمل حق سے اور صاحبِ ارشاد کو ان کے باطن سے جانتے ہیں۔ اہلِ ظاہر شریعت اور امر و نہی پر مستحکم ہوتے ہیں

جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور اہلِ باطن کو سلوک کا مشاہدہ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ مقتدی (امام) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ پس ان کا سلوک (ان کے اور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت ہے، چاہے وہ (روحانیت) محل کے اعتبار سے جسمانی ہو یا روحانی کہ شیطان ان (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت) کی مثل نہیں بن سکتا۔ اور اس میں مریدین کے لیے ایک اشارہ ہے کہ وہ راہِ سلوک پر اندھے بن کر نہ چلیں اور یہ (اشارات) ان (حق و باطل) میں تمیز کرنے کے لیے دقیق علامات ہیں جن کا ادراک ان کے اہل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

چوبیسویں فصل

خاتمہ بالایمان کے بیان میں

سالک کو چاہیے کہ وہ فطین اور صاحبِ بصیرت ہو جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطَنًا طَلَّقُوْا الدُّنْیَا وَخَافُوْا الْفِتَنَا
جَعَلُوْھَا لُجَّۃً فَاتَّخَذُوْا صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِیْھَا سُفُنًا

ترجمہ: اللہ کے ایسے ذہین بندے ہیں جنہوں نے دنیا کی تکالیف سے خوفزدہ ہو کر دنیا کو طلاق دے دی۔ وہ اگر دنیا کے کاموں میں اترتے بھی ہیں تو نیک اعمال کے سفینے میں سوار ہو کر۔

(سالک کو چاہیے کہ) اپنے (دنیاوی) امور کے انجام پر نظر رکھے اور اس (دنیا) کے زوال پذیر ہونے پر تفکر کرے۔ اور ظاہری احوال کی حلاوت کے فریب میں نہ آئے۔ پس اہلِ تصوف کہتے ہیں کہ احوال کی طرف راہیں اس ماحول کو بنانے والے کی جانب سے ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ الاعراف۔99)

ترجمہ: اور اللہ کی خفیہ تدبیر سے خسارہ پانے والوں کے علاوہ کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح حدیثِ قدسی میں فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ بَشِّرِ الْمُذْنِبِیْنَ بِاَنِّیْ غَفُوْرٌ وَاَنْذِرِ الصِّدِّیْقِیْنَ بِاَنِّیْ غَیُوْرٌ

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) گناہگاروں کو خوشخبری دے دیجیے کہ میں غفور ہوں اور

صدیقین کو ڈرایئے کہ میں غیور ہوں[1]۔

بے شک اولیاء کرام کی کرامات حق ہیں اور ان کے احوال بھی حق ہیں لیکن مکر و استدراج سے ہرگز مامون نہیں سوائے انبیاء کرام کے معجزات کے، کہ وہ ہمیشہ ان (مکر و استدراج) سے مامون ہیں۔ کہتے ہیں کہ انجام کی خرابی کا خوف انجام کی خرابی سے نجات کا باعث ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۞ اَنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِرْتَقَعُوْا اِلٰی عِلِّیِّیْنَ بِالْخَوْفِ فَیَکُوْنُ الْخَوْفُ غَالِبًا عَلَی الرَّجَاءِ لِئَلَّا تَخْدَعَہُ الْبَشَرِیَّۃُ فَیَقْطَعُ سَبِیْلَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُ بِہٖ وَقَدْ قَالَ مَادَامَ الْاِنْسَانُ فِی الصِّحَۃِ یُرِیْدُ اَنْ یَکُوْنَ الْخَوْفُ غَالِبًا عَلَی الرَّجَاءِ وَفِی الْمَرَضِ یَکُوْنُ الرَّجَاءُ غَالِبًا عَلَی الْخَوْفِ

ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ خوف کے باعث علیین تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ پس خوف رجا پر غالب آ جاتا ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ (انسان) بشریت کے باعث دھوکہ کھا جائے اور ایسی وجہ سے اپنا راستہ منقطع کر بیٹھے جس کا اُسے شعور تک نہ ہو۔ کہتے ہیں جب تک انسان تندرست ہو خوف کو امید پر غالب کرے اور جب بیمار ہو تو اُمید کو خوف پر غالب رکھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

۞ لَوْوُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرَجَاءُہٗ یَسْتَوِیَانِ وَاَمَّا فِیْ حَالِ النَّزْعِ فَیَکُوْنُ رَجَاءُہٗ بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَغْلَبَ

ترجمہ: اگر مومن کے خوف اور رجا کا وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے لیکن اللہ کے فضل سے

---

[1] اس فرمان میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے گناہگاروں کو خوشخبری دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث پریشان نہ ہوں بلکہ خلوصِ دل سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور صدیقین اپنے نیک اعمال اور اطاعت کے باعث اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے بے خوف مت ہوں اور نہ ہی تکبر میں مبتلا ہوں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں کسی چھوٹی سی غلطی پر بھی پکڑ سکتا ہے۔ ہمیشہ عاجزی اختیار کریں۔

حالتِ نزع میں رجا غالب آجاتی ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَیَتَفَکَّرُ

ترجمہ: تم میں سے کوئی تب تک نہ مرے گا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن نہ رکھے اور (اس کے اقوال میں) تفکر نہ کرے۔

جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

- رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

ترجمہ: میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے۔

- رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ

ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

- وَاِنَّہٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

ترجمہ: بے شک وہ سب رحمت فرمانے والوں سے بڑا رحمت فرمانے والا ہے۔

سالک پر واجب ہے کہ وہ اس کے قہر سے اس کے لطف کی طرف بڑھ جائے اور پھر اس سے بھی آگے بڑھ جائے اور عجز و انکساری اور عرض و التجا اور عذر و معذوری سے اس کے در پر گناہوں کا اعتراف کرے اور اس کے فیض، فضل، لطف اور رحمت سے یہ توقع رکھے کہ وہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ بے شک وہ احسان فرمانے والا رحیم، بن مانگے عطا کرنے والا کریم اور قدیم بادشاہ اور عظیم سلطان ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْن۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

سرّالاسرار (عربی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَادِرِ الْعَلِيْمِ الْفَاطِرِ الْحَكِيْمِ الْجَوَادِ الْكَرِيْمِ الرَّبِّ الرَّحِيْمِ مُنَزِّلِ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ عَلَى
الْمَبْعُوْثِ بِالدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الرِّسَالَةِ وَالْهَادِيْ مِنَ الضَّلَالَةِ وَعَلٰى
مُعَرِّفِ الرُّسُلِ بِأَشْرَفِ الْكُتُبِ وَالْكِتَابِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْعَرَبِيِّ الْأَبْطَحِيِّ وَعَلٰى اٰلِهِ مَنَابِعِ الْمَعْرِفَةِ وَاَصْحَابِهِ
الْأَخْيَارِ الْمُنْتَخَبِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ـ اَمَّا بَعْدُ فَيَقُوْلُ الْغَوْثُ الْأَعْظَمُ الْقُطْبُ الرَّبَّانِيُّ الْهَيْكَلُ الصَّمْدَانِيُّ
الْوَكِيْلُ اللَّامِعُ النُّوْرَانِيُّ سُلْطَانُ الْأَوْلِيَاءِ وَالْعَارِفِيْنَ بُرْهَانُ الْأَصْفِيَاءِ وَالْوَاصِلِيْنَ بَازُ اللّٰهِ الْأَشْهَبُ مَوْلَانَا وَسَيِّدُنَا
وَمُتَوَكِّلُنَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الْحَسِيْبُ النَّسِيْبُ الشَّرِيْفُ الشَّيْخُ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيُّ الْحَسَنِيُّ الْحُسَيْنِيُّ
قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِيْزَ وَنَوَّرَ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْفَ ابْنُ الْإِمَامِ السَّيِّدِ اَبِيْ صَالِحٍ مُوْسٰى جَنْكِيْ دُوْسْتْ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ عَبْدِ
اللّٰهِ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ يَحْيَى الزَّاهِدِ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ دَاؤُدَ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ مُوْسٰى ابْنِ
الْإِمَامِ السَّيِّدِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ مُوْسَى الْجَوْنِ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَحْضِ ابْنِ الْإِمَامِ السَّيِّدِ
الْحَسَنِ الْمُثَنّٰى ابْنِ الْإِمَامِ الْهُمَامِ سَيِّدِنَا الْحَسَنِ السِّبْطِ ابْنِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِي الْحَسَنَيْنِ الْإِمَامِ
سَيِّدِنَا عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ـ

وَاَنَّ نَسَبَ وَالِدَةِ حَضْرَتِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْغَوْثِ الْأَعْظَمِ الشَّيْخِ الشَّيْخِ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَهُوَ الشَّيْخُ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيُّ قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِيُّ ابْنُ السَّيِّدَةِ اُمِّ
الْخَيْرِ اَمَةِ الْجَبَّارِ فَاطِمَةَ بِنْتِ السَّيِّدِ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّوْمَعِيِّ الزَّاهِدِ ابْنِ السَّيِّدِ اَبِيْ جَمَالِ الدِّيْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ السَّيِّدِ مَحْمُوْدٍ ابْنِ
السَّيِّدِ اَبِي الْعَطَاءِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّيِّدِ كَمَالِ الدِّيْنِ عِيْسٰى ابْنِ السَّيِّدِ الْإِمَامِ اَبِيْ عَلَاءِ الدِّيْنِ مُحَمَّدٍ الْجَوَادِ ابْنِ السَّيِّدِ
الْإِمَامِ عَلِيِّ الرِّضَا ابْنِ السَّيِّدِ الْإِمَامِ مُوْسَى الْكَاظِمِ ابْنِ الْإِمَامِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ ابْنِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ ابْنِ
الْإِمَامِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ عَلِيٍّ ابْنِ الْإِمَامِ الْهُمَامِ الْحُسَيْنِ (شَهِيْدِ كَرْبَلَا) ابْنِ الْإِمَامِ الْهُمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ
ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ـ

فَلَمَّا كَانَ الْعِلْمُ اَشْرَفَ مَنْقَبَةٍ وَاَجَلَّ مَرْتَبَةٍ وَاَعْلٰى مَفْخَرَةٍ وَاَنْفَعَ مَذْخَرَةٍ اِلَيْهِ يُتَوَسَّلُ اِلٰى تَوْحِيْدِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاِلٰى
تَصْدِيْقِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ صَارَ الْعُلَمَاءُ خَوَاصَّ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اجْتَبَاهُمْ اِلٰى مَعَالِمِ
دِيْنِهِ وَهَدَاهُمْ اِلَيْهِ بِحُرْمَةِ الْفَضْلِ الْأَرْحَمِ وَاصْطَفَاهُمْ وَهُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَخُلَفَاؤُهُمْ وَ سَادَاتُ الْمُرْسَلِيْنَ
وَوَرَثَاؤُهُمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ
اَيِ الَّذِيْنَ سَيِّئَاتُهُمْ مَعَ الْحَسَنَاتِ سَوَاءٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ وَكَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ
الْأَنْبِيَاءِ بِالْعِلْمِ وَيُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَاءِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ فِي الْبِحَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى) اِنَّمَا
يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) يَجْمَعُ اللّٰهُ الْخَلْقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يُمَيِّزُ الْعُلَمَاءَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ
تَعَالٰى يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ اِنِّيْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِيْ فِيْكُمْ اِلَّا لِعِلْمِيْ بِكُمْ وَلَمْ اَضَعْهُ فِيْكُمْ لِاُعَذِّبَكُمْ اِنْطَلِقُوْا اِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ
غَفَرْتُ لَكُمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ الَّذِيْ جَعَلَ الدَّرَجَاتِ حَقًّا لِلْمُطِيْعِيْنَ وَالْقُرُبَاتِ لِلْعَارِفِيْنَ وَكَانَ

في الكشف ممّا يحضّ الطلّاب أن تجمع له نسخةً من ذلك كفايةَ الهمّ فجمعنا له هذا الإيجاز على وفق مراده ليكون له ولغيره وافيًا شافيًا (وسمّيته بسرّ الأسرار فيما يحتاج إليه الأبرار) ولذا ذكرنا فيه ما يطلب غالبًا في الشريعة والطريقة والحقيقة وجعلناه مشتملًا على مقدّمة وأربعة وعشرين فصلًا بعدد حروف كلمة لا إله إلّا الله محمّد رسول الله وعدد ساعات الليل والنهار (أمّا المقدّمة) ففي بيان الابتداء الكلّي (وأمّا الفصول) فالأوّل في بيان رجوع الإنسان إلى وطنه الأصلي (والثاني) في بيان ردّ الإنسان إلى أسفل السافلين (والثالث) في بيان حوائج الأرواح في الجسد (والرابع) في بيان عدد العلوم (والخامس) في بيان التوبة والتلقين (والسادس) في بيان أهل التصوّف (والسابع) في بيان الأذكار (والثامن) في بيان شرائط الذكر (والتاسع) في بيان رؤية الله تعالى (والعاشر) في بيان حجب الظلمانيّة والنورانيّة (والحادي عشر) في بيان السعادة والشقاوة (والثاني عشر) في بيان الفقراء (والثالث عشر) في بيان طهارة الشريعة والطريقة (والرابع عشر) في بيان صلوة الشريعة والطريقة (والخامس عشر) في بيان طهارة السرّ في عالم الضمير (والسادس عشر) في بيان زكوة الشريعة والطريقة (والسابع عشر) في بيان صوم الشريعة والطريقة (والثامن عشر) في بيان حجّ الشريعة والطريقة (والتاسع عشر) في بيان الوجد والصفاء (والعشرون) في بيان الخلوة والعزلة (والحادي والعشرون) في بيان أوراد الخلوة (والثاني والعشرون) في بيان الواقعات من المنام والنوم (والثالث والعشرون) في بيان أهل التصوّف (والرابع والعشرون) في بيان الخاتمة وما توفيقي إلّا بالله عليه توكّلت وإليه أنيب.

المقدّمة في بيان ابتداء الخلق

إعلم وفّقك الله لما يحبّ ويرضى لمّا خلق الله تعالى روح محمّد صلّى الله عليه وسلّم أوّلًا من نور جماله (كما قال الله عزّ وجلّ) خلقت روح محمّد صلّى الله عليه وسلّم من نور وجهي كما قال النبيّ صلّى الله عليه وسلّم أوّل ما خلق الله روحي وأوّل ما خلق الله نوري وأوّل ما خلق الله القلم وأوّل ما خلق الله العقل فالمراد منها شيء واحد وهو الحقيقة المحمّديّة لكن سمّي نورًا لكونه صافيًا عن الظلمات الجلاليّة كما قال الله تبارك وتعالى قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين (وعقلًا) لكونه مدركًا للكلّيّات (وقلمًا) لكونه سببًا لنقل العلم كما أنّ القلم سبب له في عالم الحروف فالروح المحمّديّة خلاصة الأكوان وأوّل الكائنات وأصلها كما قال عليه الصلوة والسلام أنا من الله والمؤمنون منّي وخلق الله الأرواح كلّها منه في عالم اللاهوت في أحسن التقويم الحقيقي وهو اسم جملة الإنس في ذلك العالم وهو الوطن الأصلي فلمّا مضى عليها أربعة آلاف سنة خلق العرش من نور عين محمّد صلّى الله عليه وسلّم وبواقي الكائنات منه ثمّ ردّ الأرواح إلى أسفل الكائنات أعني الأجساد كما قال الله تعالى ثمّ رددناه أسفل سافلين يعني أنزله أوّلًا من عالم اللاهوت إلى عالم الجبروت فألبسهم الله تعالى بنور الجبروت كسوةً بين الحرمين وهو الروح السلطاني ثمّ أنزلهم بهذه الكسوة إلى عالم الملكوت وكساهم بنور الملكوت وهو الروح الروحاني ثمّ أنزلهم إلى عالم الملك وكساهم بنور الملك وهو الروح الجسماني ثمّ خلق الله الأجساد منها كما قال الله تعالى منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً أخرى ثمّ أمر الله تعالى الأرواح أن تدخل في الأجساد فدخلت بأمر الله تعالى (كما قال عزّ وجلّ) ونفخت فيه من روحي فلمّا تعلّقت

الأرواح أنست في الأجساد ونسيت ما أخذت من عهد الميثاق في يوم ألست بربكم قالوا بلى فلم ترجع إلى الوطن الأصلي فترحم الرحمان المشفقان عليهم بإنزال الكتب السماوية تذكرةً لهم بذلك الوطن الأصلي كما (قال الله تعالى) وذكرهم بأيام الله أي أيام وصاله فيما سبق مع الأرواح فجميع الأنبياء جاءوا في الدنيا وذهبوا إلى الآخرة لهذا التنبيه فقل من تذكر ورجع واشتاق ووصل إليه أي إلى وطنه الأصلي حتى انتهت النبوة إلى الروح الأعظم المحمدي خاتم الرسالة والهادي من الضلالة فأرسله إلى هؤلاء الناس الغافلين ليفتح بصيرة قلبهم من نوم الغفلة فيدعوهم إلى الله تعالى ووصاله ولقائه بجماله الأزلي كما قال الله تعالى قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني (قال النبي صلى الله عليه وسلم) أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم والبصيرة من عين الروح تنفتح في مقام الفؤاد للأولياء وذلك لا تحصل بعلم الظاهر بل بعلم اللدني الباطني كما قال الله تعالى وعلمناه من لدنا علما فالواجب على الإنسان تحصيل تلك العين على أهل البصائر بأهل التلقين من ولي مرشد عليم من عالم اللاهوت فيا أيها الإخوان انتبهوا وسارعوا إلى مغفرة من ربكم بالتوبة كما قال الله تعالى وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والأرض أعدت للمتقين وادخلوا في الطريق وارجعوا إلى ربكم مع هذه القوافل الروحانية فعن قريب تنقطع الطريق ولا يوجد الرفيق إلى ذلك العالم وما جئنا لنقعد في هذه الدنيا الدنية الخرابة ولا لأجل الأكل والشرب ولنقضي بالشهوات النفسانية الخبيثة. فنبيكم منتظر مغموم لأجلكم كما قال عليه السلام حزني لأجل أمتي الذين في آخر الزمان.

فالعلم المنزل علينا علمان ظاهر وباطن يعني الشريعة والمعرفة فأمر بالشريعة على ظاهرنا وبالمعرفة على باطننا ليتولد من اجتماعهما علم الحقيقة كالشجرة والأوراق يحصل منها الثمرة كما قال الله تعالى مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان الآية والأبحر وبعلم الظاهر لا يحصل الحقيقة ولا يصل إلى المقصود فالعبادة الكاملة بهما لا بأحدهما كما قال الله تعالى وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون أي ليعرفون فمن لم يعرفه كيف يعبده فالمعرفة إنما تحصل بكشف حجاب النفس عن مرآة القلب بتصفيتها فترى فيها جمال الكنز المخفي في سر لب القلب كما قال الله تعالى في حديث القدسي كنت كنزا مخفيا فأحببت أن أعرف فخلقت الخلق لكي أعرف فلهذا تبين أن الله تعالى خلق الإنسان ليعرفه فالمعرفة على نوعين معرفة صفات الله تعالى ومعرفة ذاته فمعرفة الصفات تكون حظ الجسم في الدارين ومعرفة الذات تكون حظ الروح القدسي في الآخرة كما قال الله تعالى وأيدناه بروح القدس وهم مؤيدون بروح القدس وهاتان المعرفتان لا تحصلان إلا بعلمي علم الظاهر وعلم الباطن بهما المذكورين كما قال عليه السلام العلم علمان علم باللسان وذلك حجة الله على عباده وعلم بالجنان فذلك العلم النافع لحصول المقصود والإنسان يحتاج أولا إلى علم الشريعة ليحصل البدن كسب معرفته في عالم معرفة الصفات وهو الدرجات. ثم إلى علم الباطن ليحصل الروح كسب معرفته في عالم معرفته وذلك لا يحصل إلا بترك الرسومات التي هي مخالفة الشريعة والطريقة وحصوله بقبول المشقات النفسانية والروحانية لرضاء الله تعالى بلا رياء ولا سمعة (كما قال الله تعالى) فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه أحدا وعالم المعرفة وهو عالم اللاهوت وهو الوطن الأصلي المذكور الذي

خَلَقَ فِيهِ الرُّوحَ الْقُدْسِيَّ فِي أَحْسَنِ التَّقْوِيمِ وَالْمُرَادُ مِنَ الرُّوحِ الْقُدْسِيِّ الْإِنْسَانُ الْحَقِيقِيُّ الَّذِي أُودِعَ فِي لُبِّ الْقَلْبِ وَيَظْهَرُ وُجُودُهُ بِالتَّوْبَةِ وَالتَّلْقِينِ وَمُلَازَمَةِ كَلِمَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بِلِسَانِهِ أَوَّلًا ثُمَّ كَلِمَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بِلِسَانِ الْجَنَانِ ثُمَّ عِنْدَ حَيَاةِ الْقَلْبِ حِينَ تُسَمِّيهِ الْمُتَصَوِّفَةُ طِفْلَ الْمَعَانِي لِأَنَّهُ مِنَ الْمَعْنَوِيَّاتِ الْقُدْسِيَّةِ وَتَسْمِيَتُهُ طِفْلًا لِخِصَالٍ (أَحَدُهَا) أَنَّهُ يَتَوَلَّدُ مِنَ الْقَلْبِ كَتَوَلُّدِ الطِّفْلِ مِنَ الْأُمِّ وَتُرَبِّيهِ الْوَالِدُ فَيَكْبُرُ قَلِيلًا إِلَى الْبُلُوغِ. (وَالثَّانِي) أَنَّ تَعْلِيمَ الْعِلْمِ يَكُونُ لِلْأَطْفَالِ غَالِبًا تَعْلِيمَ عِلْمِ الْمَعْرِفَةِ لِهٰذَا الطِّفْلِ أَيْضًا: (وَالثَّالِثُ) أَنَّ الطِّفْلَ مُطَهَّرٌ مِنْ أَدْنَاسِ الذُّنُوبِ الظَّاهِرَةِ فَهٰذَا أَيْضًا مُطَهَّرٌ مِنْ دَنَسِ الشِّرْكِ وَالْغَفْلَةِ وَالْجِسْمَانِيَّةِ: (وَالرَّابِعَةُ) أَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصُّورَةِ الصَّافِيَةِ لِلْوَلِيِّ أَكْثَرُ وَكَذٰلِكَ يُرَى فِي الْمَنَامَاتِ عَلَى صُورَةِ الْمُرَادِ كَالْمَلَائِكَةِ: (وَالْخَامِسَةُ) أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى وَصَفَ نَعَائِمَ الْجَنَّةِ بِالطِّفْلِيَّةِ بِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ وَبِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ. (السَّادِسُ) أَنَّ هٰذَا الْاِسْمَ كَانَ لَهُ بِاعْتِبَارِ لَطَافَتِهِ وَنَظَافَتِهِ: (السَّابِعَةُ) أَنَّ إِطْلَاقَ هٰذَا الْاِسْمِ عَلَى سَبِيلِ الْمَجَازِ بِاعْتِبَارِ تَعَلُّقِهِ بِالْبَدَنِ مِثْلِهِ بِصُورَةِ الْبَشَرِ بِنَاءً عَلَى أَنَّ إِطْلَاقَهُ عَلَيْهِ لِأَجْلِ مَلَاحَتِهِ لَا لِأَجْلِ اسْتِصْغَارِهِ وَنَظَرًا إِلَى بِدَايَةِ حَالِهِ وَهُوَ الْإِنْسَانُ الْحَقِيقِيُّ لِأَنَّ لَهُ نِسْبَةً مَعَ اللّٰهِ تَعَالَى فَالْجِسْمُ وَالْجِسْمَانِيُّ لَيْسَ مَحْرَمًا لَهُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِي مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَالْمُرَادُ مِنْهُ بَشَرِيَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنَ الْمَلَكِ الْمُقَرَّبِ رُوحَانِيَّتُهُ الَّتِي خُلِقَتْ مِنْ نُورِ الْجَبَرُوتِ كَمَا أَنَّ الْمَلَكَ مِنْهُ فَلَا مَدْخَلَ لَهُ فِي نُورِ اللَّاهُوتِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَا فِيهَا حُورٌ وَلَا قُصُورٌ وَلَا عَسَلٌ وَلَا لَبَنٌ بَلْ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ جَلَّ جَلَالُهُ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَوْ دَخَلَ الْمَلَكُ وَالْجِسْمَانِيُّ فِي هٰذَا الْعَالَمِ لَاحْتَرَقَتَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي حَدِيثِ الْقُدْسِيِّ لَوْ كَشَفْتُ سُبُحَاتِ وَجْهِ جَلَالِي لَاحْتَرَقَتْ كُلُّ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرِي وَكَمَا قَالَ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ دَنَوْتُ أَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ.

الفصل الاول في بيان رجوع الانسان الى وطنه الاصلي

فَالْإِنْسَانُ عَلَى نَوْعَيْنِ جِسْمَانِيٍّ وَرُوحَانِيٍّ فَالْجِسْمَانِيُّ إِنْسَانٌ عَامٌّ وَالرُّوحَانِيُّ إِنْسَانٌ خَاصٌّ فَرُجُوعُ الْإِنْسَانِ الْعَامِّ إِلَى وَطَنِهِ وَهُوَ الدَّرَجَاتُ بِسَبَبِ عَمَلِ عِلْمِ الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَالْمَعْرِفَةِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحِكْمَةُ الْجَامِعَةُ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ إِذَا عَمِلَ بِلَا رِيَاءٍ وَلَا سُمْعَةٍ لِأَنَّ الدَّرَجَاتِ عَلَى ثَلَاثِ طَبَقَاتٍ. فَالْأَوَّلُ الْجَنَّةُ فِي عَالَمِ الْمُلْكِ وَهِيَ جَنَّةُ الْمَأْوَى وَالثَّانِي الْجَنَّةُ فِي عَالَمِ الْمَلَكُوتِ وَهِيَ جَنَّةُ النَّعِيمِ وَالثَّالِثُ الْجَنَّةُ فِي عَالَمِ الْجَبَرُوتِ وَهِيَ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ فَهٰذِهِ نِعَمُ الْجِسْمَانِيِّ فَلَا يَصِلُ الْجِسْمُ إِلَى عَالَمِهِ إِلَّا بِثَلَاثَةِ عُلُومٍ وَهِيَ الشَّرِيعَةُ وَالطَّرِيقَةُ وَالْمَعْرِفَةُ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحِكْمَةُ الْجَامِعَةُ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِهَا وَمَعْرِفَةُ الْبَاطِلِ وَتَرْكُهُ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ وَمُخَالَفَتَهُ عَرَفَ رَبَّهُ وَمُتَابَعَتَهُ وَرُجُوعُ الْإِنْسَانِ الْخَاصِّ وَوُصُولُهُ وَهُوَ الْقُرْبَةُ يَكُونُ بِسَبَبِ عِلْمِ الْحَقِيقَةِ وَهُوَ التَّوْحِيدُ فِي عَالَمِ الْقُرْبَةِ اللَّاهُوتِ وَهِيَ فِي حَالِ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا بِسَبَبِ عَادَتِهِ سَوَاءٌ كَانَ نَائِمًا أَوْ مُنْتَبِهًا بَلْ إِذَا نَامَ الْجَسَدُ وَجَدَ الْقَلْبُ فُرْصَةً فَيَذْهَبُ إِلَى وَطَنِهِ الْأَصْلِيِّ إِمَّا بِكُلِّهِ وَإِمَّا بِجُزْئِهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَوْمُ

العالم خير من عبادة الجاهل تحت حجاب القلب بنور التوحيد وتحت ملازمة أسماء التوحيد بلسان السر بغير حرف ولا صوت كما قال الله تعالى في حديثه القدسي الإنسان سري وأنا سره وقال عز وجل إن علم الباطن سر من سري أجعله في قلب عبادي ولا يقف عليه أحد غيري كما قال الله تعالى أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه حين يذكرني فإذا ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وإذا ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ أحسن منه فالمراد منهم من في وجود الإنسان وهو علم التفكر كما قال عليه الصلوة والسلام تفكر ساعة خير من عبادة سنة وقال عليه الصلوة والسلام تفكر ساعة خير من عبادة سبعين سنة وقال عليه الصلوة والسلام تفكر ساعة خير من عبادة ألف عام فالتوفيق فيه أن يقال من تفكر في تفاصيل الفروع فتفكره ساعة خير من عبادة سنة ومن تفكر في معرفة ما يجب عليه من العبادة فخير من عبادة سبعين سنة ومن تفكر ساعة في معرفة الله تعالى فخير من عبادة ألف سنة وهو علم العرفان أعني التوحيد وبه يصل العارف إلى معروفه ومحبوبه وتحت تحته الطيران بالروحانية إلى عالم القربة فالعابد يسير إلى الجنة والعارف طيار إلى القربة وقال بعضهم في حقه. رباعي

قلوب العارفين لها عيون ترى ما لا يراها الناظرونا
لها أجنحة تطير بغير ريش إلى ملكوت رب العالمينا

فهذا الطيار يكون في باطن العارف وهو الإنسان الحقيقي وهو حبيب الله عز وجل ومحرمه ومحروسه كما قال أبو يزيد البسطامي أهل الله هم عرائس الله (وفي الرواية) أولياء الله هم عرائس الله فلا يعرف العرائس إلا المحرم منهم وهم مخدرون في حجاب الأنس لا يراهم أحد غير الله تعالى (وقال عز وجل في حديثه القدسي أوليائي تحت قبائي لا يعرفهم غيري) ولا يرى الناس في الظاهر من العروس إلا ظاهر زينتها قال يحيى ابن معاذ الرازي الولي ريحان الله في أرضه يشمه الصديقون فيصل رائحته إلى قلوبهم فيشتاقون به إلى مولاهم فتزداد عباداتهم على تفاوت أخلاقهم بحسب الفناء لأن رائحة القربة تكون برائحة الفناء فالولي هو الفاني في حاله والباقي في مشاهدة الحق ولم يكن له عن نفسه اختيار ولا له مع أحد غير الله قرار وهو من أبى الكرامات ومحجب عنها لأنها مما لا يحبون الأنقياء فإن الفناء التي الولاية تم وقال أبو سليمان أصحاب الكرامات كلهم محجوبون والكرامة حيض الرجال فالولي له ألف مقام أوله باب الكرامات من جاوز منها نال الباقي وإلا فلا.

الفصل الثاني: في بيان رد الإنسان إلى أسفل السافلين

لما خلق الله الروح القدسي في أحسن التقويم في عالم اللاهوت فأراد أن يرده إلى الأسفل لزيادة الأنسية والقربة في مقعد صدق عند مليك مقتدر وهي مقام الأولياء والأنبياء فرده أولاً إلى عالم الجبروت ومعه بذر التوحيد فأودع من نور الحق في ذلك العالم وألبس منه كسوة ثم إلى عالم الملك فخلق له كسوة عنصرية لئلا تحترق به عالم الملك يعني هذا الجسد الكثيف فيسمى باعتبار الكسوة الجبروتية روحا سلطانيا وباعتبار الملكوتية روحا سيرانيا وروانيا وباعتبار الملكية روحا جسمانيا فلما كان المقصود من مجيئه إلى الأسفل لكسب زيادة القربة والدرجات بواسطة القلب والقالب فينزرع بذر التوحيد في أرض القلب ليتنبت فيها شجرة التوحيد أصلها ثابت في هواء السر تثمر عليها ثمرات التوحيد لرضاء الله تعالى.

وزرع بذر الشريعة في أرض القلب لينبت فيها شجرة الشريعة وتثمر عليها أثمار الدرجات أمر الله تعالى الأرواح كلها بدخول الجسد فتقسم لكل واحد منها موضع فيه فموضع الروح الجسماني منه في الجسد بين اللحم والدم وموضع الروح القدسي السر فلكل واحد منها حانوت في بلد الوجود وأمتعة وأرباح وتجارة لن تبور كما قال الله تعالى سرا وعلانية يرجون تجارة لن تبور فينبغي لكل إنسان أن يعرف معاملته في وجوده لأنه ما يحصل هنا يتعلق في عنقه (كما قال الله تعالى) أفلا يعلم إذا بعثر ما في القبور وحصل ما في الصدور (وكما قال الله تعالى) وكل إنسان ألزمناه طائره في عنقه.

الفصل العاشر: في بيان حوانيت الأرواح في الجسد

فحانوت الروح الجسماني من البدن الصدر مع الجوارح الظاهرة ومتاعه الشريعة ومعاملته العمل بالمأمورات التي أمر الله بها من الأعضاء الظاهرة بغير شرك كما قال الله تعالى ولا يشرك بعبادة ربه أحدا. إن الله وتر يحب الوتر أعني العمل بلا رياء ولا سمعة وربحه في الدنيا لأن الولاية والمكاشفة والمشاهدة في عالم الملك من الثرى إلى السماء وبقية الكرامات الكونية من المراتب الرهبانية كالمشي على الماء والطيران في الهواء وطي المكان والسمع من البعيد والرؤية في بعد البدن ونحو ذلك وأما ربحه في الآخرة فهو الجنة والحور والقصور والولدان والأكواب وسائر النعم في الجنة الأولى وهي الجنة المأوى.

وحانوت الروح الروحاني القلب ومتاعه علم الطريقة ومعاملته اشتغاله بالأسماء الأربعة الأول لا نطق ولا حرف من أصول الأسماء الاثني عشر كما قال الله تعالى قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن أيا ما تدعوا فله الأسماء الحسنى. وكما قال الله تعالى ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها. وهذه إشارات إلى أن الأسماء محل العقل وهو علم الباطن والمعرفة نتيجة أسماء التوحيد قال عليه السلام إن لله تعالى تسعة وتسعين اسما من أحصاها دخل الجنة وكما قال عليه السلام الدرس حرف والتكرار ألف والمراد من الإحصاء أن يصير متصفا بها ومتخلقا بأخلاقها وهذه الأسماء الاثني عشر أصول أسماء الله تعالى على عدد حروف لا إله إلا الله فحروف هذه الكلمة اثنا عشر حرفا فأنبت الله في أطوار القلب لكل حرف اسما واحدا لكل عالم ثلاثة أسماء فأثبت الله بها قلوب المؤمنين كما قال الله تعالى يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة وأنزل عليهم سكينة الأنس وأنبت الله شجرة التوحيد أصلها ثابت في الأرض السابعة بل في الثرى وفرعها في السماء إلى ما فوق العرش (قال الله تعالى كشجرة طيبة أصلها ثابت وفرعها في السماء) وربح تجارة القلب مشاهدته في عالم الملكوت مثل مشاهدة الجنان وأهلها وأنوارها وملائكتها ونطق لسان الباطن من لسانه بهذه الأسماء الباطنة بلا نطق ولا حرف ومسكنه في الآخرة في الجنة الثانية وهي جنة النعيم.

وحانوت الروح السلطاني الفؤاد ومتاعه المعرفة ومعاملته ملازمة الأسماء الأربعة المتوسطة بلسان الجنان كما قال عليه السلام العلم علمان علم باللسان فذلك حجة الله على خلقه وعلم بالجنان فذلك العلم النافع لأن أكثر المنافع العلم في هذه الدائرة وقال عليه السلام إن للقرآن ظهرا وبطنا وقال عليه السلام إن الله أنزل القرآن على عشرة أبطن فكل ما هو بطن فهو أنفع وأرجح لأنه لب وهذه الأسماء جملة الاثني عشر كما

انْفَجَرَتْ مِنْ ضَرْبِ عَصَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ۔ فَالْعِلْمُ الظَّاهِرُ كَمَاءِ الْمَطَرِ الْعَارِضِيِّ وَالْعِلْمُ الْبَاطِنُ كَمَاءِ الْعَيْنِ الْأَصْلِيِّ هُوَ الْأَنْفَعُ مِنَ الْأَوَّلِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ۔ أَخْرَجَ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ أَرْضِ الْآفَاقِ حَبًّا هُوَ قُوَّةُ الْحَيَوَانَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَأَخْرَجَ مِنْ أَرْضِ الْأَنْفُسِ حَبًّا هُوَ قُوَّةُ الْأَرْوَاحِ الرُّوحَانِيَّةِ۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ تَعَالَى أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ وَأَمَّا رِبْحُهُ فَرُؤْيَةُ عَكْسِ جَمَالِ اللّٰهِ تَعَالَى۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى۔ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الْأَوَّلِ قَلْبُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ وَمِنَ الثَّانِي هُوَ اللّٰهُ تَعَالَى كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔ وَمَسْكَنُ هٰذِهِ الثَّالِثَةِ فِي الْجَنَّةِ الثَّالِثَةِ وَهُوَ الْفِرْدَوْسُ۔

وَصَاحِبُ الرُّوحِ الْقُدْسِيِّ فِي السِّرِّ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: الْإِنْسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ وَبِضَاعَتُهُ عِلْمُ الْحَقِيقَةِ وَهُوَ عِلْمُ التَّوْحِيدِ وَمُعَامَلَتُهُ مُلَازَمَةُ أَسْمَاءِ التَّوْحِيدِ وَهِيَ الْأَرْبَعَةُ الْأَخِيرَةُ بِلِسَانِ السِّرِّ بِلَا نُطْقٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى۔ فَلَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالَى وَأَمَّا رِبْحُهُ فَظُهُورُ طِفْلِ الْمَعَانِي وَمُشَاهَدَتُهُ وَمُعَايَنَتُهُ وَنَظْرَةٌ إِلَى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى إِجْلَالًا وَجَمَالًا بِعَيْنِ السِّرِّ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَشْبِيهٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ فَلَمَّا بَلَغَ الْإِنْسَانُ إِلَى مَقْصُودِهِ انْحَصَرَتِ الْعُقُولُ وَتَحَيَّرَتِ الْقُلُوبُ وَكَلَّتِ الْأَلْسُنُ وَلَنْ يَسْتَطِيعَ أَنْ يُخْبِرَ مِنْ ذٰلِكَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى مُنَزَّهٌ عَنِ الْأَمْثَالِ فَإِذَا بَلَغَ مِثْلُ هٰذِهِ الْأَخْبَارِ إِلَى الْعُلَمَاءِ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَفْهَمُوا مِنْ مَقَامَاتِ الْعُلُومِ وَيَعْرِفُوا حَقَائِقَهَا وَيَتَوَجَّهُوا إِلَى أَهْلِ الطَّرِيقِ وَيَجْتَهِدُوا أَنْ يَصِلُوا إِلَى عِلْمِ اللَّدُنِّيِّ وَمَعْرِفَةِ اللُّبِّ الْأَعْلَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْتَرِضُوا أَوْ يُنْكِرُوا إِلَى هٰذِهِ الْمَقَالَةِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا۔

الْفَصْلُ الرَّابِعُ: فِي بَيَانِ عَدَدِ الْعُلُومِ

فَالْعِلْمُ الظَّاهِرُ اثْنَا عَشَرَ قِسْمًا وَكَذَا الْعِلْمُ الْبَاطِنُ لَهُ اثْنَا عَشَرَ قِسْمًا فَتَنْقَسِمُ بَيْنَ الْعَامِّ وَالْخَاصِّ عَلَى قَدْرِ الِاسْتِعْدَادِ فَالْعُلُومُ مَحْصُورَةٌ عَلَى أَرْبَعَةِ أَبْوَابٍ:

الْبَابُ الْأَوَّلُ: ظَاهِرُ الشَّرْعِ مِنَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَسَائِرِ الْأَحْكَامِ۔

وَالثَّانِي: بَاطِنُهَا سَمَّيْتُهُ عِلْمَ الْبَاطِنِ وَالطَّرِيقَةِ۔

وَالثَّالِثُ: الْبَاطِنُ سَمَّيْتُهُ عِلْمَ الْمَعْرِفَةِ۔

وَالرَّابِعُ: أَبْطَنُ الْبَوَاطِنِ وَسَمَّيْتُهُ عِلْمَ الْحَقِيقَةِ۔ فَلَا بُدَّ مِنْ تَحْصِيلِ كُلِّهَا۔

كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الشَّرِيعَةُ شَجَرَةٌ وَالطَّرِيقَةُ أَغْصَانُهَا وَالْمَعْرِفَةُ أَوْرَاقُهَا وَالْحَقِيقَةُ ثَمَرُهَا وَالْقُرْآنُ جَامِعٌ جَمِيعَهَا بِالدَّلَالَةِ وَالْإِشَارَةِ تَفْسِيرًا أَوْ تَأْوِيلًا (قَالَ صَاحِبُ الْمَجْمَعِ) التَّفْسِيرُ لِلْعَوَامِّ وَالتَّأْوِيلُ لِلْخَوَاصِّ لِأَنَّهُمُ الْعُلَمَاءُ الرَّاسِخُونَ وَمَعْنَى الرُّسُوخِ الثَّبَاتُ وَالْقَرَارُ وَالِاسْتِحْكَامُ فِي الْعِلْمِ كَشَجَرَةِ النَّخْلِ أَصْلُهَا ثَابِتٌ فِي الْأَرْضِ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ وَهٰذَا الرُّسُوخُ نَتِيجَةُ الْكَلِمَةِ الْمَزْرُوعَةِ فِي لُبِّ الْقَلْبِ بَعْدَ التَّصْفِيَةِ وَقَدْ وُقِفَ (قَوْلُهُ) وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ عَلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا اللّٰهُ عَلَى إِحْدَى الْأَقْوَالِ (قَالَ صَاحِبُ التَّفْسِيرِ الْكَبِيرِ) لَوْ فُتِحَ هٰذَا الْبَابُ لَانْفَتَحَ

أبواب المواطن (أي القلب) مأمورٌ بقيام الأمر والنهي وكذلك النفس في كل دائرة من الدوائر الأربع فالنفس يوسوس في دائرة الشريعة من المخالفات وفي دائرة الطريقة من الموافقات كليهما كدعوى النبوة والولاية وفي دائرة المعرفة من الشرك الخفي من الأمور الربانية كدعوى الربوبية (كما قال الله تعالى) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

وأما دائرة الحقيقة فلا مدخل للشيطان فيها ولا للنفس ولا للملائكة لأن غير الله تعالى يحترق فيها (كما قال جبرائيل عليه السلام لو دنوت أنملة لاحترقت) فيخلص العبد جميعهم من الشيطان ويكون مخلصا كما قال الله تعالى فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ وما لم يصل الحقيقة لم يكن مخلصا لأن الصفات البشرية الشركية لا تفنى إلا بتجلي الذات ولا ترتفع الجهالة إلا بمعرفة الذات سبحانه وتعالى. فيعلمه الله تعالى بلا واسطة من لدنه علما لدنيا فيعرفه بتعريفه ويعبده بتعليمه كالخضر عليه السلام وهناك يشاهد الأرواح القدسية ويعرف نبيه محمدا صلى الله عليه وسلم فيتحدث بآبائه إلى آدم والأنبياء يبشرونه بالوصال الأبدي. كما قال الله تعالى وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا فمن لم يصل بهذا العلم لم يكن عالما في الحقيقة ولو قرأ ألف ألف من الكتب بعد لا يبلغ إلى الروحانية فتصل الجسمانية بظاهر العلوم جزاؤه الجنة فقط. فيتجلى عكس الصفات فيه. فالعالم لا يدخل بمجرد علم الظاهر إلى حرم القدس والقربة لأنه عالم الطيران والطير لا يطير إلا بجناحيه فالعبد الذي يعمل بعلم الظاهر والباطن يصل إلى ذلك العالم كما قال الله تعالى في حديث القدسي لمحمد إذا أردت أن تدخل حرمي فلا تلتفت إلى الملك والملكوت والجبروت لأن الملك شيطان العالم والملكوت شيطان العارف والجبروت شيطان الواقف من رضي بأحدها فهو مطرود عند الله تعالى أعني مطرود القربة لا مطرود الدرجات وهم يطلبون القربة فلا يصلون إليها لأنهم طمعوا غير مطمع لأن لهم جناحا واحدا و لأهل القربة ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر وهي جنة القربة لا فيها حور ولا قصور فينبغي للإنسان أن يعرف مقداره ولا يدعي لنفسه ما ليس بحقه كما قال علي كرم الله وجهه رحم الله امرأ عرف قدره ولم يتعد طوره وحفظ لسانه ولم يضيع عمره فينبغي للعالم أن يحصل معنى حقيقة الإنسان المسمى بطفل المعاني ويربيه بملازمة أسماء التوحيد ويخرج من عالم الجسمانية إلى عالم الروحانية وهي عالم السر ليس فيه غير الله تعالى وهو كطير طيرانه من نور لا نهاية له وطفل المعاني يطير فيها ويرى عجائبها وغرائبها لكن لا يمكن الأخبار عنها وهي مقام الموحدين الذين فنوا من أنفسهم في عين الوحدة فليس له وجود في البين برؤية جمال الله كما لا يرى الأنجم نفسه إذا أطل الشمس فيه فلا جرم أن الإنسان لا يرى نفسه بغلبة جمال الله بغلبة الحرارة والنورانية في نفسه.

كما قال عيسى عليه السلام لن يلج الإنسان إلى ملكوت السموات حتى يولد مرتين كما يولد الطير مرتين والمراد منه تولي طفل المعاني الروحاني من حقيقة قابلية الإنسان وهو سر الإنسان بظهر وجوده وعلوقه من اجتماع علم الشريعة وعلم الحقيقة لأن الولد لا يحصل إلا من اجتماع النطفتين من الرجل والمرأة كما قال الله تعالى إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ وبعد ظهور هذا المعنى يحصل العبور من عبور الخلق إلى عبور الأمر بل كل العالم في جنب عالم الروح كقطرة ماء وبعد ذلك ينطق بلطائف العلوم الروحانية واللدنية بلا حرف ولا

الفصل الخامس في بيان التوبة والتلقين

اعلم أن المراتب المذكورة لا تحصل إلا بالتوبة النصوح وبالتلقين من أهله كما قال الله تعالى وألزمهم كلمة التقوى وهي كلمة لا إله إلا الله بشرط أهلها من قلب تقي نقي عما سوى الله ولا يحل كلمته لسماع من فم العامة وإن كان اللفظ واحدًا لكن في المعنى تفاوت لأن القلب يحيا إذا أخذ بذر التوحيد من قلب حي فيكون بذرًا كاملًا والبذر غير البالغ لا ينبت ولذلك أنزل كلمة التوحيد في القرآن متوجهتين أحدهما مقارن بالقول الظاهر كما قال الله تعالى إنهم كانوا إذا قيل لهم لا إله إلا الله يستكبرون فهذا في حق العوام.

والثاني مقرون بالعلم الحقيقي كما قال الله تعالى فاعلم أنه لا إله إلا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات فهذا التلقين بسبب نزول هذه الآية التي نزلت لأجل الخواص.

بيان تلقين الذكر أول ما تمنى أقرب الطرق وأفضلها وأسهلها من النبي صلى الله عليه وسلم علي رضي الله عنه فانتظر النبي صلى الله عليه وسلم الوحي فجاء جبرائيل عليه السلام ولقن بهذه الكلمة ثلاث مرات ثم قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما قال جبرائيل عليه السلام ثم لقن النبي صلى الله عليه وسلم عليا رضي الله عنه ثم جاء إلى أصحابه فلقنهم جميعا فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد رجعنا من الجهاد الأصغر نعود إلى الجهاد الأكبر يعني جهاد النفس كما قال عليه الصلوة والسلام لبعض أصحابه أعدى أعدائك نفسك التي بين جنبيك فلا تحصل محبة الله إلا بعد قهر أعدائه في وجودك من نفس الأمارة واللوامة والملهمة وتطهيره من الأخلاق الذميمة البهيمية كمتابعة زيادة الأكل والشرب والنوم واللغو والسبعية كالغضب والشتم والضرب والقهر والشيطانية كالكبر والعجب والحسد والحقد وغير ذلك من الآفات البدنية والقلبية فإذا تطهر منها تطهر من أصل الذنوب فكان من المتطهرين والتوابين كما قال الله تعالى إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين فمن تاب من مجرد ظاهر الذنوب فالظاهر أنه لا يدخل تحت هذه الآية وإن كان تائبا لكن ليس بتواب فإنه لفظ المبالغة فالمراد منه توبة الخواص فقال من يتوب من مجرد الذنوب الظاهر كمن يقطع حشيش الزرع من فوقه ولا يشتغل بقلعه من أصوله فينبت لا محالة ثانيا أكثر مما كان ويقال التواب من الذنوب والأخلاق الذميمة كلها كمن يقلعه من أصله فلا جرم أنه لا ينبت بعده إلا نادرًا فالتلقين بعده أنه تقطع ما سوى الله تعالى عن قلب المتلقي لأن من لم يقطع الشجر المر لم يحصل الشجر الحلو موجهة فاعتبروا يا أولي الأبصار لعلكم تفلحون والصلوات فقال الله تعالى هو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات وقال سبحانه وتعالى ومن تاب وآمن وعمل صالحا فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات ثم التوبة على نوعين توبة العام وتوبة الخاص. فتوبة العام أن يرجع من المعصية إلى الطاعة ومن المذمومة إلى المحمودة ومن الجحيم إلى الجنة ومن راحة البدن إلى مشقة النفس بالذكر والجهد والسعي القوي.

وتوبة الخاص أن يرجع بعد حصول هذه التوبة من حسنات الأبرار إلى المعارف ومن الدرجات إلى القربة

ومن الذنوب الجسمانية إلى الذنوب الروحانية وهو ترك ما سوى الله تعالى والأنس به والنظر إليه بمعنى الحقيقي ومولاه الذنب ذرات من كسب الوجود وكسب الوجود ذنب كما قيل خطابًا للنبي صلى الله عليه وسلم وجودك ذنب لا يقاس به ذنب آخر، كما قال الأكابر رحمهم الله تعالى حسنات الأبرار سيئات المقربين ولذلك كان النبي صلى الله عليه وسلم يستغفر الله كل يوم مائة مرة كما قال الله تعالى واستغفر لذنبك أي بذنب وجودك وهذا هو الإنابة فإن الإنابة الرجوع من كل ما سوى الله تعالى إليه والدخول في سلم القربة في الأجرة والنظر إلى وجه الله تعالى كما قال النبي صلى الله عليه وسلم إن لله تعالى عبادًا أبدانهم في الدنيا وقلوبهم تحت العرش فإن رؤية الله تعالى لا تحصل في الدنيا لكن تحصل رؤية صفات الله تعالى في مرآة القلب كما قال عمر رضي الله عنه رأى قلبي ربي بنور ربي فالقلب مرآة المنعكس جمال الله تعالى.

فهذه المشاهدة لا تحصل إلا بتلقين شيخ واصل فمقبول من السابقين ثم رجال الكاملين الواصلين بأمر الله تعالى بواسطة النبي صلى الله عليه وسلم فإن الأولياء رضي الله تعالى عنهم مرسلون للخواص لا للعوام فرقًا بين النبي والولي فإن النبي مرسل إلى العوام والخواص جميعًا مستقلًا بنفسه والولي المرشد يرسل للخواص فقط غير مستقل بنفسه فإنه لا يسعه إلا متابعة نبيه عليه السلام على لواء الاستقلال كفر وأما مثله النبي صلى الله عليه وسلم علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل لأنهم كانوا متابعين لشريعة المرسل وهو موسى عليه الصلوة والسلام لكن يجددونها ويؤكدونها أحكامها من غير إتيان بشريعة أخرى فكذا علماء هذه الأمة من الأولياء يرسلون للخواص لتجديد الأمر والنهي واستحكام العمل على التأكيد الأكمل وتصفية أهل الشريعة وعلى القلب موضع المعرفة وهم يلحقون بعلم النبي صلى الله عليه وسلم كأصحاب الصفة كانوا ينطقون بأسرار المعراج قبل إظهار النبي صلى الله عليه وسلم فالولي عامل بولاية النبي صلى الله عليه وسلم التي هي جزء نبوته وباطنه أمانة عنده وليس المراد منهم كل من رسم بظاهر العلم لأنه وإن كان من الورثة النسبية لكن من قبيل ذوي الأرحام فالوارث الكامل من يكون بمنزلة الابن لأنه من أقرب العصبات فالولد سر الأب ظاهرًا وباطنًا ولذلك قال عليه الصلاة والسلام إن من العلم كهيئة المكنون لا يعلمه إلا العلماء بالله تعالى فإذا نطقوا به لم ينكره أهل الغرة وهذا هو السر الذي استودع في قلب النبي صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج في الطبق المتوالي الثلاثين ألفا ولم يظهرها على أحد من العامة سوى أصحابه المقربين وأصحاب الصفة فبركة ذلك السر قيام الشريعة إلى يوم القيامة فالعلم الباطن يهدي إلى ذلك السر فالعلوم والمعارف كلها خدم ذلك السر وأما العلماء الظاهرية فهم ورثة بعضهم بمنزلة صاحب الفروض وبعضهم بمنزلة ذوي الأرحام موكلون على ظاهر العلم بالدعوة إلى الله تعالى بالموعظة الحسنة والمصالح الشرعية المتسلسلة بسلسلتهم إلى علي رضي الله عنه حصر العلم على باب العلم بالدعوة والحكمة إلى الله تبارك وتعالى كما قال الله تعالى ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن وقولهم في الأصل واحد وفي الفروع مختلف وهذه المعاني الثلاثة التي كانت مجموعة في الآية كانت مجموعة في ذات النبي صلى الله عليه وسلم فلا يطيق أحد حمل ذلك بعده فقسم على ثلاثة أقسام.

القِسْمُ الأَوَّلُ ـ عِلْمُ الحَالِ وَهُوَ لُبُّهَا وَأَعْطَى الرِّجَالَ وَهِمَّةُ الرِّجَالِ بِهِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ هِمَّةُ الرِّجَالِ تَقْلَعُ الجِبَالَ وَالمُرَادُ مِنَ الجِبَالِ قَسَاوَةُ القَلْبِ يَمْحُوا بِدُعَائِهِمْ وَتَضَرُّعِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمَنْ يُؤْتَ الحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔

وَالقِسْمُ الثَّانِي ـ عِلْمُ ذٰلِكَ اللُّبِّ أَعْطَى العُلَمَاءَ الظَّاهِرِيَّةَ وَهُوَ مَوْعِظَةُ الحَسَنَةِ وَالأَمْرُ بِالمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ المُنْكَرِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ العَالِمُ يَرْكَا بِالعِلْمِ وَالأَدَبِ وَالجَاهِلُ يَرْكَا بِالضَّرْبِ وَالغَضَبِ::

وَالقِسْمُ الثَّالِثُ ـ وَهُوَ قِشْرُ القِشْرِ أَعْطَى لِلْأُمَرَاءِ وَهُوَ العَدْلُ الظَّاهِرِيُّ وَالسِّيَاسَةُ المُشَارُ إِلَيْهِ بِقَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَلَهُمْ مَظَاهِرُ القَهْرِ وَسَبَبُ سِيَادَةِ النِّظَامِ الَّذِي كَالقِشْرِ الأَخْضَرِ مِنَ الجَوْزِ وَمَقَامُ العُلَمَاءِ الظَّاهِرِ كَالقِشْرِ الآخَرِ وَمِثَالُ عُلَمَاءِ البَاطِنِ كَاللُّبِّ لِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمُجَالَسَةِ العُلَمَاءِ وَاسْتِمَاعِ كَلَامِ الحُكَمَاءِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحْيِي القَلْبَ بِنُورِ الحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الأَرْضَ المَيْتَةَ بِمَاءِ المَطَرِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَلِمَةُ الحِكْمَةِ ضَالَّةُ الحَكِيمِ أَخَذَهَا حَيْثُ وَجَدَهَا وَالكَلِمَةُ الَّتِي بِأَفْوَاهِ العَوَامِّ نَزَلَتْ مِنَ اللَّوْحِ المَحْفُوظِ وَهُوَ عَالَمُ الجَبَرُوتِ مِنَ الدَّرَجَاتِ وَالكَلِمَةُ الَّتِي فِي أَفْوَاهِ الرِّجَالِ مِنَ الوَاصِلِينَ نَزَلَتْ مِنَ اللَّوْحِ الأَكْبَرِ بِلِسَانِ القُدْسِ بِلَا وَاسِطَةٍ فِي عَالَمِ القُرْبَةِ فَكُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهِ وَلِذٰلِكَ طَلَبُ أَهْلِ التَّلْقِينِ بِحَيَاةِ القَلْبِ فَرْضٌ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَلَبُ العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ وَالمُرَادُ مِنْهُ عِلْمُ المَعْرِفَةِ وَالقُرْبَةِ وَالبَوَاقِي مِنَ العُلُومِ الظَّاهِرِ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَيْهَا إِلَّا مَا يُؤَدِّي بِهَا الفَرَائِضَ كَعِلْمِ الفِقْهِ فِي العِبَادَاتِ۔

فَرَضَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يُجَاوِزَ هِمَّتَهُ إِلَى القُرْبَةِ وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَى الدَّرَجَاتِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى وَالمُرَادُ مِنْهَا عِلْمُ القُرْبَةِ فِي أَهْلِ الأَقَارِبِ۔

الفصل السادس في بيانِ أهلِ التَّصوُّفِ

وَلِمَ يُسَمَّوْا أَهْلَ التَّصَوُّفِ إِلَّا لِتَصْفِيَةِ بَوَاطِنِهِمْ بِنُورِ المَعْرِفَةِ وَالتَّوْحِيدِ أَوْ لِأَنَّهُمُ انْتَسَبُوا إِلَى أَصْحَابِ الصُّفَّةِ أَوْ لِلُبْسِهِمُ الصُّوفَ لِلْمُبْتَدِي صُوفُ الغَنَمِ وَلِلْمُتَوَسِّطِ صُوفُ المَعْزِ وَلِلْمُنْتَهِي صُوفُ المَرْعِزِ وَهُوَ صُوفُ المُرَقَّعِ وَكَذَا حَالُهُمْ فِي البَاطِنِ عَلَى حَسَبِ مَرَاتِبِ أَحْوَالِهِمْ وَكَذَا بِالإِطَاعَةِ وَالتَّعْظِيمِ وَالتَّقَرُّبِ كَمَا قَالَ صَاحِبُ التَّفْسِيرِ المُهَيَّجِ يَلِيقُ بِأَهْلِ الدُّنْيَا كُلُّ شَيْءٍ مِنَ التَّلْبِيسِ وَالتَّعْظِيمِ وَالتَّقَرُّبِ وَبِأَهْلِ المَعْرِفَةِ كُلٌّ لَيِّنٍ مِنْهَا فَإِنَّ إِنْزَالَ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ مِنَ السُّنَّةِ حَتَّى لَا يَتَخَطَّى أَحَدٌ طَوْرَهُ إِلَّا أَنَّهُمْ فِي الصَّفِّ الأَوَّلِ فِي الحَضْرَةِ الأُخْرَوِيَّةِ فَلَفْظُ التَّصَوُّفِ أَرْبَعَةُ أَحْرُفٍ تا ـ وَصَاد ـ وَوَاو ـ وَفَا ـ

(فَالتَّاءُ) مِنَ التَّوْبَةِ وَهُوَ عَلَى وَجْهَيْنِ تَوْبَةُ الظَّاهِرِ وَتَوْبَةُ البَاطِنِ ـ فَتَوْبَةُ الظَّاهِرِيَّةِ فَهِيَ أَنْ يَرْجِعَ بِجَمِيعِ أَعْضَائِهِ الظَّاهِرِيَّةِ مِنَ الذُّنُوبِ وَالمَآثِمِ إِلَى الطَّاعَاتِ وَمِنَ المُخَالَفَاتِ إِلَى المُوَافَقَاتِ قَوْلًا وَفِعْلًا وَأَمَّا التَّوْبَةُ البَاطِنِيَّةُ فَهِيَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى المُوَافَقَاتِ بِتَصْفِيَةِ القَلْبِ فَإِذَا حَصَلَ تَبْدِيلُ الذَّمِيمَةِ بِالحَمِيدَةِ فَقَدْ تَمَّ مَقَامُ التَّاءِ۔

(وَالصَّادُ) مِنَ الصَّفَاءِ وَهُوَ أَيْضًا عَلَى وَجْهَيْنِ صَفَاءُ القَلْبِ وَصَفَاءُ السِّرِّ ـ فَصَفَاءُ القَلْبِ أَنْ يُصَفِّيَ قَلْبَهُ مِنَ الكُدُورَاتِ البَشَرِيَّةِ مِثْلُ العَلَائِقِ الَّتِي تَحْصُلُ فِي القَلْبِ مِنْ كَثْرَةِ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالمَنَامِ وَالكَلَامِ وَالمُلَاحَظَاتِ الدُّنْيَوِيَّةِ مِثْلُ حُبِّ زِيَادَةِ الكَسْبِ وَزِيَادَةِ الجِمَاعِ وَزِيَادَةِ مَحَبَّةِ أَوْلَادِهِ وَأَهْلِهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَتَصْفِيَةُ القَلْبِ مِنْ هٰذِهِ الخِصَالِ

المنكورة لا يحصل إلا بملازمة ذكر الله تعالى في القلب جهرًا في الابتداء إلى أن يبلغ مقام الخفية كما قال الله تعالى إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم أي خوفت والخشية لا تكون إلا بعد انتباه القلب من نوم الغفلة وتصقيله فينقش فيه صورة الغيب من الخير والشر كما قال عليه الصلوة والسلام العالم ينقش والعارف يصقل.

وأما صفاء النور فهو بالاجتناب عما سوى الله تعالى وتحققه بملازمة أسماء التوحيد بلسان السر في سره فإذا حصل له هذه الصفة فقد تم مقام الصاد.

وأما الواو فهو من الولاية وهي ترتيب على التصفية كما قال الله تبارك وتعالى ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ○ لهم البشرى في الحيوة الدنيا وفي الآخرة.

ونتيجة الولاية أن يتخلق بأخلاق الله تبارك وتعالى كما قال عليه الصلوة والسلام تخلقوا بأخلاق الله تعالى ويتلبس خلع صفات الله تعالى بعد خلع الصفات البشرية كما قال تبارك وتعالى إذا أحببته كنت له سمعا وبصرا ولسانا ويدا ورجلا فبي يسمع وبي يبصر وبي ينطق وبي يبطش وبي يمشي فتطهروا عما سوى الله تبارك وتعالى كما قال جل وعلا وقل جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا فحصل مقام الواو.

وأما الفاء فهو الفناء في الله عز جلاله فإذا أفنى صفات البشرية تبقى صفات الأحدية وهو سبحانه لا يفنى ولا يزول فيبقى العبد الفاني مع الرب الباقي ومرضاته ويبقى القلب الفاني مع السر الباقي ونظره كما قال الله تبارك وتعالى كل شيء هالك إلا وجهه فيجعل أن يؤل بالرضاء إلى ما يوجه إليه من الأعمال الصالحة لوجهه ورضائه فيبقى المرتضى مع الراضي ونتيجة العمل الصالح حيوة حقيقة الإنسان المسمى بطفل المعاني كما قال الله تبارك وتعالى إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه فكل عمل يكون لغير الله تعالى فيه وجه فهو هالك لهالكه فإذا تم الفناء فيه حصل البقاء في عالم القربة كما قال الله تبارك وتعالى في مقعد صدق عند مليك مقتدر وهو مقام الأنبياء والأولياء في عالم الأقرب كما قال الله تبارك وتعالى والله مع الصادقين فالصادق إذا اقترن بالغير لم يبق له وجود.

فإذا تم الفقر يبقى الصوفي مع الحق سبحانه وتعالى أبدا كما قال الله تبارك وتعالى أصحاب الجنة هم فيها خالدون وكما قال الله تبارك وتعالى والله مع الصابرين.

الفصل السابع في بيان الأذكار

فقد هدى الله بلسان كريمه (بقوله) واذكروه كما هداكم أي إلى مراتب ذكركم وقال عليه أفضل الصلوة والسلام أفضل ما قلت أنا والنبيون من قبلي لا إله إلا الله فلكل مقام مرتبة خاصة إما جهرية أو خفية. فالأول هداكم إلى ذكر اللسان ثم إلى ذكر النفس ثم إلى ذكر القلب ثم إلى ذكر الروح ثم إلى ذكر السر ثم إلى ذكر الخفي ثم إلى ذكر أخفى الخفي أما ذكر اللسان فكأنه يذكر القلب ما نسي من ذكر الله.

وأما ذكر النفس فهو ذكر غير مسموع بالحروف والصوت بل مسموع بالحس والحركة في الباطن. وأما ذكر القلب فهو ملاحظة القلب في ضميره من الجلال والجمال وأما نتيجة ذكر الروح فهو مشاهدة أنوار تجليات

الْحِجَابِ وَأَمَّا ذِكْرُ السِّرِّ فَهُوَ مُرَاقَبَةٌ لِمُكَاشَفَاتِ الْأَسْرَارِ الْإِلٰهِيَّةِ عَزَّ نَوَالُهُ ـ وَأَمَّا ذِكْرُ الْخَفِيِّ فَهُوَ مُعَايَنَةُ أَنْوَارِ جَمَالِ الذَّاتِ الْأَحَدِيَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ـ وَأَمَّا ذِكْرُ أَخْفَى الْخَفِيِّ فَهُوَ النَّظَرُ إِلَى حَقِيْقَةِ حَقِّ الْيَقِيْنِ وَلَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالَى كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى وَذٰلِكَ أَبْلَغُ كُلِّ الْعُلُوْمِ وَانْتِهَاءُ كُلِّ مَقَاصِدَ ـ

اِعْلَمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ رُوْحًا آخِرَ وَهِيَ أَلْطَفُ مِنَ الْأَرْوَاحِ كُلِّهَا وَهِيَ طِفْلُ الْمَعَانِيْ وَهِيَ لَطِيْفَةٌ نَاجِيَةٌ بِهٰذِهِ الْأَطْوَارِ إِلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ بَعْضُ الْأَكَابِرِ هٰذِهِ الرُّوْحُ لَا تَكُوْنُ لِأَحَدٍ بَلْ تَكُوْنُ لِلْخَوَاصِّ كَمَا قَالَ تَعَالَى يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهٰذِهِ الرُّوْحُ مُلَازِمَةٌ فِي عَالَمِ الْقُدْرَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ فِي عَالَمِ الْحَقِيْقَةِ لَا يَلْتَفِتُ إِلَى غَيْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى كَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الْآخِرَةِ وَالْآخِرَةُ حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلَى أَهْلِ اللّٰهِ وَهُوَ طِفْلُ الْمَعَانِيْ وَطَرِيْقُ الْوُصُوْلِ إِلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُخَالَفَةُ الْجِسْمِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ لِأَحْكَامِ الشَّرْعِ بِقَوْلِهِ لَيْلًا وَّنَهَارًا وَيُدَاوِمُ عَلَى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالَى سِرًّا وَّجَهْرًا لِأَنَّ دَوَامَهُ فَرْضٌ قَائِمٌ عَلَى الطُّلَّابِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَائِلٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ وَكَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ـ

الْفَصْلُ الثَّامِنُ فِيْ بَيَانِ شَرَائِطِ الذِّكْرِ

وَهُوَ أَنْ يَّكُوْنَ الذَّاكِرُ عَلٰى وُضُوْءٍ تَامٍّ وَأَنْ يَّذْكُرَ بِضَرْبٍ شَدِيْدٍ وَّصَوْتٍ قَوِيٍّ حَتّٰى تَحْصُلَ أَنْوَارُ الذِّكْرِ فِيْ بَوَاطِنِ الذَّاكِرِيْنَ وَتَصِيْرَ قُلُوْبُهُمْ أَحْيَاءً بِهٰذِهِ الْأَنْوَارِ حَيَاةً أَبَدِيَّةً أُخْرَوِيَّةً كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ اَلْمُؤْمِنُوْنَ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ إِلٰى دَارِ الْبَقَاءِ وَكَقَوْلِهِ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ اَلْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ كَمَا يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ أَيْ يُنَاجُوْنَ رَبَّهُمْ وَلَيْسَ مَعْنَاهُ ظَاهِرَ الصَّلٰوةِ مِنَ الْقِيَامِ وَالْقُعُوْدِ وَالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بَلْ مُجَرَّدُ الْمُنَاجَاتِ مِنْ قِبَلِ الْحَيَاةِ وَعَلَامَةُ الْمَغْفِرَةِ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَكُوْنُ الْعَارِفُ مُحْرِمًا إِلَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُدْرِكُوا الْمُنَاجَاتِ لِلْقَلْبِ الْحَيِّ فَلِذٰلِكَ لَا يَمُوْتُ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ وَكَقَوْلِهِ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ مَنْ مَاتَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ بَعَثَ اللّٰهُ فِيْ قَبْرِهِ مَلَكَيْنِ يُعَلِّمَانِهِ عِلْمَ الْمَعْرِفَةِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَامَ مِنْ قَبْرِهِ عَالِمًا وَّعَارِفًا وَالْمُرَادُ مِنَ الْمَلَكَيْنِ رُوْحَانِيَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَرُوْحَانِيَّةُ الْوَلِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِأَنَّ الْمَلَكَ لَا يَدْخُلُ فِيْ عَالَمِ الْمَعْرِفَةِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ شَخْصٍ مَّاتَ جَاهِلًا وَّقَامَ مِنْ قَبْرِهِ عَالِمًا وَّعَارِفًا وَّكَمْ مِّنْ شَخْصٍ مَّاتَ عَالِمًا وَّقَامَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَاهِلًا أَوْ فَاسِقًا أَوْ مُفْلِسًا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَنِيَّةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ وَنِيَّةُ الْفَاسِقِ شَرٌّ مِّنْ عَمَلِهِ لِأَنَّ النِّيَّةَ أَسَاسُ الْعَمَلِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ بِنَاءُ الصَّحِيْحِ عَلَى الصَّحِيْحِ صَحِيْحٌ وَبِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِيْ حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ فَالْوَاجِبُ طَلَبُ حَيَاةِ الْقَلْبِ الْأُخْرَوِيِّ مِنْ أَهْلِ التَّلْقِيْنِ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ فَوْتِ الْوَقْتِ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ فَإِذَا لَمْ يَزْرَعْ

فِيهَا لَمْ يَحْصُدْ فِي الْآخِرَةِ وَالْمُرَادُ مِنَ الزَّرْعِ أَرْضُ الْوُجُودِ الْأَنْفُسِيِّ الْآفَاقِيِّ.

الفصل التاسع في بيان رؤية الله تعالى

فَالرُّؤْيَةُ عَلَى وَجْهَيْنِ رُؤْيَةُ جَمَالِ اللهِ تَعَالَى فِي الْآخِرَةِ بِلَا وَاسِطَةِ الْمِرْآةِ وَرُؤْيَةُ صِفَاتِهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الدُّنْيَا بِوَاسِطَةِ مِرْآةِ الْقَلْبِ بِنَظَرِ الْفُؤَادِ إِلَى عَكْسِ أَنْوَارِ الْجَمَالِ كَمَا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الْأَوَّلِ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ (الثَّانِي) هُوَ اللهُ تَعَالَى فَمَنْ رَأَى صِفَاتِهِ فِي الدُّنْيَا يَرَى ذَاتَهُ فِي الْآخِرَةِ بِلَا كَيْفٍ. وَذَلِكَ الدَّعْوَاتُ الَّتِي صَدَرَتْ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ فِي الرُّؤْيَةِ كَذَلِكَ كَقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَأَى قَلْبِي رَبِّي بِنُورِ رَبِّي وَكَقَوْلِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ لَمْ أَعْبُدْ رَبًّا لَمْ أَرَهُ فَذَلِكَ كُلُّهُ مُشَاهَدَةُ الصِّفَاتِ كَمَا أَنَّ مَنْ رَأَى شُعَاعَ الشَّمْسِ مِنَ الْمِشْكَوٰةِ وَنَحْوِهَا صَحَّ لَهُ أَنْ يَقُولَ رَأَيْتُ الشَّمْسَ عَلَى سَبِيلِ التَّوَسُّعِ وَقَدْ مَثَّلَ اللهُ تَعَالَى نُورَهُ فِي كَلَامِهِ بِاعْتِبَارِ صِفَاتِهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ فَقَدْ قَالُوا الْمِشْكَوٰةُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ وَالْمِصْبَاحُ سِرُّ الْفُؤَادِ وَهُوَ الرُّوحُ السُّلْطَانِيُّ وَالزُّجَاجَةُ الْفُؤَادُ الَّذِي وَصَفَهُ بِالدُّرِّيَّةِ مِنْ شِدَّةِ نُورَانِيَّتِهِ ثُمَّ بَيَّنَ مَظْهَرَ ذَلِكَ النُّورِ فَقَالَ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ وَهِيَ شَجَرَةُ التَّلْقِينِ وَالتَّوْحِيدِ الْخَالِصِ يَكُونُ مِنْ لِسَانِ الْقُدُسِ بِلَا وَاسِطَةٍ كَمَا تَلَقَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ مِنْهُ فِي الْأَصْلِ ثُمَّ نَزَلَ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَصْلَحَةِ الْعَامِّ وَأَنْكَرَ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ وَلِذَلِكَ كَانَ يُسْرِعُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْبِقُ جِبْرَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْوَحْيِ حَتَّى نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَلِذَا تَأَخَّرَ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَتَجَاوَزَ مِنْ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ثُمَّ وَصَفَ الشَّجَرَةَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ أَيْ لَا يَعْرِضُهَا الْحُدُوثُ وَالْعَدَمُ وَالطُّلُوعُ وَالْغُرُوبُ بَلْ أَزَلِيَّةٌ لَمْ تَزَلْ كَمَا أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدِيمٌ أَزَلِيٌّ لَمْ يَزَلْ ذَاتُهُ أَبَدِيٌّ فَكَذَا صِفَاتُهُ لِأَنَّهَا أَنْوَارُهُ وَتَجَلِّيَاتُهُ وَصِفَاتُهُ قَائِمَةٌ بِذَاتِهِ فَلَا يَنْقَطِعُ إِلَّا أَنْ يَنْكَشِفَ الْحِجَابُ مِنْ وَجْهِ الْقَلْبِ يَعْنِي الْقَلْبَ يَتَلَقَّى تِلْكَ الْأَنْوَارَ لِيَتَفَاوَتَ الرُّوحُ مِنْ تِلْكَ الْمِشْكَوٰةِ صِفَاتِ الْحَقِّ مَعَ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ خَلْقِ الْعَالَمِ كَشْفُ ذَلِكَ الْكَنْزِ الْمَخْفِيِّ كَمَا مَرَّ فِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَرَدْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِيَعْرِفُونِي أَيْ لِيَعْرِفُونَ صِفَاتِي فِي الدُّنْيَا وَأَمَّا رُؤْيَةُ الذَّاتِ فَهِيَ فِي الْآخِرَةِ بِلَا وَاسِطَةِ الْمِرْآةِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى بِنَظَرِ السِّرِّ وَهُوَ الْمُسَمَّى بِطِفْلِ الْمَعَانِي كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَلَعَلَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَلَى صُورَةِ شَابٍّ أَمْرَدَ وَهُوَ طِفْلُ الْمَعَانِي وَهُوَ تَجَلِّي الرَّبِّ عَلَى هٰذِهِ الصُّورَةِ فِي مِرْآةِ الرُّوحِ لِأَنَّ الصُّورَةَ مِرْآةُ الرُّوحِ وَوَاسِطَةٌ بَيْنَ الْمُتَجَلِّي وَالْمُتَجَلَّى لَهُ وَإِلَّا فَالْحَقُّ مُنَزَّهٌ عَنِ الصُّورَةِ وَالْمَادِّيَّةِ وَخَوَاصِّ الْأَجْسَامِ فَالصُّورَةُ مِرْآةٌ وَالْمَعْنَى عَلَا الْمِرْآةَ وَهُوَ الرَّائِي فَافْهَمْ فَإِنَّهُ لُبَابُ السِّرِّ وَهٰذَا فِي عَالَمِ الصِّفَاتِ لِأَنَّهُ فِي عَالَمِ الذَّاتِ تَحْتَرِقُ الْوَسَائِطُ وَيَمْحُوا وَلَا يَسَعُ فِي ذَلِكَ الْعَالَمِ غَيْرُ اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَفْتُ رَبِّي بِرَبِّي أَيْ بِنُورِ رَبِّي وَحَقِيقَةُ الْإِنْسَانِ مَحْرَمٌ فِي ذَلِكَ النُّورِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ الْإِنْسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَا مِنَ اللهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنِّي وَكَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى خَلَقْتُ مُحَمَّدًا مِنْ نُورِ وَجْهِي وَالْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ الذَّاتُ الْمُقَدَّسَةُ الْمُتَجَلِّيَةُ فِي صِفَةِ الرَّحْمَانِيَّةِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى

إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ عَلٰى غَضَبِي وَقَالَ تَعَالٰى بِنُورِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ وَكَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔

الفصل العاشر في بيان حجب الظلمانية والنورانية

وَهُوَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا وَالْمُرَادُ مِنَ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ. لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ وَسَبَبُ عَمَى الْقَلْبِ حِجَابُ الْغَفْلَةِ وَالنِّسْيَانِ بَعْدَ الْعَهْدِ مِنْ رَّبِّهٖ وَسَبَبُ الْغَفْلَةِ الْجَهْلُ مِنْ حَقِيقَةِ الْأَمْرِ الْإِلٰهِيِّ وَسَبَبُ الْجَهْلِ اسْتِيلَاءُ صِفَاتِ الظُّلْمَانِيَّةِ عَلَيْهِ كَالْكِبْرِ وَالْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَالْبُخْلِ وَالْعُجْبِ وَالْغِيبَةِ وَالنَّمِيمَةِ وَالْكِذْبِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الذَّمَائِمِ وَسَبَبُ نُزُولِهٖ إِلٰى أَسْفَلِ السَّافِلِينَ لِهٰذِهِ الصِّفَاتِ وَإِزَالَةُ هٰذِهِ الصِّفَاتِ الذَّمَائِمِ بِتَصْفِيَةِ مِرْآةِ الْقَلْبِ بِصَيْقَلِ التَّوْحِيدِ وَبِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْمُجَاهَدَةِ الْقَوِيَّةِ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا حَتّٰى يَحْصُلَ حَيَاةُ الْقَلْبِ بِنُورِ التَّوْحِيدِ وَالصِّفَاتِ فَيَذْكُرُ وَطَنَهُ الْأَصْلِيَّ فَيَرْجِعُ وَيَشْتَاقُ إِلٰى وَطَنِهِ الْحَقِيقِيِّ فَيَصِلُ بِعِنَايَةِ الرَّحْمٰنِ جَلَّ جَلَالُهٗ وَبَعْدَ ارْتِفَاعِ هٰذِهِ الْحُجُبِ الظُّلْمَانِيَّةِ فَيَتَجَلَّى النُّورَانِيَّةُ فَيَصِيرُ بَصِيرًا بِبَصَرِ الرُّوحِ وَمُتَنَوِّرًا بِنُورِ أَسْمَاءِ الصِّفَاتِ حَتّٰى تُرْفَعَ حُجُبُ النُّورَانِيَّةِ كُلُّهَا فَيَتَنَوَّرُ بِنُورِ الذَّاتِ.

وَاعْلَمْ أَنَّ لِلْقَلْبِ عَيْنَانِ عَيْنُ الصُّغْرٰى وَعَيْنُ الْكُبْرٰى فَالصُّغْرٰى تُشَاهِدُ تَجَلِّيَاتِ الصِّفَاتِ بِنُورِ أَسْمَاءِ الصِّفَاتِ إِلَى انْتِهَاءِ عَالَمِ الدَّرَجَاتِ وَالْكُبْرٰى تُشَاهِدُ أَنْوَارَ تَجَلِّيَاتِ الذَّاتِ بِنُورِ التَّوْحِيدِ الْأَحَدِيَّةِ فِي عَالَمِ لَاهُوتَ وَعَالَمِ الْقُرْبَةِ وَحُصُولُ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ لِلْإِنْسَانِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ مِنَ الْبَشَرِيَّةِ النَّفْسَانِيَّةِ وَوُصُولُ الْعَبْدِ إِلٰى ذٰلِكَ الْعَالَمِ بِقَدْرِ انْقِطَاعِ النَّفْسَانِيَّةِ وَلَيْسَ الْوُصُولُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَوُصُولِ الْجِسْمِ إِلَى الْجِسْمِ وَلَا الْعِلْمِ بِالْمَعْلُومِ وَلَا الْعَقْلِ بِالْمَعْقُولِ وَلَا الْوَهْمِ بِالْمَوْهُومِ بَلْ مَعْنَاهُ يَصِلُ بِقَدْرِ الْاِنْقِطَاعِ مِنْ غَيْرِهٖ بِلَا قُرْبٍ وَّلَا بُعْدٍ وَّلَا جِهَةٍ وَّلَا مُقَابَلَةٍ وَّلَا اتِّصَالٍ وَّلَا انْفِصَالٍ فَسُبْحَانَ مَنْ إِلٰهٌ فِي خَفَاءِهٖ ظُهُورُهٗ وَفِي تَجَلِّيهِ اسْتِتَارُهٗ وَفِي مَعْرِفَتِهٖ نُكْرَتُهٗ حَتّٰى يَحْصُلَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِي الدُّنْيَا وَحَاسَبَ نَفْسَهٗ قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ فَهُوَ مِنَ الْمُخْلِصِينَ وَإِلَّا فَتَسْتَقْبِلُهٗ عَقَبَاتٌ كَثِيرَةٌ أَيْ صَعْبَةٌ كَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْحِسَابِ فِي الْمَحْشَرِ وَالْمِيزَانِ وَالصِّرَاطِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَحْوَالِ الْآخِرَةِ۔

الفصل الحادي عشر في بيان السعادة والشقاوة

اِعْلَمْ أَنَّ النَّاسَ لَا يَخْلُوا مِنْ صِفَتَيِ الْقِسْمَيْنِ وَكِلْتَاهُمَا يَعْنِي الْقِسْمَيْنِ يُوجَدَانِ فِي إِنْسَانٍ وَّاحِدٍ فَإِذَا غَلَبَتْ حَسَنَاتُهٗ وَالْعَلَامَةُ أَيْ أَنْ تَتَبَدَّلَ النَّفْسَانِيَّةُ إِلَى الرُّوحَانِيَّةِ تَتَبَدَّلُ جِهَةُ شَقَاوَتِهٖ إِلَى السَّعَادَةِ وَإِذَا اتَّبَعَ هَوَاهُ انْعَكَسَ الْأَمْرُ وَإِذَا اسْتَوَى الْجَانِبَانِ فَالرَّجَاءُ إِلَى الْخَيْرِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَزِيَادَةٌ مِّنْهُ وَوُضِعَ الْمِيزَانُ لِأَجْلِهٖ لِأَنَّ مَنْ تَبَدَّلَ نَفْسَانِيَّتُهٗ إِلَى رُوحَانِيَّتِهٖ بِالْكُلِّيَّةِ فَلَا حَاجَةَ لَهٗ إِلَى الْمِيزَانِ لِأَنَّهٗ يَمْضِي بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَكَذَا عَكْسُهٗ وَيَدْخُلُ النَّارَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَأَمَّا مَنْ تَرَجَّحَ حَسَنَاتُهٗ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَمَنْ تَرَجَّحَ سَيِّئَاتُهٗ يُعَذَّبُ بِقَدْرِ جِنَايَتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ إِنْ كَانَ لَهٗ إِيمَانٌ وَّيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَمُرَادُنَا مِنَ السَّعَادَةِ وَالشَّقَاوَةِ مَعْنَى الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ يَدُلُّ إِذْ هُمَا

على الأخرى كما قال عليه الصلاة والسلام الشقي قد يسعد والسعيد قد يشقى فإذا غلبت الحسنات يكون سعيدًا وإذا غلبت السيئات يكون شقيًا فإن تاب وآمن وعمل صالحًا يبدل شقاوته إلى السعادة وأما المعتبر في الأزل من السعادة والشقاوة ولكل أمر ختام كما قال عليه أفضل الصلوة والسلام السعيد سعيد في بطن أمه والشقي شقي في بطن أمه فليس لأحد أن يبحث في هذا المبحث لأن المبحث في سر القدر يورث الزندقة ولا يجوز لأحد أن يحتج من سر القدر بأن يترك الأعمال الصالحة ويقول إن كان أنا مكتوب في الأزل شقيًا فلا ينفعني العمل الصالح وإن كنت سعيدًا فما يضرني العمل الفاسد. أي إبليس لما أحال أمره إلى سر القدر كفر وطرد وآدم عليه وعلى نبينا أفضل الصلاة وأكمل السلام لما أضاف عصيانه إلى نفسه أفلح ورحم فالواجب على كل مسلم أن لا يتفكر في سر القدر لأن لا يتخوض عليه الأمر ويخاف عليه أن لا يقع في الزندقة ولكن يجب على المسلم المؤمن أن يعتقد أن الباري عز اسمه حكيم وجميع هذه الأحوال التي يراها الإنسان في دار الدنيا كالكفر والنفاق والفسق وما أشبه ذلك حكمة من الباري جل جلاله لإظهار قدرته وحكمته ولها سر عظيم لم يطلع عليه أحد من البشر سوى المصطفى صلى الله عليه وسلم وقد حكي أن بعض العارفين كان يناجي وقال إلهي أنت قدرت وأنت أردت وأنت خلقت المعصية في نفسي فهتف به هاتف يا عبدي هذا شرط التوحيد فما شرط العبودية فعاد العارف وقال أنا أخطأت وأنا أذنبت وأنا ظلمت نفسي فعاد الهاتف وقال أنا غفرت وأنا عفوت وأنا رحمت فاللازم على كل مؤمن أن يرى عمل الخير من توفيق الباري عز وجل وعمل الشر من نفسه حتى يكون من عباد الله الذين ذكرهم الله تعالى بقوله والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله فإذا أضاف العبد خلق المعصية إلى نفسه أربح وأنجح له من أن يضيفها إلى الباري عز اسمه ولو أنه هو الخالق الحقيقي وأما قوله عليه الصلوة والسلام الشقي والسعيد في بطن أمه فالمراد من الأم مجمع العناصر الأربعة التي يتولد منها القوى البشرية فالتراب والماء مظهر السعادة لأنهما [illegible] ومنبعان الإيمان والعلم والتواضع في القلب وأما جزء النار والريح فبالعكس لأنهما [illegible] فسبحان من جمع بين هذه الأضداد في جسم واحد كما جمع بين الماء والنار وكما جمع بين النور والظلمة في السحاب كما قال الله تعالى هو الذي يريكم البرق خوفًا وطمعًا وينشئ السحاب الثقال وسئل يحيى بن معاذ الرازي بما عرفت الله فقال بجمع الأضداد ولذلك كان الإنسان مرآة الحق جل وعلا جمالًا وجلالًا ومجموعة الكون فسمي كونًا جامعًا وعالمًا كبرى لأن الله خلقه بيديه أي بصفتي القهر واللطف فإنه لا يخلو أمر من جهتين بين الكثافة واللطافة فيكون مظهر الاسم الجامع بخلاف سائر الأشياء فإنها خلقت بيد واحد إما بصفة اللطف فقط كالملائكة هم مظهر اسم السبوح القدوس فقط وإما بصفة القهر كإبليس وذريته هم مظهر اسم الجبار ولذلك تجبروا وتكبروا عن السجود لآدم عليه السلام فلما كان الإنسان جامعًا لخواص جميع المخلوقات علوًا وسفلًا لم يخلو الأنبياء والأولياء من الزلة فإن الأنبياء معصومون من الكبائر بعد النبوة والرسالة دون الصغائر والأولياء ليسوا معصومين وقد قيل إن الأولياء محفوظون بعد كمال الولاية من الكبائر. قال الشيخ شقيق البلخي رحمة الله عليه علامة السعادة خمسة: لين القلب وكثرة البكاء والزهد في الدنيا وقصر الأمل وكثرة الحياء.

وَعَلَامَةُ الشَّقَاوَةِ أَرْبَعَةٌ: قَسْوَةُ الْقَلْبِ وَجُمُودُ الْعَيْنِ وَالرَّغْبَةُ فِي الدُّنْيَا وَطُولُ الْأَمَلِ وَقِلَّةُ الْحَيَاءِ.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَامَةُ السَّعِيدِ أَرْبَعَةٌ إِذَا اؤْتُمِنَ عَدَلَ وَإِذَا عَاهَدَ وَفٰى وَإِذَا تَكَلَّمَ صَدَقَ وَإِذَا خَاصَمَ لَمْ يَفْجُرْ.

وَعَلَامَةُ الشَّقِيِّ أَرْبَعَةٌ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا عَاهَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا تَكَلَّمَ كَذَبَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَلَا يَعْفُو عَنْ زَلَّةِ إِخْوَانِهِ لِأَنَّ الْعَفْوَ هُوَ أَجَلُّ خَصَائِلِ الدِّينِ وَقَدْ أَمَرَ اللهُ تَعَالٰى نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَفْوِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ وَلَيْسَ الْأَمْرُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى خُذِ الْعَفْوَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَطْ بَلْ إِنَّمَا هٰذَا الْأَمْرُ عَامٌّ لِلْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لِأَنَّ الْأَمْرَ إِذَا يَصْدُرُ مِنَ السُّلْطَانِ إِلٰى عَامِلٍ مِنْ عُمَّالِهٖ أَنِ افْعَلْ كَذَا فَهٰذَا الْأَمْرُ يَخْتَصُّ بِهٖ مِنْ جَمِيعِ أَهْلِ الْبَلَدِ الَّذِينَ هُمْ تَحْتَ يَدِ ذٰلِكَ الْعَامِلِ وَلَوْ كَانَ الْخِطَابُ لِلْعَامِلِ فَثَمَرَةُ التَّقْوِيَةِ خُذِ الْعَفْوَ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ خُذْ أَيْ تَخَلَّقْ بِهٖ كُلِّهَا حَتّٰى تَتَخَلَّقَ بِالْعَفْوِ عَنْ عَثَرَاتِ النَّاسِ فَتَكُنْ تَتَخَلَّقُ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ الْبَارِي عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الْعَفُوُّ لِأَنَّهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللهِ.

اِعْلَمْ أَنَّ الشَّقَاوَةَ تَتَبَدَّلُ بِالسَّعَادَةِ وَالسَّعَادَةَ تَتَبَدَّلُ بِالشَّقَاوَةِ بِالْكَسْبِيَّةِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَلٰكِنْ أَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ إِلٰى آخِرِ الْحَدِيثِ وَالدَّلِيلُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ لَهٗ قَابِلِيَّةُ السَّعَادَةِ وَالشَّقَاوَةِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ هٰذَا الرَّجُلُ سَعِيدٌ مَحْضٌ وَلَا شَقِيٌّ مَحْضٌ بَلْ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ هٰذَا سَعِيدٌ إِذَا غَلَبَتْ حَسَنَاتُهٗ عَلٰى سَيِّئَاتِهٖ وَكَذَا عَكْسُهٗ وَمَنْ قَالَ غَيْرَ هٰذَا فَقَدْ ضَلَّ لِأَنَّهٗ اعْتَقَدَ أَنَّ الْإِنْسَانَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِلَا عَمَلٍ وَتَوْبَةٍ وَيَدْخُلُ النَّارَ بِلَا مَعْصِيَةٍ فَهٰذَا الْقَوْلُ خِلَافُ النُّصُوصِ لِأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَعَدَ الْجَنَّةَ لِأَهْلِ الْحَسَنَاتِ وَالْإِيمَانِ وَوَعَدَ النَّارَ لِأَهْلِ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي كَمَا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَقَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ. وَقَالَ عَزَّ شَأْنُهٗ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى وَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ.

الفصل الثاني عشر في بيان الْفُقَرَاءِ

وَإِنَّمَا سُمُّوا صُوفِيَّةً قَالَ بَعْضُهُمْ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَلْبَسُونَ الصُّوفَ أَوْ لِأَنَّهُمْ صَفَوْا قُلُوبَهُمْ مِنَ الْكُدُورَاتِ النَّفْسِيَّةِ أَوْ لِأَنَّهُمْ صَفَوْا قُلُوبَهُمْ عَمَّا سِوَى اللهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لِأَنَّهُمْ قَائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَفِّ الْأَوَّلِ فِي عَالَمِ الْقُرْبَةِ لِأَنَّ الْعَالَمَ أَرْبَعَةٌ: عَالَمُ الْمُلْكِ وَعَالَمُ الْمَلَكُوتِ وَعَالَمُ الْجَبَرُوتِ وَعَالَمُ اللَّاهُوتِ وَهُوَ عَالَمُ الْحَقِيقَةِ.

وَكَذَا الْعُلُومُ أَرْبَعَةٌ: عِلْمُ الشَّرِيعَةِ وَعِلْمُ الطَّرِيقَةِ وَعِلْمُ الْمَعْرِفَةِ وَعِلْمُ الْحَقِيقَةِ.

وَكَذَا الْأَرْوَاحُ أَرْبَعَةٌ: رُوحٌ جِسْمَانِيٌّ وَرُوحٌ نُورَانِيٌّ وَرُوحٌ سُلْطَانِيٌّ وَرُوحٌ قُدْسِيٌّ.

وَكَذَا التَّجَلِّيَاتُ أَرْبَعَةٌ: تَجَلِّي الْآثَارِ وَتَجَلِّي الْأَفْعَالِ وَتَجَلِّي الصِّفَاتِ وَتَجَلِّي الذَّاتِ.

وَكَذَا الْعُقُولُ أَرْبَعَةٌ: عَقْلُ الْمَعَاشِ وَعَقْلُ الْمَعَادِ وَعَقْلُ الرُّوحَانِيِّ وَعَقْلُ الْكُلِّ.

وَفِي مُقَابَلَةِ الْعَالَمِ الْأَرْبَعَةِ الْمَذْكُورَةِ وَالْعُلُومِ وَالْأَرْوَاحِ وَالتَّجَلِّيَاتِ وَالْعُقُولِ فَبَعْضُ النَّاسِ مُتَلَذِّذُونَ بِالْعِلْمِ الْأَوَّلِ وَبِالرُّوحِ الْأَوَّلِ وَبِالتَّجَلِّي الْأَوَّلِ وَبِالْعَقْلِ الْأَوَّلِ فِي الْجَنَّةِ الْأُولٰى وَهِيَ جَنَّةُ الْمَأْوٰى وَبَعْضُهُمْ مُتَلَذِّذُونَ فِي الثَّانِي

وَهُمْ فِي الْجَنَّةِ الثَّانِيَةِ وَهِيَ جَنَّةُ النَّعِيمِ وَبَعْضُهُمْ مُتَقَلِّدُونَ بِالْقَلَائِدِ وَهُمْ فِي الْجَنَّةِ الثَّالِثَةِ وَهِيَ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ وَكُلٌّ غَفَلُوا عَنْ عُقُوبَةِ هٰؤُلَاءِ الْأَشْيَاءِ وَأَهْلُ الْحَقِّ مِنَ الْفُقَرَاءِ الْعَارِفِينَ فَرُّوا مِنْ كُلِّهَا وَوَصَلُوا إِلَى الْحَقِيقَةِ وَالْقُرْبَةِ وَلَمْ يَتَقَيَّدُوا بِشَيْءٍ سِوَى اللهِ تَعَالَى وَالْجَمِيعُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَفِرُّوا إِلَى اللهِ وَكَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَكْمَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ اللهِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْحَرَامِ هٰهُنَا لَيْسَتَا أَنَّهُمَا حَرَامَانِ قَدْ حَرَّمَا عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ هُمْ قَدْ حَرَّمُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنْ لَا يَطْلُبَهَا وَلَا يَتَعَلَّقَ بِصُحْبَتِهِمَا لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ أَنَّنَا مَخْلُوقُونَ وَهُمَا مَخْلُوقَانِ فَكَيْفَ الْحَادِثُ يَطْلُبُ حَادِثًا بَلِ الْوَاجِبُ عَلَى الْحَادِثِ أَنْ يَطْلُبَ الْمُحْدِثَ وَقَالَ فِي تَعْرِيفِ الْقُدْسِيِّ تَحْقِيقَ حَقِيقَةِ الْفُقَرَاءِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْفَقْرُ فَخْرِي وَأَنَا أَفْتَخِرُ بِهِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْفَقْرِ الْفَقْرَ الْمَعْلُومَ وَلٰكِنِ الْمُرَادُ بِالْفَقْرِ الِافْتِقَارُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَرْكُ مَا سِوَاهُ مِنَ الْمُسْتَلَذَّاتِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْأُخْرَوِيَّةِ وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْفَنَاءُ فِي اللهِ كَمَا لَا يَبْقَى فِي نَفْسِهِ لِنَفْسِهِ شَيْءٌ وَلَا يَسَعُ فِي قَلْبِهِ سِوَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى لَا يَسَعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي بَلْ يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ وَالْمُرَادُ بِالْمُؤْمِنِ الَّذِي صَفَا قَلْبُهُ مِنْ صِفَاتِ الْبَشَرِيَّةِ وَخَلَا مِنَ الْأَغْيَارِ فَوَسِعَ الْحَقَّ قَلْبُهُ بِالْعَكْسِيَّةِ قَالَ أَبُو يَزِيدَ الْبِسْطَامِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى لَوْ أَنَّ الْعَرْشَ وَمَا حَوْلَهُ أُلْقِيَ فِي زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا قَلْبِ الْعَارِفِ مَا أَحَسَّ بِهِ فَمَنْ أَحَبَّ هٰؤُلَاءِ الْمَسَاكِينِ فَهُوَ مَعَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَعَلَامَةُ مُحِبِّهِمْ حُبُّ صُحْبَتِهِمْ وَالِاشْتِيَاقُ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَلِقَائِهِ كَمَا قَالَ جَلَّ جَلَالُهُ فِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَإِنِّي لَأَشَدُّ شَوْقًا إِلَيْهِمْ وَأَمَّا لِبَاسُهُمْ عَلَى ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْفَصْلِ السَّابِقِ وَأَمَّا أَحْوَالُهُمْ فَحَالُ الْمُبْتَدِي مُتَلَوِّنٌ بِالْجِسْمَانِيَّةِ وَالْأُمْنِيَّةِ وَحَالُ الْمُتَوَسِّطِ مُتَلَوِّنٌ بِأَلْوَانِ الْجِسْمَانِيَّةِ مِثْلُ أَنْوَارِ الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَالْمَعْرِفَةِ وَلِبَاسُهُمْ مُتَلَوِّنٌ كَذٰلِكَ مِثْلُ الْبَيَاضِ وَالزُّرْقَةِ وَالْخُضْرَةِ وَحَالُ الْمُنْتَهِي خَالٍ عَنِ الْأَلْوَانِ كُلِّهَا مِثْلُ نُورِ الشَّمْسِ فَنُورُهَا لَا يَقْبَلُ الْأَلْوَانَ فَكَذَا لِبَاسُهُ لَا يَقْبَلُ الْأَلْوَانَ مِثْلُ السَّوَادِ لَا يَقْبَلُ الْأَلْوَانَ وَهُوَ عَلَامَةُ الْفَنَاءِ وَهُوَ نِقَابُ نُورِ مَعْرِفَتِهِمْ كَمَا أَنَّ اللَّيْلَ نِقَابُ نُورِ الشَّمْسِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا فِيهِ إِشَارَةٌ لَطِيفَةٌ لِمَنْ لَهُ لُبُّ الْعَقْلِ وَالْعِلْمِ وَأَيْضًا يَكُونُ أَهْلُ الْقُرْبَةِ فِي الدُّنْيَا فِي سِجْنٍ وَغُرْبَةٍ وَغَمٍّ وَغُصَّةٍ وَمِحْنَةٍ وَشِدَّةٍ وَظُلْمَةٍ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَأَكْمَلُ السَّلَامِ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ فَيَلِيقُ بِالظُّلْمَةِ هٰهُنَا لِبَاسُ الظُّلْمَانِيَّةِ وَقَدْ صَحَّ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ فَالْأَمْثَلِ ثُمَّ الْأَمْثَلِ وَلَبِسَ السَّوَادَ وَتَعَمَّمَ بِعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ وَهٰذَا اللِّبَاسُ لِبَاسُ الْبَلَاءِ وَلِبَاسُ الْمُعَزِّينَ الْمُصَابِينَ لِفَوْتِ الْقَابِلِيَّةِ مِثْلُ الْمُكَاشَفَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ وَالْمُعَايَنَةِ وَحُجُوبِ عَجَائِبِ الْأَزَلِيَّةِ وَمِثْلُ الشَّوْقِ وَالذَّوْقِ وَالْوَصْلِ وَالرُّوحِ الْقُدْسِيِّ وَمَرْتَبَةِ الْقُرْبَةِ وَالْوَصْلَةِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ وَلَا بُدَّ مِنْ لِبَاسِ الْمُعَزِّينَ فِي مُدَّةِ عُمُرِهِ لِأَنَّهُ فَاتَتْهُ مَنْفَعَةُ الْأُخْرَوِيَّةِ وَهِيَ كَالْمَرَاتِبِ الَّتِي إِذَا مَاتَ زَوْجُ الْمَرْأَةِ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى بِلِبَاسِ الْعَزَاءِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرَةَ أَيَّامٍ بِفَوْتِ الْمَنْفَعَةِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَأَمَّا مَنَافِعُ الْأُخْرَوِيَّةِ غَيْرُ مُتَنَاهِيَةٍ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُخْلِصُونَ عَلَى خَطَرٍ عَظِيمٍ فَهٰذِهِ كُلُّهَا مِنْ صِفَةِ الْفَقْرِ وَالْفَنَاءِ وَفِي الْخَبَرِ الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْأَلْوَانَ بِلَا نُورِ وَجْهِ اللهِ تَعَالَى وَالسَّوَادُ عِبَارَةٌ عَنْ خَالٍ عَلَى وَجْهٍ جَمِيلٍ يَزِيدُ جَمَالَهُ وَمَلَاحَتَهُ وَإِذَا نَظَرَ أَهْلُ الْقُرْبَةِ إِلَى جَمَالِ اللهِ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ نُورَ أَعْيُنِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ غَيْرَ اللهِ تَعَالَى وَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى سِوَاهُ بِالْمَحَبَّةِ بَلْ يَكُونُ مَحْبُوبُهُمْ وَمَطْلُوبُهُمْ هُوَ اللهُ تَعَالَى فِي الدَّارَيْنِ وَلَا يَقْصُدُونَ غَيْرَ اللهِ تَعَالَى لِأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ الْإِنْسَانَ لِمَعْرِفَتِهِ وَوَصْلِهِ

فالواجب على الانسان ان يطلب ما خلق لاجله في الدارين كيلا يضيع عمره بما لا يعنيه ولا يندم ابدا بعد الموت بتضييع عمره۔

الفصل الثالث عشر في بيان الطهارة

وهي على نوعين طهارة الظاهر وهي تحصل بماء الشريعة وطهارة الباطن وهي تحصل ايضا بالتوبة والتلقين والتصفية وسلوك الطريقة فاذا انتقض وضوء الشريعة بخروج نجس يجب تجديده بالماء كما قال عليه الصلوة والسلام من جدد الوضوء جدد الله ايمانه وكما قال عليه الصلوة والسلام الوضوء على الوضوء نور على نور فاذا انتقض وضوء الباطن بالاعمال الذميمة والاخلاق الرديئة كالكبر والعجب والحسد والحقد والغيبة والنميمة والبهتان والكذب وكغل حاسة العين والاذن واليد والرجل كما قال عليه الصلوة والسلام العينان تزنيان الى آخره فتجديده باخلاص التوبة عن هذه والتطهير وتجديد الانابة بالندم والاستغفار والانفصال بكليتها من الباطل وينبغي للعارف ان يحفظ توبته من هذه الآفات ليكون صلوته تامة كما قال الله تبارك وتعالى هذا ما توعدون لكل اواب حفيظ فوضوء الظاهر موقت بكل يوم وليلة ووضوء الباطن موقت الى نهاية العمر والمراد بالعمر عمر الدنيا والآخرة لان عمر الباطن لا نهاية له:

الفصل الرابع عشر في بيان صلوة الشريعة والطريقة

فاما صلوة الشريعة فقد علمت بقوله تعالى حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى والمراد من صلوة الشريعة اركان الجوارح الظاهر بحركات الجسمانية من القيام والقراءة والركوع والسجود والقعود بالصوت والالفاظ ولذا عبرتها بلفظ الجمع بقوله تعالى حافظوا على الصلوات واما صلوة الطريقة فهي صلوة القلب مؤبدا فقد علمت بهذه الآية والصلوة الوسطى هي صلوة القلب لان القلب خلق في وسط الجسد بين اليمين واليسار وبين العلو والسفلى وبين السعادة والشقاوة كما قال عليه الصلوة والسلام ان قلوب بني آدم بين اصبعين من اصابع الرحمن يقلبها كيف يشاء والمراد من الاصبعين صفتي القهر واللطف فبهذه الآية والحديث نعلم ان الاصل صلوة القلب فاذا غفل عن هذه الصلوة فسدت صلوته واذا فسدت صلوته فسدت صلوة جوارحه بقوله عليه الصلوة والسلام لا صلوة الا بحضور القلب لان المصلي يناجي ربه ومحل المناجاة القلب فاذا غفل القلب بطلت صلاته وصلاة الجوارح لان القلب اصل والباقي تابع له كما قال عليه الصلوة والسلام ان في جسد ابن آدم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب.

فاما صلوة الشريعة موقتة في كل يوم وليلة خمس مرات والسنة ان يصلي هذه الصلوة في المسجد بالجماعة متوجها الى الكعبة وتابعا بالامام بلا رياء ولا سمعة.

واما صلوة الطريقة فهي مؤبدة في مدة عمره ومسجدها القلب وجماعتها اجتماع قوى الباطن بالاشتغال على اسماء التوحيد بلسان الباطن وامامها الشوق في الفؤاد وقبلتها الحضرة الاحدية جل جلاله وجمال الصمدية وهي القبلة الحقيقية والقلب والروح مشغولان بهذه الصلوة على الدوام فالقلب لا ينام ولا يموت بل مشغول في النوم واليقظة۔

وَالصَّلوٰةُ الْقَلْبِ بِصَلوٰةِ الْقَلْبِ بِلَا صَوْتٍ وَلَا قِيَامٍ وَلَا قُعُودٍ فَهُوَ يُخَاطِبُ اللهَ تَعَالَى بِقَوْلِهِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ مُخَاطِبًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي تَفْسِيرِ الْقَاضِي فِي هٰذِهِ الْآيَةِ إِشَارَةٌ إِلَى حَالِ الْعَارِفِ وَانْتِقَالِهِ مِنْ حَالَةِ الْغَيْبَةِ إِلَى الْحَضْرَةِ الْأَعْلٰى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَاسْتَحَقَّ بِمِثْلِ هٰذَا الْخِطَابِ مَا قَالَهُ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلوٰةِ وَالسَّلَامِ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ يُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ كَمَا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ أَيْ مَشْغُولُونَ بِاللهِ تَعَالَى وَمُنَاجَاتِهِ بِحَيَاةِ قُلُوبِهِمْ فَإِذَا اجْتَمَعَ الصَّلَاتَيْنِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا فَقَدْ تَمَّتِ الصَّلوٰةُ وَأَجْرُهَا عَظِيمٌ فِي الْقُرْبَةِ رُوحَانِيَّةً وَالدَّرَجَةِ جِسْمَانِيَّةً فَيَكُونُ هٰذَا الْمُصَلِّي عَابِدًا فِي الظَّاهِرِ وَعَارِفًا فِي الْبَاطِنِ وَإِذَا لَمْ يَجْتَمِعْ صَلوٰةُ الطَّرِيقَةِ مَعَ صَلوٰةِ الشَّرِيعَةِ بِحَيَاةِ الْقَلْبِ فَهُوَ نَاقِصٌ وَأَجْرُهُ يَكُونُ مِنَ الدَّرَجَاتِ لَا مِنَ الْقُرُبَاتِ:

الفصل الخامس عشر في بيان طهارة

الْمَعْرِفَةِ فِي عَالَمِ التَّجْرِيدِ وَهِيَ عَلَى نَوْعَيْنِ طَهَارَةٌ لِمَعْرِفَةِ الصِّفَاتِ وَطَهَارَةٌ لِمَعْرِفَةِ الذَّاتِ.

فَطَهَارَةُ مَعْرِفَةِ الصِّفَاتِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِالتَّلْقِينِ وَتَصْفِيَةِ مِرْآةِ الْقَلْبِ بِالْأَسْمَاءِ مِنَ النُّقُوشِ الْبَشَرِيَّةِ وَالْحَيَوَانِيَّةِ ثُمَّ تَحْصُلُ النَّظَرُ بِعَيْنِ الْقَلْبِ مِنْ نُورِ صِفَاتِ اللهِ تَعَالَى تَنْظُرُ بِهِ إِلَى عَكْسِ جَمَالِ اللهِ تَعَالَى فِي مِرْآةِ الْقَلْبِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلوٰةِ وَالسَّلَامِ الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ تَعَالَى وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْقَلْبِ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْعَالِمُ يَنْقُشُ وَالْعَارِفُ يَصْقُلُ فَإِذَا تَمَّتِ التَّصْفِيَةُ بِمُلَازَمَةِ الْأَسْمَاءِ حَصَلَ مَعْرِفَةُ الصِّفَاتِ بِمُشَاهَدَتِهَا فِي مِرْآةِ الْقَلْبِ.

وَأَمَّا طَهَارَةُ مَعْرِفَةِ الذَّاتِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِمُلَازَمَةِ أَسْمَاءِ التَّوْحِيدِ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيرَةِ مِنَ الْأَسْمَاءِ الْاِثْنَيْ عَشَرَ فِي عَيْنِ السِّرِّ ثُمَّ تَحْصُلُ النَّظَرُ بِعَيْنِ السِّرِّ مِنْ نُورِ التَّوْحِيدِ فَإِذَا تَجَلَّى أَنْوَارُ الذَّاتِ ذَابَ الْبَشَرِيَّةُ وَفَنِيَ بِالْكُلِّيَّةِ فَهٰذَا مَقَامُ الْاِسْتِهْلَاكِ وَفَنَاءِ الْفَنَاءِ وَهٰذَا التَّجَلِّي يَمْحُو جَمِيعَ الْأَكْوَانِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ وَقَالَ تَعَالَى يَمْحُو اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ فَبَقِيَ الرُّوحُ الْقُدْسِيُّ بِنُورِ اللهِ نَاظِرًا إِلَيْهِ بِهِ مِنْهُ فِيهِ لَهُ بِلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَشْبِيهٍ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ فَبَقِيَ النُّورُ الْمُطْلَقُ مَحْضًا وَلَا يُمْكِنُ الْإِخْبَارُ عَمَّا وَرَاءَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ عَالَمُ الْمَحْوِ فَلَا يَصِلُ ثَمَّةَ عَقْلٌ يُخْبِرُ عَنْهُ وَلَا مَحْرَمٌ ثَمَّةَ غَيْرُ اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِي مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ فَهٰذَا عَالَمُ التَّجْرِيدِ مِنْ غَيْرِ اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ تَعَالَى تَجَرَّدْ تَصِلْ إِلَيَّ وَالْمُرَادُ مِنَ التَّجْرِيدِ فَنَاءُ الْكُلِّ مِنْ صِفَاتِ الْبَشَرِيَّةِ فَيَبْقٰى فِي حَالِهِ مُتَّصِفًا بِصِفَةِ اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللهِ تَعَالَى أَيِ اتَّصِفُوا بِصِفَتِهِ:

الفصل السادس عشر في بيان زكوة الشريعة والطريقة

فَأَمَّا زَكوٰةُ الشَّرِيعَةِ أَنْ يُعْطِيَ مِنْ كَسْبِ الدُّنْيَا إِلَى مَصْرِفِهِ مُوَقَّتَةً مُقَدَّرَةً فِي كُلِّ سَنَةٍ مِنْ نِصَابٍ مَعْلُومٍ وَأَمَّا زَكوٰةُ الطَّرِيقَةِ فَهِيَ أَنْ يُعْطِيَ مِنْ كَسْبِ الْآخِرَةِ إِلَى فُقَرَاءِ الدِّينِ وَالْمَسَاكِينِ الْآخِرَةِ وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الزَّكوٰةُ صَدَقَةً فِي الْقُرْآنِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ لِأَنَّهَا تَصِلُ فِي يَدِ اللهِ تَعَالَى قَبْلَ أَنْ تَصِلَ بِيَدِ الْفَقِيرِ وَالْمُرَادُ مِنْهُ قَبُولُ اللهِ تَعَالَى وَهِيَ مُؤَكَّدَةٌ وَهِيَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوَابَ فَإِذَا أَعْطَى كَسْبَ الْآخِرَةِ لِلْعَاصِينَ لِرِضَاءِ اللهِ تَعَالَى فَيَغْفِرُ اللهُ لَهُمْ مِثْلَ ثَوَابِ الصَّدَقَةِ وَالصَّلوٰةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَالشِّفَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ

الحسنات فلا يبقى لنفسه شيء من ثواب حسناته فيبقى مفلسا فالله تعالى يحب الشفاعة والإفلاس كما قال عليه السلام المفلس في أمان الله تعالى في الدارين وقالت رابعة العدوية رضي الله تعالى عنها إلهي ما كان نصيبي من الدنيا فأعطه للكافرين وما كان نصيبي من العقبى فأعطه للمؤمنين فلا أريد من الدنيا إلا ذكرك ولا من العقبى إلا رؤيتك فالعبد وما في يديه لمولاه فإذا كان يوم القيامة أعطاه الله تعالى بكل حسنة عشر أمثالها كما قال الله تعالى من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها وفي معنى الزكوة أيضا تزكية القلب من صفات النفسانية كما قال الله تعالى من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له أضعافا كثيرة وكما قال الله تعالى قد أفلح من زكاها والمراد من القرض في هذه الآيات نحو ما ذكر من الحسنات في سبيل الله تعالى إحسانا إلى خلقه لوجهه الكريم وصدقة بلا منة كما قال الله تعالى لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى لا طالبا عوض الدنيا فهذا قسم الإنفاق في سبيل الله كما قال جل وعز لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون۔

الفصل السابع عشر في بيان صوم الشريعة والطريقة

فأما صوم الشريعة أن يمسك عن المأكولات والمشروبات وعن الوقاع في النهار وأما صوم الطريقة فهو أن يمسك جميع أعضائه عن المحرمات والمناهي والذمائم مثل العجب وغيره ظاهرا وباطنا ليلا ونهارا فإذا فعل شيئا من هذه الخصال التي ذكرناها أبطل صوم الطريقة فصوم الشريعة موقت وصوم الطريقة مؤبد في جميع عمره قال عليه السلام رب صائم ليس له من صومه إلا الجوع والعطش فلذلك قيل كم من صائم مفطر وكم من مفطر صائم أي يمسك أعضاءه عن المناهي ويؤذي الناس بالجوارح كما قال الله تعالى الصوم لي وأنا أجزي به وقال عليه السلام للصائم فرحتان فرحة عند الإفطار وفرحة عند رؤيته رزقنا الله تعالى بفضله وكرمه وقال أهل الشريعة المراد من الإفطار الأكل عند غروب الشمس ومن الرؤية رؤية الهلال ليلة العيد وقال أهل الطريقة الإفطار عند دخول الجنة بالأكل مما فيها من النعيم رزقنا الله وإياكم من تلك النعم والمراد بالرؤية وهي رؤية الله تعالى يوم القيامة بنظر السر معاينة رزقنا الله وإياكم رؤيته بفضله وكرمه۔

وأما صوم الحقيقة فهو إمساك الفؤاد عما سوى الله تعالى وإمساك السر عن محبة مشاهدة غير الله تعالى كما قال الله تعالى الإنسان سري وأنا سره فالسر من نور الله تعالى فلا يميل إلى غير الله تعالى وليس له سوى الله تعالى محبوب ولا مرغوب ولا مطلوب في الدنيا ولا في الآخرة فإذا وقع في محبة غير الله تعالى فسد صوم الحقيقة فله قضاء صومه وهو أن يرجع إلى محبوبه ولقائه سبحانه وتعالى في الدنيا والآخرة كما قال الله تعالى الصوم لي وأنا أجزي به۔

الفصل الثامن عشر في بيان حج الشريعة والطريقة

فحج الشريعة أن يحج بيت الله تعالى بشرائطه وأركانه حتى يحصل ثواب الحج فإذا نقص شيء من شرائطه ينقص ثواب الحج ويبطله لأن الله تعالى أمرنا بإتمامه بقوله عز وجل وأتموا الحج والعمرة لله فمن شرائطه الإحرام أولا ثم دخول مكة ثم طواف القدوم ثم الوقوف بعرفة ثم المبيت بمزدلفة ثم ذبح الأضحية بمنى ثم دخول الحرم ثم طواف الكعبة سبعة أشواط ثم شرب ماء زمزم ثم ركعتين للطواف في مقام إبراهيم الخليل ثم يحل ما حرم

الله تعالى عليه من الاحرام وغيره فجزاء هذا الحج الوصل من الجحيم والأمن من قهر الله تعالى كما قال الله تعالى ومن دخله كان آمنا ثم طواف الصدر ثم الرجوع إلى وطنه رزقنا الله تعالى وإياكم وأما بيان حج الطريقة فزاده وراحلته أولا التبدل إلى صاحب التلقين وأخذه منه ثم ملازمة الذكر باللسان مع ملاحظة معناه والمراد بالذكر وهو لا إله إلا الله باللسان ثم تحصل حياة القلب له ثم يشتغل بذكر الله تعالى في الباطن حتى تصفيته أولا بأذكار أسماء الصفات ليظهر كعبة السر بأنوار صفات الجمال كما أمر الله تعالى إبراهيم وإسماعيل بقوله تعالى أن طهرا بيتي للطائفين إلى آخر الآية فكعبة الظاهر تطهيرها للطائفين من المخلوقات وكعبة الباطن تطهيرها لنظر الخالق فما البيت وأجدر هذا التطهير بما سواه ثم الاحرام بنور الروح القدسي ثم دخول كعبة القلب ثم طواف القدوم بملازمة اسم الثاني وهو "الله" ثم الذهاب إلى عرفات القلب وهو موضع المناجات فيقف فيها بملازمة الثالث وهو "هو" والرابع وهو "حق" ثم يذهب إلى مزدلفة الفؤاد ويجمع بين الخامس وهو "حي" وبين السادس وهو "قيوم" ثم يذهب إلى منى السر وهو ما بين الحرمين والوقوف بينهما ثم يذبح النفس المطمئنة بملازمة اسم السابع وهو "قهار" لأنه اسم الفناء ورافع لحجاب الكفر كما قال عليه السلام الكفر والإيمان مقامان من وراء العرش وهما حجابان بين العبد وربه عزّ وجلّ أحدهما أسود والآخر أبيض ثم حلق رأس الروح القدسي من صفات البشرية بملازمة الاسم الثامن ثم دخول حرم السر بملازمة اسم التاسع ثم الوصول إلى رؤية ما يكون فيعتكف في بساط القربة والأنس بملازمة الاسم العاشر ثم يرى جمال الصمدية سبحانه ما أعظم شأنه بلا كيف ولا تشبيه ثم طواف سبعة أشواط بملازمة اسم الحادي عشر ومعه ستة أسماء من الفروعات ثم الشرب من يدي القربة شرابا كما قال الله تعالى وسقاهم ربهم شرابا طهورا من قدح اسم الثاني عشر ثم الرفع من وجه الباقي المقدس من التشبيه فينظر بنور الله وهذا معنى قوله تعالى ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر تحت كلام الله تعالى بلا واسطة الحروف والصوت والمراد بقوله ولا خطر على قلب بشر تحت ذوق الرؤية والخطاب ثم يحل ما حرم الله تعالى بتبديل السيئات من الحسنات بتكرار أسماء التوحيد كما قال الله تعالى ومن تاب وآمن وعمل صالحا فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات ثم العتق من القهر بقلب النفسانية ثم الأمن من الخوف والحزن كما قال الله تعالى ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون رزقنا الله وإياكم بفضله وجوده وكرمه ثم طواف الصدر بتكرار الأسماء كلها ثم الرجوع إلى وطنه الأصلي الذي في عالم القدس و عالم أحسن التقويم بملازمة اسم الثاني عشر وهو متعلق بعالم الحقيقي وغيره التأويلات في دائرة اللسان أو العقل وأما ما وراء ذلك فلا يمكن الاخبار عنها لأنها لا تدركها الأفهام والأذهان ولا تسع العواصل لذلك كما قال عليه السلام إن من العلوم كهيئة المكنون لا يعلمها إلا العلماء بالله فإذا نطقوا بها ما أنكرها أهل الغرة فالعارف يقول ما دونه والعالم يقول ما فوقه فإن علم العارف سر الله تعالى ولا يعلمه غيره كما قال الله تعالى ولا يحيطون بشيء من علمه إلا بما شاء الآية أي الأنبياء والأولياء فإنه يعلم السر وأخفى الله لا إله إلا هو له الأسماء الحسنى والله أعلم.

الفصل التاسع عشر في بيان الوجد والصفا

قال الله تعالى تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم إلى ذكر الله وقال تعالى أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله وقال عليه السلام جذبة من جذبات الحق توازي عمل الثقلين وقال أيضا عليه السلام من لا وجد له لا دين له قال الجنيد رحمه الله تعالى الوجد إذا صادف في الباطن من الله تعالى يورث سرورا أو حزنا::

فالوجد على نوعين جسماني وروحاني فالجسماني وهو وجد النفسانية ووجده بقوة الجسم بغير قوة المحبة الغالبة الروحانية مثل الرياء والسمعة والشهرة فهذا النوع كله باطل لأن الحرارة غير مغلوب ولا مسلوب ولا يجوز الموافقة بمثل هذا الوجد::

وأما الروحانية فهو أن يتقوى الروحانية بقوة المحبة بمثل قراءة القرآن بصوت حسن أو شعر موزون أو ذكر مؤثر فلا يبقى للجسم قوة واختيار وهذا وجد روحاني مستحب موافقته وإليه أشار بقوله تعالى فبشر عبادي الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه وكذا أصوات الصفاء والطيور والألحان المعاني فكل ذلك قوة الروح ولا مدخل للنفس والشيطان في مثل هذا الوجد لأن الشيطان يتصرف في ظلمانية النفسانية لا في نورانية الروحانية فإنه يذوب فيها كما يذوب من كلمة التوحيد وهي لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم كالملح في الماء كما ورد في الحديث فهي قراءة الأبرار والأشعار الحكمة والصحبة والحق والأصوات الحزينة قوة نورانية للروح فالواجب أن يصل النور إلى النور وهو الروح كما قال الله تعالى والطيبات للطيبين وأما إذا كان الوجد شيطانيا ونفسانيا فلا يكون فيه نور بل ظلمة وكفر وضلال فالظلمة تصل إلى الظلمانية وهي النفس فيتقوى بجنسه كما قال الله تعالى الخبيثات للخبيثين فليس للروح فيها قوة ثم حركات الوجد في وجد الروحانية نوعان نوع اختياري ونوع اضطراري. فالاختياري كحركة الإنسان ليس في جسمه ألم ولا مرض ولا سقم فهذه الحركات كلها غير معذور عنه وأما الاضطراري وهو الذي يحصل بسبب التجلي قوة الروح فلا تقدر النفس على منعه لأن هذه الحركات غالبة على حركات الجسمانية مثل حركات الحمى إذا غلبت عجز الإنسان عن منعها فلا اختيار لها جنوني فالوجد إذا غلب الحركات الروحانية يكون عينيا وروحانيا والوجد والسماع الثاني حركتي كما في قلوب العشاق والعارفين وهما طعام المحبين ومقوي الطالبين وعن النبي صلى الله عليه وسلم إن السماع لقوم فرض ولقوم سنة ولقوم بدعة فالفرض للخواص والسنة للمحبين والبدعة للغافلين وقال عليه السلام من لم يتحرك بالسماع وأشعار الربيع وأزهاره والعود وأوتاره فهذا فاسد المزاج ليس له علاج فهو ناقص عن الحمار والطيور بل عن كل البهائم فإن جميع ذلك يتأثر بالنغمات الموزونة ولذلك كانت الطيور تعكف على رأس داود لاستماع صوته عليه السلام كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لا وجد له لا دين له والوجد على عشرة أوجه بعضها جلي وتظهر الآثار في الحركات وبعضها خفي لا تظهر آثارها من الحس كميل القلب إلى ذكر الله تعالى وقراءة القرآن ومنها البكاء والتألم ومنها الخوف والحزن ومنها التأسف والحيرة عند ذكر الله تعالى ومنها الضجر والندامة ومنها التغير في الظاهر والباطن ومنها القلب برضاء الله تعالى والشوق ومنها الحرارة والمرض والحرق.

الفصل العشرون في بيان الخلوة والعزلة

وهي على وجهين ظاهر وباطن فالخلوة الظاهرية أن يعزل نفسه ويحبس بدنه عن الناس لئلا يؤذيهم بأخلاق الذميمة بترك النفس مألوفاتها ويحبس حواسها الظاهرية ليفتح الحواس الباطنية بنية الإخلاص والتوحيد بالإرادة وخمول القلب ويكون نيته في ذلك رضاء الله تعالى وكف شر نفسه عن المؤمنين والمسلمين كما قال عليه السلام المسلم من سلم المسلمون من يده ولسانه وكف لسانه عما لا يعنيه وكما قال عليه السلام سلامة الإنسان من حفظ اللسان وملامة الإنسان من حفظ اللسان وكف عينيه عن الحياة والنظر إلى الحرام وكذا كف رجليه وأذنيه فقد قال عليه السلام العينان تزنيان إلى آخر الحديث ويحصل من زنا هذه الأعضاء شخص قبيح بصورة الحيوان ويكون مختصمًا يوم القيامة ويشهد عند الله تعالى عليه ويأخذ صاحبه ويهلكه في النار فإذا تاب منه وحبس نفسه كما قال الله تعالى ونهى النفس عن الهوى فإن الجنة هي المأوى تبدل صورته إلى صورة المرد مليح من غلمان الجنة ويكون من حزبه وكان الخلوة حصنة من المعاصي فيبقى عمله صالحًا ويكون مخلصًا كما قال الله تعالى فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه أحدا.

وأما خلوة الباطن فهي أن لا يدخل في قلبه من تفكرات النفسانية والشيطانية مثل محبة الماكولات والمشروبات والملبوسات ومحبة الأهل والعيال والحيوانات كالفرس ونحوه ومثل الرياء والسمعة والشهرة كما قال عليه السلام الشهرة آفة وكل ما يتمناها والخمول راحة وكل ما يتوقاها ولا يدخل في قلبه الحية والكبر والعجب والبخل والحسد والغيبة والنميمة والجدل والقهر والغضب وغير ذلك من الذمائم فإذا دخل في قلب الخلوتي من هذه الذمائم فسدت خلوته وقلبه وما في قلبه من الأعمال الصالحات والإحسان فبقي القلب بلا منفعة كما قال الله تعالى إن الله لا يصلح عمل المفسدين وكل من في قلبه من هذه المفسدات فهو من المفسدين وإن كان في الظاهر صورة الصالحين كما قال عليه السلام الكبر والعجب يفسدان الإيمان وكما قال عليه السلام الغيبة أشد من الزنا وكما قال عليه السلام الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب وكما قال عليه السلام الفتنة نائمة لعن الله من أيقظها وقال أيضا عليه السلام البخيل لا يدخل الجنة ولو كان عابدا وقال أيضا عليه السلام الرياء شرك خفي وشرك كفر وقال أيضا عليه السلام لا يدخل الجنة نمام وغير ذلك من الأحاديث الواردة في ذم الأخلاق الذميمة فهذا محل الاحتياط فالمقصود الأولى من التصوف تصفية القلب منها وقمع النفس والهوى عنه فمن أصلحها بالخلوة والرياضة والصمت والملازمة بدوام الذكر بالإرادة والصفاء والتوبة والإخلاص والاعتقاد الصحيح الشرعي مثبتا على آثار السلف الصالحين من الصحابة والتابعين ومن المشايخ والعلماء العاملين بعلومهم فإذا جلس المؤمن في الخلوة بالتوبة والتلقين ومعه هذه الشروط المذكورة خلص لله تعالى علمه وعمله ونور قلبه ولين جلده وطهر لسانه وجمع حواسه من الظاهر والباطن ورفع عمله إلى حضرته وقبله وسمع دعائه كما يقال سمع الله لمن حمده أي قبل الله دعوته وثنائه وتضرعه وأكل عوضه إلى حضرته من القربة والدرجات كما قال الله تعالى إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه والمراد من الكلم الطيب أن يحفظ لسانه من اللغويات بحسن كونه الذاكر لله تعالى وتوحيده وكما قال الله تعالى قد أفلح المؤمنون الذين

هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ الآيَةَ فَيَرْفَعُ اللهُ الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ وَالْعَامِلَ إِلَى رَحْمَتِهِ وَقُرْبِهِ وَدَرَجَاتِهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرِّضْوَانِ فَإِذَا حَصَلَ هٰذِهِ الْمَرَاتِبُ لِلْمُصَلِّي كَانَ قَلْبُهُ كَالْبَحْرِ لَا يَتَغَيَّرُ بِإِنْزَالِ النَّاسِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْ بَحْرًا لَا تَتَغَيَّرُ فَيَمُوتُ بِآفَاتِ النَّفْسَانِيَّةِ فِيهِ كَمَا غَرِقَ فِرْعَوْنُ وَآلُهُ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَكُونُ سَفِينَةُ الشَّرِيعَةِ سَفِينَةً جَارِيَةً عَلَيْهِ وَيَكُونُ رُوحُ الْقُدْسِيِّ غَوَّاصًا إِلَى قَعْرِهِ فَيَصِلُ إِلَى دُرَّةِ الْحَقِيقَةِ وَيُخْرِجُ مِنْ لُؤْلُؤِ الْمَعْرِفَةِ وَمَرْجَانِ اللَّطَائِفِ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ لِأَنَّ هٰذَا الْبَحْرَ حَصَلَ لِمَنْ جَمَعَ بَحْرَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ فَلَا يَتَحَرَّكُ بِحَرَكَةِ الْفَسَادِ فِي بَحْرِ الْقَلْبِ وَكَانَ تَوْبَتُهُ نَاصِحًا وَعِلْمُهُ نَافِعًا وَعَمَلُهُ صَالِحًا وَلَا يَمِيلُ إِلَى الْمَنَاهِي قَصْدًا وَيَكُونُ السَّهْوُ وَالنِّسْيَانُ مَعْفُوًّا عَنْهُ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَالنَّدَمِ الْيَوْمِيِّ:

الفصل الحادي والعشرون في بيان أوراد الخلوة

فَيَنْبَغِي أَنْ يَجْلِسَ فِيهَا بِالصَّوْمِ إِنِ اسْتَطَاعَ وَيُصَلِّي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَجْلِسِ بِأَوْقَاتِهَا مَعَ سُنَنِهَا وَشَرَائِطِهَا وَأَرْكَانِهَا عَلَى التَّفْصِيلِ وَيُصَلِّي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ وَهِيَ صَلَاةُ التَّهَجُّدِ كُلُّ رَكْعَتَيْنِ بِسَلَامٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَبَعْدَهَا يُصَلِّي ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ صَلَاةَ الْوِتْرِ قَالَ اللهُ تَعَالَى وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ وَقَوْلُهُ تَعَالَى تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَهِيَ صَلَاةُ الْإِشْرَاقِ وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ الْاِسْتِعَاذَةِ يَقْرَأُ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَفِي رَكْعَةِ الثَّانِيَةِ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ الْاِسْتِخَارَةِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الْفَاتِحَةَ مَرَّةً وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ مَرَّةً وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَيُصَلِّي سِتَّ رَكَعَاتٍ صَلَاةَ الضُّحٰى يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ الْآيَاتِ وَالسُّوَرِ مَا شَاءَ وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ كَفَّارَةِ الْبَوْلِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الْفَاتِحَةَ مَرَّةً وَإِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَهِيَ تَكُونُ كَفَّارَةً لِلْبَوْلِ وَنَجَاةً مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَدْ قَالَ نَبِيُّنَا عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَكْمَلُ التَّسْلِيمَاتِ اسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ وَيُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ إِنْ كَانَ حَنَفِيًّا يُصَلِّي الْأَرْبَعَةَ جَمِيعًا وَإِنْ كَانَ شَافِعِيًّا يُصَلِّي كُلَّ رَكْعَتَيْنِ وَحْدَهُمَا هٰذَا إِذَا كَانَ نَهَارًا وَأَمَّا إِذَا كَانَ لَيْلًا فَالْحَنَفِيُّ وَالشَّافِعِيُّ سَوَاءٌ يُصَلُّونَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَهِيَ صَلَاةُ التَّسْبِيحِ وَصِفَتُهَا عَلَى مَذْهَبِ الْحَنَفِيِّ إِنْ كَانَ فِي النَّهَارِ يَقُولُ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ صَلَاةَ التَّسَابِيحِ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةَ الْإِحْرَامِ ثُمَّ يَقْرَأُ التَّوَجُّهَ ثُمَّ يُسَبِّحُ بَعْدَ التَّوَجُّهِ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ وَالسُّورَةَ أَوْ مِنَ الْآيَاتِ كَآخِرِ الْبَقَرَةِ أَوْ غَيْرِهَا ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيُسَبِّحُ بَعْدَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ وَهُوَ فِي الرُّكُوعِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ وَيُسَبِّحُ عَشْرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيُسَبِّحُ عَشْرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقْعُدُ الْقَعْدَةَ الْأُولٰى وَيُسَبِّحُ عَشْرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ وَيَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُومُ وَيُسَبِّحُ كَتَرْتِيبِ الرَّكْعَةِ الْأُولٰى وَيَقْرَأُ التَّحِيَّاتِ إِلَى التَّشَهُّدِ وَيَقُومُ إِلَى الثَّالِثِ وَالرَّابِعِ فَيَكُونُ التَّسْبِيحَاتُ الَّتِي تَكُونُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ تَسْبِيحَةً وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ مِائَةً وَخَمْسِينَ تَسْبِيحَةً وَفِي الْأَرْبَعِ رَكَعَاتٍ ثَلَاثَمِائَةِ تَسْبِيحَةٍ۔

وَأَمَّا صِفَتُهَا عَلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ فَهُوَ أَنْ يَنْوِيَ إِنْ كَانَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا يَقُولُ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالَى رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ التَّسْبِيحِ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةَ الْإِحْرَامِ ثُمَّ يَقْرَأُ التَّوَجُّهَ وَالْفَاتِحَةَ وَالسُّورَةَ ثُمَّ يُسَبِّحُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ

يركع و يسبح عشر مرات ثم يعتدل و يسبح عشر مرات ثم يسجد و يسبح عشر مرات ثم يجلس الجلسة الأولى و يسبح عشر مرات ثم يسجد و يسبح عشر مرات ثم يجلس و يسبح عشر مرات ثم يقرأ التحيات إلى آخره و يسلم و كذلك في الركعة الأخرى كذلك فهذه الصلوة تجب على الطالب أن يصليها في كل يوم و ليلة مرة و إن لم يستطع ففي كل جمعة مرة و إن لم يستطع ففي كل شهر مرة فإن لم يستطع ففي كل سنة مرة فإن لم يستطع ففي كل عمره مرة فقد قال عليه السلام لعمه العباس رضي الله تعالى عنه و أرضاه من صلى هذه الصلوة غفر الله تعالى له ذنوبه كلها و إن كانت أكثر من عدد الرمل و عدد النجوم التي في السماء أو عدد كل ما كان على وجه الأرض و ينبغي للسالك أن يقرأ الدعاء السيفي كل يوم مرة أو مرتين و يقرأ من القرآن كل يوم بمقدار ما تيسر له ثم يذكر الله تعالى كثيرا إما جهرا إن كان من أهلها أو خفية إن كان من أهلها و مقام الخفية بعد حياة القلب و تلقنه بلسان السر كما قال الله تبارك و تعالى و اذكروه كما هداكم الآية أي إلى مراتب ذكركم ثم في كل مقام اسم و آثار يعرفه أهله و يقرأ قل هو الله أحد كل يوم مائة مرة و يصلي على النبي صلى الله عليه و سلم مائة مرة و يقول أستغفر الله العظيم الذي لا إله إلا هو الحي القيوم مما قدمت و ما أخرت و ما أعلنت و ما أسررت و ما أسرفت و ما أنت أعلم به مني أنت المقدم و أنت المؤخر و أنت على كل شيء قدير مائة مرة ثم إن استطاع زاد ما شاء من النوافل و الطاعة.

الفصل الثالث و العشرون في بيان الواقعات في النوم و اليقظة

فالواقعات المتعددة في النوم و اليقظة على أنواع كما قال الله تبارك و تعالى لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن شاء الله آمنين الآية و كما قال الله تبارك و تعالى على لسان يوسف عليه السلام إني رأيت أحد عشر كوكبا الآية و كما قال عليه أفضل الصلوة و أكمل السلام لم يبق من النبوة إلا المبشرات يراها المؤمن أو ترى له و الدليل قوله تعالى لهم البشرى في الحيوة الدنيا و في الآخرة الآية و قال عليه الصلوة و السلام من رآني فقد رآني حقا فإن الشيطان لا يتمثل بي و بالحق بنور الشريعة و الطريقة و المعرفة و بنور الحقيقة و البصيرة كما قال الله تبارك و تعالى أدعو إلى الله على بصيرة أنا و من اتبعني الآية فلا يتمثل الشيطان بمثل هذه الأنوار اللطيفة كما قال صاحب المظهر هذا لا يختص بالنبي صلى الله عليه و سلم بل لا يتمثل بكل ما هو مظهر الرحمة و اللطف و الهداية كجميع الأنبياء و الأولياء و الملائكة و الكعبة و الشمس و القمر و السحاب الأبيض و المصحف و أمثال ذلك لأن الشيطان مظهر القهر فلا يظهر إلا في صورة اسم المضل فمن كان مظهرا للاسم الهادي كيف يظهر باسم المضل فإن الضد لا يظهر بصورة الضد كالنار و الماء فلا يمكن النار أن تنقلب ماء و لا يمكن الماء أن ينقلب نارا لما بينهما من التضاد و التنافر و التباعد و ليميز الحق من الباطل كما قال الله تبارك و تعالى كذلك يضرب الله الحق و الباطل و أما تمثله بصورة الربوبية و دعوى الربوبية يمكن منه لأن صفة الباري عز اسمه جلال و جمال فأما الشيطان فإنه يتمثل بصفة الجلال لأنه مظهر القهر و ظهوره بمثل الربوبية و دعواه من اسم المضل فقط كما مر و أما تمثله بصورة الربوبية و منعه فإنما هي من اسم المضل فقط كما مر أيضا فلا يظهر في صورة اسم الجامع لما فيه من الهداية و فيه كلام كثير يطول شرحه و قال الله تعالى على

بصيرة أنا ومن اتبعني هو إشارة إلى الوارث الكامل المرشد أي الإرشاد ومن بعدي لمن له بصيرة باطنية مثل بصيرتي من وجوه المراد منه الولاية الكاملة كما أشار إليه بقوله عز وجل وليًا مرشدًا۔

ثم اعلم أن الرؤيا على نوعين آفاقي أو أنفسي وكل واحد منهما على نوعين۔

فالأنفسي إما من الأخلاق الحميدة أو الذميمة فالحميدة مثل رؤية الجنان ونعيمها ومثل الحور والقصور والولدان والصحراء والنور الأبيض ومثل الشمس والقمر والنجوم وما أشبه ذلك وكل ذلك يتعلق بصفة القلب وأما ما يتعلق بالنفس المطمئنة منها فنحو مأكول الطعام من الحلو الطيب والطيور لأن مطعمة المطمئنة منها في الجنة تكون من هذه الأنواع كطيور الفكه والطيور وأما البقر فهو أي من الجنة لآدم عليه الصلاة والسلام لأجل الزراعة في الدنيا والإبل أيضًا من الجنة لأجل حمل الكسوة الظاهر والباطن والخيل لأجل الجهاد الأصغر والأكبر فكل ذلك للآخرة ولذا جاء في الحديث أن الغنم خلق من عسل الجنة والبقر من زعفرانها والإبل من نورها والخيل من رياحها وأما البغل فهو من أكل صفة المطمئنة من رآه في المنام فعلامته أن يكون بركة في الصناعة كسل وقلة النفس ولا يكون لكسبه نتيجة إلا بالقوة ويعمل عملًا صالحًا فله جزاء الحسنى والحمير من جانبها خلقت لأجل معيشة آدم عليه السلام وذريته لكسب الآخرة في الدنيا وأما ما يتعلق منها بالروح بخطاب الأمر ويتجلى عليه الأنوار الإلهية لأن أهل الجنة كلهم على هذه الصورة كما قال عليه أفضل الصلاة والسلام أهل الجنة جرد مرد مكحولون وقال أيضًا عليه أفضل الصلاة والسلام رأيت ربي على صورة شاب أمرد قال بعضهم المراد من مثل هذا التجلي وهو أن الحق عز اسمه يتجلى بصفة الربوبية على مرآة الروح وهو الذي يسمونه طفل المعاني لأن مرآة المربي الحسن والوسيلة بينه وبين الرب سبحانه وتعالى عن علي كرم الله وجهه لولا تربية ربي لما عرفت ربي وهذا المربي الباطن يحصل بسبب تربية المربي الظاهر وهي التلقين كالأنبياء والأولياء سراج القوالب والقلوب ما يحصل من تربيتهم من إلقاء روح الأمر كما قال الله تبارك وتعالى يلقي الروح من أمره على من يشاء من عباده وطلب المرشد لازم لأجل هذا الروح الذي به تحيى القلوب ويعرف به ربه فافهم قال الإمام الغزالي رضي الله تعالى عنه يجوز أن يرى رب تعالى في المنام على صورة جميلة الحرية على هذا التأويل المذكور قال لأن هذا المرئي مثال خلقه الله تبارك وتعالى على قدر استعداد الرائي ومناسبته وليس عين حقيقة الذاتية لأن الله تبارك وتعالى منزه عن الصور بذاته وكذا رؤية النبي صلى الله عليه وسلم على هذا القياس ويجوز أن يرى صورة مختلفة على قدر مناسبة الرائي ولا يرى عين حقيقة المحمدية إلا الوارث الكامل في علمه وعمله وحاله وبصيرته وصلوته ظاهرًا وباطنًا لا في عالم كذا قال في شرح مسلم يجوز رؤية الله تبارك وتعالى في صورة المظاهر والنورانية على التأويل المذكور والقياس في تجلي كل صفة على هذا النهج كما تجلى لموسى عليه الصلاة والسلام في صورة النار من شجرة العناب ومن صفة الكلام قال الله تبارك وتعالى وما تلك بيمينك يا موسى وكانت تلك النار نورًا لكن ظهرت نارًا على زعم موسى عليه السلام وعلى طلبه لأنه طلب النار في ذلك الحين وليس للإنسان أعلى رتبة من الشجرة فلا عجب إذا تجلى بصفة من صفات الله تبارك وتعالى في حقيقة الإنسانية بعد التصفية وعن الحجاب الحقيقة إلى الإنسانية كما تجلى على كثير من الأولياء۔

قَالَ أَبُو يَزِيدَ الْبِسْطَامِيُّ حِينَ التَّجَلِّي سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي وَ قَالَ الْجُنَيْدُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَ نَحْوُ ذٰلِكَ وَفِي هٰذَا الْمَقَامِ لَطَائِفُ عَجِيبَةٌ لِأَهْلِ التَّصَوُّفِ يَطُولُ شَرْحُهَا فَذِكْرُ الْقُرْبَةِ لَابُدَّ مِنَ الْمُنَاسَبَةِ فَالْمُبْتَدِئُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ لَا مُنَاسَبَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالَى وَ لَا بَيْنَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْتَاجَ لَا مَحَالَةَ إِلَى قُرْبَةِ الْوَلِيِّ أَوَّلًا لِأَنَّ بَيْنَهُمَا مُنَاسَبَةً مِنْ جِهَةِ الْبَشَرِيَّةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالٍ عَمَّا بِهِ فَإِذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّحْوِ انْقَطَعَ مِنْ صِفَةِ التَّعَلُّقِ وَوَصَلَ إِلَى مَحْضِ التَّجَرُّدِ وَكَذٰلِكَ الْأَوْلِيَاءُ إِذَا تَعَلَّقُوا إِلَى الْأَجْرِ لَا يَصِلُ أَحَدٌ مِنْهُمُ الْإِرْشَادَ إِلَى الْمَقْصُودِ فَافْهَمْ إِنْ كُنْتَ مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ وَإِلَّا فَاطْلُبِ الْفَهْمَ بِالرِّيَاضَةِ النُّورَانِيَّةِ الْغَالِبَةِ عَلَى النَّفْسَانِيَّةِ الظُّلْمَانِيَّةِ لِأَنَّ الْفَهْمَ يَحْصُلُ بِالنُّورَانِيَّةِ لَا بِضِدِّهِ لِأَنَّ النُّورَ إِنَّمَا يَجِيءُ جَوْهَرُهُ يَكُونُ مُدْرِكًا مُعَرِّفًا فَلَمْ يَبْقَ فِي الْمُبْتَدِئِ مُنَاسَبَةٌ لَهُ وَأَمَّا الْوَلِيُّ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْوِ فَلَهُ فِيهِ مُنَاسَبَةٌ لِأَنَّ لَهُ جِهَتَيْنِ أَحَدُهُمَا كَثِيفِيَّةٌ وَالثَّانِيَةُ تَجْرِيدِيَّةٌ مِنْ جِهَةِ الْوِرَاثَةِ الْكَامِلَةِ فَيَتَوَلَّى الَّذِي يَكُونُ فِي الصَّحْوِ الَّذِي عِنْدَهُ الْوِلَايَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ النَّبَوِيَّةُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَصَرَّفُ بِهَا فِي الْخَلْقِ فَافْهَمْ فَإِنَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ سِرًّا عَمِيقًا يُدْرِكُهُ أَهْلُهُ كَمَا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ.

وَ أَمَّا قُرْبَةُ الْأَرْوَاحِ فَرُوحُ الْجِسْمَانِيَّةِ مَرْتَبَتُهُ فِي الْجَسَدِ وَ رُوحُ الرَّوَانِيِّ عَرْشٌ فِي الْقَلْبِ وَ رُوحُ السُّلْطَانِيِّ عَرْشٌ فِي الْفُؤَادِ وَ رُوحُ الْقُدُسِ عَرْشٌ فِي السِّرِّ وَهُوَ الْوَاسِطَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَقِّ وَ مُتَرْجِمٌ مِنَ الْحَقِّ إِلَى الْخَلْقِ لِأَنَّهُ أَهْلُ اللهِ وَ مَحْرَمُهُ وَ أَمَّا الرُّؤْيَةُ الَّتِي مِنَ الْأَخْلَاقِ الذَّمِيمَةِ الَّتِي هِيَ مِنْ صِفَةِ الْأَمَّارَةِ وَ اللَّوَّامَةِ وَ الْمُلْهِمَةِ فَهٰؤُلَاءِ يَرَى مِنَ السِّبَاعِ كَالنَّمِرِ وَ الْأَسَدِ وَ الذِّئْبِ وَ الدُّبِّ وَ الْكَلْبِ وَ الْخِنْزِيرِ وَ غَيْرِهَا مِثْلَ الْأَرْنَبِ وَ الثَّعْلَبِ وَ الْهِرَّةِ وَ الْفَهْدِ وَ مِثْلَ الْحَيَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَ الزُّنْبُورِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمُؤْذِيَاتِ فَهٰذِهِ الصِّفَاتُ الذَّمِيمَةُ الَّتِي تُحْجِبُ الْأَخْرَوِيَّ عَنْهَا وَ إِمَاطَتُهَا عَنْ طَرِيقِ الرُّوحِ:

وَ النَّمِرُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْعُجْبِ هُوَ الْكِبْرُ عَلَى اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ الْمُتَكَبِّرَ عَلَى النَّاسِ.

وَ الْأَسَدُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْكِبْرِ وَ التَّسَلُّطِ عَلَى الْخَلْقِ وَ الدُّبُّ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْغَضَبِ وَ الْغَلَبَةِ عَلَى مَنْ فِي تَحْتِ يَدِهِ وَ الذِّئْبُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ أَكْلِ الْحَرَامِ وَ الشُّبُهَاتِ مِنْ غَيْرِ تَمْيِيزٍ وَ الْكَلْبُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ حُبِّ الدُّنْيَا وَ الْقَهْرِ وَ الْغَضَبِ لِأَجْلِهَا وَ الْخِنْزِيرُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْبُخْلِ وَ الْحَسَدِ وَ الْحِرْصِ عَلَى الشَّهَوَاتِ وَ الْأَرْنَبُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْحِيلَةِ وَ الْمَكْرِ فِي الْمُعَامَلَاتِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَ الثَّعْلَبُ أَيْضًا كَالْأَرْنَبِ لٰكِنَّ الْغَفْلَةَ فِي الْأَرْنَبِ غَالِبَةٌ وَ الْفَهْدُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْغَيْرَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ حُبِّ الرِّيَاسَةِ وَ الْعِزَّةِ وَ الْهِرَّةُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْبُخْلِ وَ النِّفَاقِ وَ الْحَيَّةُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْإِيذَاءِ بِاللِّسَانِ كَالشَّتْمِ وَ الْغِيبَةِ وَ الْكَذِبِ وَ يَرَى لِذٰلِكَ السِّبَاعَ الْمَعَانِي الْحَقِيقِيَّةَ يُدْرِكُهَا أَهْلُهَا بِالْبَصِيرَةِ وَ الْعَقْرَبُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ الْغَمْزِ وَ الْهَمْزِ وَ النَّمِيمَةِ وَ الزُّنْبُورُ فَهُوَ مِنْ صِفَةِ إِيذَاءِ النَّاسِ بِاللِّسَانِ عَيْبًا وَ قَدْ تَدُلُّ الْحَيَّةُ عَلَى الْعَدَاوَةِ مَعَ النَّاسِ.

فَلَمَّا رَأَى السَّالِكُ أَنَّهُ يُحَارِبُ مَعَ هٰذِهِ الْمُؤْذِيَاتِ وَ لَمْ يَغْلِبْ عَلَيْهَا الرُّؤْيَةُ فَلْيَعْلَمْ بِالصِّفَاتِ الَّتِي لَمْ تَغْلِبْ عَلَيْهَا وَ يَقْهَرْهَا وَ يُبْدِلْهَا أَوْ يُبَدِّلْهَا إِلَى صِفَةِ الْبَشَرِيَّةِ فَإِنْ قَهَرَهَا وَ قَتَلَهَا بِالْكُلِّيَّةِ فَهُوَ مَحَلٌّ عَلَى تَرْكِ الشَّهَوَاتِ

كما قال الله تبارك وتعالى في حق بعض التائبين كفّر عنهم سيئاتهم وأصلح بالهم الآية وإن رأى أنها تبدلت إلى صورة الإنسانية فهو معنى تبدّل السيئات بالحسنات كما قال الله تبارك وتعالى في حق التائبين من تاب و آمن وعمل صالحا فأولئك يبدّل الله سيئاتهم حسنات فقد خلص من هذه الذنوب فينبغي أن لا يأمن منها بعد ذلك لأنها آثار وجدة النفس قوة من جانب الروحاني فتقويت وغلبت على الطبيعة ولذلك أمر الله تعالى أن يجتنب العبد عن التناهي في جميع الأوقات ما دام في الدنيا وقد يرى ذلك النفس الأمارة على صورة الكفار و اللوامة على صورة اليهود والملهمة على صورة النصارى وكذا في صور المتشبهة۔

الفصل الرابع والعشرون في بيان أهل التصوف

وهم اثنا عشر صنفا الصنف الأول السنيون وهم الذين أقوالهم وأفعالهم موافقة للشرع والطريقة جميعا وهم أهل السنة والجماعة فبعضهم يدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب وبعضهم بحساب يسير وعذاب قليل فيخرجون من جهنم ويدخلون الجنة ولا يخلدون في النار الثاني الكافر و المنافق و المرائي يدعون أنهم الحلولية و الحالية و الأوليائية و الشمراخية و الحبية و الحورية و الإباحية و المتكاسلة و المتجاهلة و الواقفية و الإلهامية.

فأما مذهب الحلولية فإنهم يقولون النظر إلى حسن الجميلة و الأمرد حلال فيرقصون ويدعون التقبيل والمعانقة مباح وهذا كفر محض.

وأما الحالية فإنهم يقولون الرقص وضرب اليد حلال ويقولون للشيخ حالة لا يجوز عنه الشرع وهذا بدعة ليس في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأما الأوليائية فإنهم يقولون إذا وصل العبد إلى مرتبة الأولياء تسقط عنه تكليف الشرع ويقولون الولي أفضل من النبي لأن علم النبي بواسطة جبرائيل وعلم الولي بغير واسطة وهذا التأويل عقائدهم هلكوا بذلك الاعتقاد وهذا كفر أيضا.

وأما الشمراخية فإنهم يقولون الصحبة قديمة وبها يسقط الأمر والنهي ويحلون الدف والطنبور وباقي الملاهي ولا حلال بينهم من جهة النساء وهم كفار وقتلهم مباح۔

وأما الحبية فإنهم يقولون إذا وصل العبد إلى درجة المحبة يسقط عنه تكليف الشرع ولا يسترون عوراتهم۔

وأما الحورية فإنهم كالحالية لكن يدعون وطء الحور في حالاتهم فإذا أفاقوا اغتسلوا فكفروا بذلك وهلكوا

وأما الإباحية فإنهم يتركون الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ويحلون الحرام ويبيحون النساء۔

وأما مذهب المتكاسلة فيتركون الكسب ويسألون من الأبواب ويدعون بترك الدنيا على ظاهر جهة و يدعون بدواعيهم هلكوا بذلك وأما المتجاهلة فيلبسون لباس الفساق كما قال الله تعالى ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وقال عليه السلام من تشبه بقوم فهو منهم۔

وأما الواقفية فإنهم يقولون لا يعرف الله غير الله وهم تركوا طلب المعرفة وهلكوا بذلك الجهل۔

وَأَمَّا الْإِلْهَامِيَّةُ فَإِنَّهُمْ يَتْرُكُونَ الْعِلْمَ وَيَنْهَوْنَ عَنِ التَّدْرِيسِ وَاتَّبَعُوا الْحُكَمَاءَ وَيَقُولُونَ الْقُرْآنُ حِجَابٌ وَالْأَشْعَارُ قُرْآنُ الطَّرِيقَةِ وَاشْتَغَلُوا بِذٰلِكَ وَتَرَكُوا الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمُوا الْأَشْعَارَ عَلَى أَوْلَادِهِمْ وَتَرَكُوا الْأَوْرَادَ وَهَلَكُوا بِهِ۔

وَقَالَ فِي فِقْهِ الْبَاطِنِ يَقُولُونَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ إِنَّ الصَّحَابَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ كَانُوا أَهْلَ الْجَذْبَةِ بِقُوَّةِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْتَشَرَتْ تِلْكَ الْجَوَاذِبُ بَعْدَ عَلِيٍّ إِلَى مَشَايِخِ الطَّرِيقَةِ ثُمَّ تَشَعَّبَتْ إِلَى سَلَاسِلَ كَثِيرَةٍ حَتّٰى ضَعُفَتْ وَانْقَطَعَتْ عَنْ كَثِيرٍ مِنْهُمْ فَبَقِيَ مِنْهُمُ الْمَرْسُومُونَ فِي صُورَةِ الْمَشَايِخِ بِلَا مَعْنًى ثُمَّ تَشَعَّبَ مِنْهُمْ أَهْلُ الْبِدَعِ ثُمَّ انْتَسَبَ بَعْضُهُمْ إِلَى الْقَلَنْدَرِيَّةِ وَبَعْضُهُمْ إِلَى الْحَيْدَرِ وَبَعْضُهُمْ إِلَى الْأَدْهَمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ يَطُولُ شَرْحُهَا وَأَمَّا أَهْلُ الْوَقْتِ وَالْإِرْشَادِ فَهُمْ فِي هٰذَا الزَّمَانِ أَقَلُّ مِنَ الْقَلِيلِ وَيُعْلَمُ بِعِلَلِ الْحَقِّ بِهِمَا وَبَيْنَ أَحَدُهُمَا ظَاهِرًا وَالثَّانِي بَاطِنًا فَالظَّاهِرُ الْاِسْتِقَامَةُ عَلَى الشَّرِيعَةِ أَمْرًا وَنَهْيًا كَمَا لَا يَخْفٰى وَالْبَاطِنُ أَنْ يَكُونَ سُلُوكُهُ عَلَى مُشَاهَدَةِ الْبَصِيرَةِ فَيَرَى مَنْ يَقْتَدِي بِهِ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُونُ وَاسِطَةً بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَبَيْنَ نَبِيِّهِ وَهُوَ رُوحَانِيَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِسْمَانِيَّةِ فِي مَحَلِّهِ وَالرُّوحَانِيَّةِ فِي مَحَلِّهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِهِ فَيَكُونُ مِنْهُ إِشَارَةٌ إِلَى مَنْ يُرِيدُ بِهِ السَّالِكِينَ لِئَلَّا يَكُونَ سُلُوكُهُمْ عَلَى الْعَمَى وَهٰهُنَا دَقَائِقُ كَدَقَائِقِ الْعَلَامَاتِ فِي الْكَنْزِ لَا يُدْرِكُهَا إِلَّا أَهْلُهَا۔

الفصل الرابع والعشرون في بيان الخاتمة۔

فَيَنْبَغِي لِلسَّالِكِ أَنْ يَكُونَ فَطِينًا وَبَصِيرًا كَمَا قَالَ الشَّاعِرُ

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنًا ۔۔۔ طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
جَعَلُوهَا لُجَّةً فَاتَّخَذُوا ۔۔۔ صَالِحَ الْأَعْمَالِ فِيهَا سُفُنًا نَاظِرًا

إِلَى خَوَاتِيمِ الْأُمُورِ وَمُتَفَكِّرًا فِي أَخْطَارِهَا وَلَا يَغْتَرَّ بِصَلَاحِ ظَاهِرِ الْأَحْوَالِ فَقَدْ قَالَ أَهْلُ التَّصَوُّفِ إِنَّ السَّالِكَ إِلَى الْأَحْوَالِ يَنْتَقِلُ عَنْ مَحَلِّهَا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ وَلِذٰلِكَ قَالَ فِي حَدِيثِ الْقُدْسِيِّ يَا أَحْمَدُ بَشِّرِ الْمُذْنِبِينَ بِأَنِّي غَفُورٌ وَأَنْذِرِ الصِّدِّيقِينَ بِأَنِّي غَيُورٌ فَإِنَّ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ وَأَحْوَالَهُمْ حَقٌّ غَيْرَ أَنَّهَا لَيْسَتْ مَأْمُونَةً مِنَ الْمَكْرِ وَالْاِسْتِدْرَاجِ بِخِلَافِ مُعْجِزَاتِ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّهَا مَأْمُونَةٌ مِنْ ذٰلِكَ أَبَدًا وَقَدْ قِيلَ خَوْفُ سُوءِ الْخَاتِمَةِ سَبَبُ النَّجَاةِ مِنْ سُوءِ الْخَاتِمَةِ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ تَعَالَى إِذَا تَطَلَّعُوا إِلَى مَرَاتِبِهِمْ بِالْخَوْفِ فَيَكُونُ الْخَوْفُ غَالِبًا عَلَى الرَّجَاءِ لِئَلَّا تَخْدَعَهُ الْبَشَرِيَّةُ فَيَنْقَطِعَ سَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُ بِهِ وَقَدْ قَالَ مَا دَامَ الْإِنْسَانُ فِي الصِّحَّةِ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْخَوْفُ غَالِبًا عَلَى الرَّجَاءِ وَفِي الْمَرَضِ يَكُونُ الرَّجَاءُ غَالِبًا عَلَى الْخَوْفِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ وُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرَجَاؤُهُ لَاسْتَوَيَا وَأَمَّا فِي حَالِ النَّزْعِ فَيَكُونُ رَجَاؤُهُ بِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالَى أَغْلَبَ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تَعَالَى وَيَتَفَكَّرُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَبِقَوْلِهِ تَعَالَى رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَالْوَاجِبُ عَلَى السَّالِكِ أَنْ يَفِرَّ مِنْ قَهْرِهِ إِلَى لُطْفِهِ وَيَفِرَّ مِنْهُ إِلَيْهِ مُتَذَلِّلًا مُتَضَرِّعًا مُتَمَلِّقًا مُعْتَذِرًا مُقِرًّا بِذُنُوبِهِ فِي بَابِهِ مُتَوَقِّعًا فَيْضَ فَضْلِهِ وَالْعِنَايَةِ وَرَحْمَتِهِ عَلَى ذُنُوبِهِ فَإِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ الْجَوَادُ الْكَرِيمُ وَالْمَلِكُ الْقَدِيمُ وَالسُّلْطَانُ الْعَظِيمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ آمِينَ۔